امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ

کی

نعتیہ شاعری

تالیف

ڈاکٹر محمد سراج احمد بستوی

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ

کی

نعتیہ شاعری

نعتیہ شاعری

(ایک تحقیقی مطالعہ)

تالیف

ڈاکٹر محمد سراج احمد بستوی

ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔اردو بازار لاہور

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : امام احمد رضا خاںؒ کا نعتیہ شاعری (تحقیقی مطالعہ)

تصنیف : ڈاکٹر محمد سراج احمد بستوی (ایم،اے۔پی،ایچ،ڈی)

مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور

تعداد : گیارہ سو

الطبع الاوّل : شعبان ۱۴۲۱ھ / نومبر ۲۰۰۰ء

قیمت : -/96 روپے

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای۔میل نمبر faridbooks@hotmail.com

marfat.com

شرفِ انتساب

اپنے آقا و مولیٰ جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے نام
جنہوں نے مجھے اپنی رحمت کاملہ سے اس کام کا شعور اور اپنے در پاک کی
خاک بوسی کا شرف بخشا۔

جسے چاہا در پہ بلالیا جسے چاہا اپنا بنالیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے
(منور بدایونی)

سگ بارگاہ
سراج احمد قادری بستوی

marfat.com

Phone : 242227

Halim Muslim Post-Graduate College, Kanpur

حلیم مسلم پوسٹ گریجویٹ کالج کانپور

Syed Abul Hasanat Haqqi

Convener : Board of Studies in Urdu, Kanpur University

Jt. Secretary : All India Universities Urdu Teachers Association

Convener : Northern India's Universities Urdu Teachers

PRINCIPAL

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سراج احمد صاحب سلمہٗ نے اپنے تحقیقی مقالے "مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی نعتیہ شاعری" پر ۱۱ مارچ ۱۹۹۶ء کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کرلی۔ اس طرح انھیں دارین کی سعادتیں مل گئیں نعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کام کرنا ہماری فکری اور ذہنی رفعتوں کو پرِ پرواز عطا کرتا ہے۔ سراج سلمہٗ نے یہ کام واقعی عبادت کی طرح انجام دیا ہے۔ انھوں نے نعت گوئی کی تاریخ کا اجمالی جائزہ نہیں لیا بلکہ انھوں نے تحقیق کے ہر مطالبے کو پورا کیا ہے۔ اس کی جزا انھیں سرکار مدینہ اور خالق کونین سے ملے گی کیونکہ خالق کونین ہی نے حضور پر درود و سلام بھیجنے کا ہمیں حکم دیا ہے۔ سراج سلمہٗ سے جب پہلی ملاقات ہوئی اور انھوں نے تحقیقی مقالہ لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو میں نے حسب عادت خوش دلی کے ساتھ ان کی بات سنی اور بہت اخلاق سے چند کلمات سے ان کا استقبال کیا۔ مگر اندیشہ یہ بھی تھا کہ بریلی کی [illegible] چھوٹی بستی کا پروردہ شاید اس راہ کی دشواریوں کی تاب نہ لا سکے۔ مگر سراج سلمہٗ نے ان اندیشوں کی ایسی نفی کی کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔

سراج سلمہٗ نے جو محنت کی سو کی مگر میری بیوی مسعودہ برّد اللہ مضجعہا نے سراج سے جو مادرانہ شفقت روا رکھی شاید اس نے بھی ان کے حوصلے کو بڑھاوا دیا۔ اس نے توشۂ آخرت اس طرح تیار کیا کہ رہ نوردِ راہ نعت کی دل جوئی میں خوب خوب مشغول رہی دراصل اسے شاید معلوم تھا کہ اس کا وقت آخر زیادہ دور نہیں۔ اس طرح وہ آج سراج سلمہٗ کی مسرت کے جشن میں شامل نہیں۔ کون جانے کہ اللہ نے اسے قبر میں اس خبر سے شاد کام کر دیا ہو؟

اہلِ فکر و نظر اس مقالے کو ان شاء اللہ درجۂ اعتبار عطا فرمائیں گے۔ میں نے بھی نعت نبی اکرم پر چند تحقیقی مقالے دیکھے ہیں۔ سراج صاحب موصوف کی کوشش کو میں خود بنظرِ استحسان دیکھتا ہوں کہ جو نقص ان کے یہاں ہے وہ دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔ انھوں نے اس مقالے کی تہذیب و تدوین میں جس دقتِ نظر سے کام لیا ہے وہ اس زمانے میں شاذ ہی نظر آتا ہے۔ یہ مقالہ دراصل دو مقالوں کا ایک مقالہ ہے۔ تاریخ نعت گوئی کا حصہ اپنے آپ میں ایک بھرپور مقالہ ہے۔ دوسرا حصہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی نعتیہ شاعری کے لئے مختص ہے۔ اس حصہ میں سراج سلمہ کی شعر فہمی کی صلاحیتوں پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

حرفِ اعتراف کے طور پر عرض کر رہا ہوں کہ موصوف نے اپنے کرم سے مجھے اس مقالے کا نگراں مقرر فرما لیا تھا۔ مگر ساری کاوشیں خود ان کی ہیں۔ بستی (خلیل آباد) اور بابا کے کا نور تو انھوں نے گھر آنگن بنا دیا تھا۔ غلام خیر کریں اور غلام رسول یعنی حضرت دادا میاں رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے یعنی ابوالحسنات حقی عفی عنہ کے حصہ میں تو یہ سعادت ہے کہ وہ کام ہی آگئی کیا اس کے بعد بھی ضرورت ہے کہ ہم خدائی دین کا احوال پوچھنے کو در در جائیں؟ اللہ تعالیٰ سراج سلمہ کو ان کے اس تحقیقی کارنامے پر شہرتِ دوام اور سعادتِ دارین عطا فرمائے ان کے والد محمد عبد القیوم صاحب اور مولانا قمر الحسن قمر بستوی کو اور دوسرے محبت کرنے والوں کو بھی میں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ بقول رشید احمد صدیقی ایک اقرارِ صالح اور باقی رہ گیا ہے کہ میری بیوی کے بعد سید ابوالبرکات حنفی اور ان کی اہلیہ زہرا سلطانہ نے بھی اس رہ نوردِ شوق کی پذیرائی میں کمی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ اس مقالے کو ہم سب کیلئے سببِ نجات بنا دے آمین۔

خاکسار

سید ابوالحسنات حقی

marfat.com

اپنی بات

حضرت مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری پر تحقیقی کام کا موضوع مجھ کو "علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ" سے ملا تھا۔ اس کی داستان راستان بایں طور ہے۔ جب میں نے "اودھ یونیورسٹی فیض آباد" سے ۱۹۸۹ء میں ایم۔ اے کیا تو میرے دل میں یہ شوق و جذبہ پیدا ہوا کہ اب میں اس کے بعد تحقیقی کام کروں۔ اس وقت میری فکری پرواز ایک ایسی شخصیت کی تلاش و جستجو میں تھی کہ جو میرے تحقیقی کام کا مشیر کار اور رہنما بن سکے۔ ایک طویل کدو کاوش کے بعد میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اور مجھے ایک ایسی مخلص و کرم فرما شخصیت مل گئی جس کو ارباب علم و دانش ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم کے نام سے جانتے ہیں۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب! "علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ" شعبہ دینیات میں لیکچر رتھے۔ میں نے اپنے عم محترم علامہ قمر الحسن قمر بستوی کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب سے بذریعہ مراسلت رابطہ قائم کیا۔ ڈاکٹر صاحب میرے چچا کے جگری دوست ہیں اس لیے کہ "علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ" ہی کے اسکالر میرے چچا بھی رہ چکے ہیں۔ اس خط میں میں نے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ آگے کا ارادہ میرا پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کا ہے انہوں نے میری پذیرائی کرتے ہوئے "علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ" سے پی ایچ ڈی کا فارم بھروادیا۔ اور اس وقت انہوں نے میرے لیے تحقیق کا جو موضوع منتخب فرمایا تھا اس کا عنوان تھا "علمائے روہیل کھنڈ کا اردو ادب میں حصہ"

شعور کی آنکھ کھولنے کے بعد ہی سے میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کا چرچا اپنے گھر میں سنا کرتا تھا اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی۔ میرے دادا الحاج محمد اسحاق نور اللہ مرقدہ،

marfat.com

دینیات کی بہت اچھی معلومات رکھتے تھے "بہار شریعت" "تذکرۃ الاولیا" "تاریخ اسلام" کا وہ خالی اوقات میں اکثر مطالعہ کیا کرتے تھے اور اس اطراف و جوانب میں مولوی صاحب! کے لقب سے مشہور تھے۔

ڈاکٹر غلام یحی انجم صاحب! سے میں نے عرض کیا کہ میں حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ہی ذات پر کسی بھی گوشے سے تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے میری خواہش کا احترام کرتے ہوئے مجھے مشورہ دیا کہ آپ "علمائے روہیل کھنڈ کا اردو ادب میں حصہ" کا موضوع لے لیجئے اور اس طرح آپ کافی کچھ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے حوالے سے لکھ سکتے ہیں۔ میں نے ان کی بات بہ سر و چشم تسلیم کرلی اور فارم وغیرہ بھرنے کی کارروائی پوری ہونے کے بعد واپس گھر آ گیا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد مجھے انٹرویو کے لیے بلایا گیا۔ انٹرویو کے درمیان مجھ سے کہا گیا کہ آپ "مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری" پر کام کریں اس لیے کہ آج کل عالمی سطح پر بڑی تیز رفتاری کے ساتھ "مولانا" کی شخصیت پر تحقیقی کام ہو رہے ہیں، خاص کر پاکستان میں۔ میں نے بہ طیب خاطر اس بات کو قبول کرلیا۔ مگر ابھی گفتگو کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ میرے سامنے کچھ ایسی باتیں رکھی گئیں جس سے میرا شیش محل چکنا چور ہو گیا۔ اور میں نے اپنے سارے منصوبوں کو ترک کر دیا۔ جس کا ذکر کافی طویل ہے جو کبھی کسی اور موقع پر پوری داستان قلم بند کروں گا۔

علی گڑھ سے مایوس و محروم لوٹنے کے بعد حرما نصیبی مجھے مکمل طور سے اپنی آغوش میں کس لینا چاہتی تھی کہ اسی درمیان میں ڈاکٹر انجم صاحب! کا دہلی سے خط آیا کہ آپ کے پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کا کیا ہوا؟ میں نے پوری داستان قلم بند کر کے ارسال کر دیا اور مستقبل کے خیالات تحریر کرتے ہوئے لکھا کہ لگتا ہے کہ اب میں تحقیق کا کام نہیں کر سکوں گا۔ اس خط کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے مجھے جو خط لکھا اس نے میری زندگی میں روشنی کا ایک نیا

marfat.com

باب کھول دیا۔ جواں مردی اور ہمت کا سہارا لے کر میں نے آگے، قدم بڑھایا تو رحمت پروردگار نے بھی خوش آمدید کہا اور پھر ایک صاحب کی وساطت سے میں اپنے کرم گستر استاذ محترم جناب پروفیسر سید ابوالحسنات حقی صدر شعبہ اردو و پرنسپل حلیم پوسٹ گریجویٹ کالج کانپور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مقصد عرض کیا۔ انہوں نے کرم فرماتے ہوئے میرے مقالے کی نگرانی کی ذمہ داری قبول کرلی۔ جس وقت میں اپنا یہ مقالہ قلم بند کر رہا تھا اس وقت مجھے بہت سارے دشوار کن مراحل سے گزرنا پڑا کبھی اپنوں نے بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا اور کبھی غیروں نے روکاوٹیں کھڑی کیں۔ مگر میں اپنے اللہ اور اس کے رسول کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔ اس لیے کہ اس نے مجھے ایک ایسی ذات اور ایک ایسے خاندان کی رہنمائی عطا کی تھی جس کی رگوں میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خون گردش کر رہا ہے اس نے مجھے بھی کسی مسئلے میں الجھے ہوئے یا فکر مند دیکھا تو فوراً اس کا وکلپ ڈھونڈ نکالا۔ میرے نگراں محترم کتنے اچھے ہیں میں اس کو قلم بند نہیں کر سکتا غالباً ان کی طبیعت کی شرافت کی ہی بنا پر لوگ ان کو محبت سے "اچھے بھائی" کہتے ہیں یہ لفظ اپنے آپ میں عظیم سے عظیم تر ہے۔

میں نے اپنے اس مقالے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ جزو اول کا نام "نعتیہ روایت کا عروج وارتقاء" ایک تاریخی و تجزیاتی مطالعہ۔ اور دوسرے حصے کا نام۔ اپنی ہی جگہ پر ہے یعنی "مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری" ایک تحقیقی مطالعہ۔

میں نے اپنے اس مقالے میں ہر ممکن کوشش کی ہے کہ کسی طرح کی کوئی تشنگی نہ رہ جائے جس سے کہ بعد میں نعت کے موضوع پر کام کرنے والوں کو پریشانیوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اسی وجہ سے عربی، فارسی اور اردو کی نعتیہ شاعری پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ نعتیہ روایت کے فروغ وارتقاء کو عالمی زبانوں کے تناظر میں پیش کرتے ہوئے جرمنی،

marfat.com

فرانسیسی، انگریزی، چینی، حبشی، ترکی، ہاوسا، اندلسی، بنگالی، سندھی، بلوچی کشمیری، پشتو، گوجری، براہوی، بہاری، گجراتی، مارواڑی، میواتی، سرائیکی، ہندکی وغیرہ زبانوں میں نعت کے ذخیرے کو محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر اس کے باوجود میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میرا یہ تحقیقی مقالہ نعت کے حوالے سے اول و آخر کا درجہ رکھتا ہے۔ اس لیے کہ تحقیق و تفحص کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ روز بروز نئے نئے تجربات سامنے آرہے ہیں پھر بھی حلقہ دانشوراں سے پذیرائی کی امید ہے۔

حصہ دوم (جو آپ کے پیش نظر ہے) میں نے حضرت رضا بریلوی کی شخصیت کو آشکار کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے۔ مگر مقالے کی طوالت اور مقصد اصلی کو پیش نظر رکھتے ہوئے چند جزوی کوششوں پر خامہ فرسائی سے چشم پوشی کی ہے۔ اس لیے کہ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت اتنی وسیع ہے کہ ان سے متعلق تمامی گوشے مستقل طور سے تحقیق و تدقیق کی دعوت دیتے ہیں۔ اور میں نے ایسے تمام گوشوں کی نقاب کشائی کردی ہے۔ جس پر تحقیقی کام کیے جا سکتے ہیں۔

اب میں اپنے ان تمام احباب اور کرم فرماؤں کی سپاس گزاری ناگزیر تصور کرتا ہوں جنہوں نے کسی بھی طرح سے میرا تعاون کیا۔

ان میں سب سے پہلے اپنے استاذ گرامی پروفیسر سید ابوالحسنات حقی صدر شعبہ اردو و پرنسپل حلیم مسلم پوسٹ گریجویٹ کالج کان پور کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ جنہوں نے میرے اس مقالے کی نگرانی فرمائی اور اپنا قیمتی وقت دے کر حرف بحرف پڑھ کر تصحیح و توضیح فرمائی نیز میری اس کاوش کو اہل علم کے مطالعے کے لائق بنایا۔

ماہر رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج سندھ۔

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم ریڈر شعبہ تقابل ادیان ہمدرد یونیورسٹی دہلی عم محترم حضرت علامہ

marfat.com

قمرالحسن قمر بستوی النور سوسائٹی ہیوسٹن امریکہ۔ سید ابوالبرکات نظمی، سید وجاہت رسول قادری صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، علامہ اقبال احمد فاروقی مہتمم مرکزی مجلس رضا لاہور ڈاکٹر مختار الدین آرزو سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ لاہور۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی استاذ حکیم اجمل خاں طبیہ کالج قرول باغ دہلی، پروفیسر غلام سمنانی، "پروفیسر" ڈاکٹر ذاکر حسین ایونگ کالج دہلی، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ناگپوری، پروفیسر سید وحید اشرف سابق صدر شعبہ عربی فارسی مدراس یونیورسٹی۔ ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ، وغیرھم کی جناب میں ارمغان تشکر پیش کرتا ہوں کہ ان حضرات نے میری ہر مشکل مرحلے پر رہنمائی فرمائی۔

آخر میں، میں اپنے جد گرامی الحاج مولوی محمد اسحاق نور اللہ مرقدہ اور والدین کا شکر گزار ہوں کہ جنھوں نے میری بہتر تعلیم و تربیت فرمائی خاص کر جد گرامی مرحوم اور عم محترم حضرت علامہ قمرالحسن قمر بستوی کا بے پناہ شکر گزار ہوں کہ اگر ان لوگوں کی سرپرستی مجھے حاصل نہ ہوتی تو میں اتنا بڑا کام کبھی بھی نہیں کر سکتا تھا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین

سراج احمد قادری بستوی

۱۲ ربیع الاول شریف ۱۴۱۸ھ

۱۸ جولائی ۱۹۹۷ء

●●

marfat.com

آئینہ کتاب

انتساب

دعائیہ

اپنی بات

پہلا باب

الف

۱۔ شجرۂ نسب

۲۔ خاندانی حالات

۳۔ سعید اللہ خاں صاحب

۴۔ سعادت یار خاں صاحب

۵۔ مولانا محمد اعظم خاں صاحب

۶۔ مولانا حافظ کاظم علی خاں

۷۔ مولانا رضا علی خاں

۸۔ رئیس الاتقیاء مولانا نقی علی خاں

۹۔ حسینی خانم والدہ ماجدہ مولانا احمد رضا بریلوی

۱۰۔ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی

۱۱۔ ولادت کی بشارت

۱۴۔ پیش گوئیاں

۱۵۔ اسم گرامی

۱۶۔ عہد طفلی

۱۷۔ شادی

۱۸۔ حج و زیارت

۱۹۔ مولانا حسن رضا خاں

۲۰۔ تصانیف

۲۱۔ مولانا محمد رضا خاں صاحب

۲۲۔ حجاب بیگم

۲۳۔ احمدی بیگم

۲۴۔ محمدی بیگم

۲۵۔ مولانا حامد رضا بریلوی

۲۶۔ تصانیف

۲۷۔ مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی

marfat.com

۲۸۔ فتویٰ نویسی

۲۹۔ شاعری

۳۰۔ وفات

۳۱۔ تصنیفات

۳۲۔ مصطفائی بیگم

۳۳۔ کنیز حسن

۳۴۔ کنیز حسین

۳۵۔ کنیز حسنین

۳۶۔ مرتضائی بیگم

ب

۳۷۔ اساتذہ کرام اور کسب علم کا مکمل نقشہ

۳۸۔ اساتذہ

۳۹۔ رسم بسم اللہ خوانی

ج

۴۰۔ مخصوص احباب نعت گوئی کی ابتداء اور اس سے خصوصی شغف

۴۱۔ مولانا وصی احمد محدث سورتی

۴۲۔ مولانا عبد القادر بدایونی

۴۳۔ تصنیفات

۴۴۔ مولانا عبد السلام صاحب جبلپوری

۴۵۔ مولانا سید احمد اشرف جیلانی

۴۶۔ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی

۴۷۔ تصانیف

۴۸۔ پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری

۴۹۔ تصانیف

۵۰۔ نعت گوئی کی ابتدا اور اس سے خصوصی شغف

د

۵۱۔ مولانا احمد رضا بریلوی کی علمی ادبی اور سیاسی خدمات

۵۲۔ علم تفسیر

۵۳۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

۵۴۔ علم حدیث

۵۵۔ علم فقہ

۵۶۔ علم سائنس

۵۷۔ علم ریاضی

۵۸۔ علم نجوم وہیات وتوقیت

۵۹۔ ادبی خدمات

۶۰۔ سیاسی خدمات

marfat.com

دوسرا باب

۶۱۔ نعت گوئی کا فن

۶۲۔ احتیاط

۶۳۔ ہیئت

۶۴۔ ضمائر کا استعمال

۶۵۔ خیال آوری

تیسرا باب

۶۶۔ فن نعت گوئی فاضل بریلوی کے خصوصی حوالے سے

۶۷۔ مولانا احمد رضا بریلوی کے عہد میں نعت گوئی کا معیار اور عام روش

۶۸۔ مولانا احمد رضا بریلوی کی غزلی نعتیہ شاعری

۶۹۔ مولانا احمد رضا بریلوی کی فارسی نعتیہ شاعری

۷۰۔ نعت اور منقبت کے درمیان حد فاصل

۷۱۔ صنائع بدائع اور علم عروض سے ماہرانہ واقفیت

۷۲۔ علم عروض

۷۳۔ زبان سے واقفیت

۷۴۔ علاقائی بولیوں سے واقفیت مقامی بولیوں میں نعت گوئی

۷۵۔ حضرت رضا بریلوی کے قصائد و رباعیات

۷۶۔ حضرت رضا بریلوی کے قصائد اور ان کی تشابیب

چوتھا باب

۷۷۔ حضرت رضا بریلوی کے طرزوں کی اتباع

۷۸۔ حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ رجحانات

۷۹۔ حضرت رضا بریلوی کی نعتوں کا انگریزی زبان میں ترجمہ

۸۰۔ بحیثیت نعت گو حضرت رضا لائبریری کا مقام

پانچواں باب

کتابیات

●●

marfat.com

پہلا باب

(الف)

خاندانی حالات

والدین، بہن، بھائی اور اولاد (ذکور و اناث)

کا

تفصیلی ذکر

marfat.com

شجرۂ نسب

سعید اللہ خاں (شجاعت جنگ بہادر)

سعادت یار خاں (وزیر مالیات محمد شاہ)

محمد معظم خاں | محمد اعظم خاں | محمد مکرم خاں

چار صاحبزادیاں | حافظ کاظم علی خاں

تین صاحبزادیاں | امام العلماء رضا علیخاں | حکیم تقی علیخاں | جعفر علی خاں

رئیس الاتقیاء مولانا نقی علیخاں والد ماجد مولانا احمد رضا بریلوی | تین صاحبزادیاں

marfat.com

رئیس الاتقیا حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب والد ماجد حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب

تین صاحبزادیاں	محمد رضا خاں صاحب	استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب	حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

(۱) حجاب بیگم — زوجہ وارث علی خاں
(۲) احمدی بیگم — زوجہ شاہ ایران خاں
(۳) محمدی بیگم — زوجہ کفایت اللہ خاں

پانچ صاحبزادیاں	مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں صاحب	حجۃ الاسلام حامد رضا خاں

(۱) مصطفائی بیگم (۲) کنیز حسن (۳) کنیز حسین (۴) کنیز حسنین (۵) مرتضائی بیگم

marfat.com

خاندانی حالات

سعید اللہ خاں صاحب

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا خاندان عظمت و تقدس میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ جناب سعید اللہ (شجاعت جنگ بہادر) نسلاً ملک افغانستان کے مشہور شہر قندھار کے موقر قبیلہ بڑیچ کے پٹھان تھے۔

لفظ بڑیچ کا لفظی تجزیہ مولانا رحمان علی نے تذکرہ علماء ہند میں اس طرح کیا ہے۔

تجزیہ لفظ بڑیچ:۔ بائے موحدہ تازی (ب) رائے ثقیلہ ہندیہ (ڑ) دونوں مفتوح یائے تحتانیہ ساکن (ی) جیم فارسی (چ) موقوف۔ ایک گروہ افغان کا جسے روہیلہ بھی کہتے ہیں۔ [1]

فاضل بریلوی کے مورث اعلیٰ سعید اللہ خاں صاحب شاہ محمد کے ہمراہ ہندوستان آئے اور یہیں بود و باش اختیار کر لی۔ فہم و فراست میں اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ کی تصویر تھے۔ انتظامی صلاحیت اور سیاسی سوجھ بوجھ سے متاثر ہو کر مغل شہنشاہ نے شش ہزاری کا منصب عطا کیا اور لاہور کے شیش محل کو آپ کی جاگیر قرار دیا۔

سعادت یار خاں صاحب

جناب سعادت یار خاں صاحب جناب سعید اللہ خاں صاحب کے سعادتمند فرزند تھے امانت و دیانت آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جس کی وجہ سے حکومت وقت نے آپ کو وزیر مالیات کا

[1] ماہنامہ قاری دہلی۔ امام احمد رضا نمبر ص ۵۹۰

عہدہ عطا کیا تھا اور ضلع بدایوں کے کئی مواضعات آپ کو جاگیر میں دیئے تھے۔ چنانچہ حکومت کی جانب سے ایک مہم سر کرنے کے لئے آپ کو روہیلکھنڈ بھیجا گیا جہاں آپ نے اپنی بیباکی سوجھ بوجھ اور جواں مردی کا خوب خوب مظاہرہ کیا۔ فتح و کامرانی نے آپ کے قدم چومے فتحیابی کے بعد شاہی فرمان پہونچا کہ آپ کو اس علاقے کا صوبیدار مقرر کیا جاتا ہے۔ مگر حیف صد حیف جس وقت آپ کو شاہی فرمان ملا اس وقت آپ دنیا و آخرت کے درمیان آخری منزل طے کر رہے تھے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

مولانا محمد اعظم خاں مغلیہ حکومت کی وزارت عُلیا کے عہدے پر فائز تھے آپ مستقلاً دہلی سے بریلی تشریف لائے اور محلہ معماران میں اقامت اختیار کی۔ کچھ دنوں تک آپ نے حکومت کے فرائض انجام دیئے۔ مگر طبیعت میں فقر و غنا تھا اسلئے دنیاوی امور سے بیزار ہوکر گوشۂ تنہائی اختیار کر لیا تارکِ دنیا ہو جانے کے بعد عبادت و ریاضت آپ کا محبوب مشغلہ ہو گیا حتیٰ کہ اسی حال میں محلہ معماران میں انتقال کیا آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔

مولانا حافظ کاظم علی خاں شہر بدایوں کے تحصیلدار تھے اس زمانے کا یہ عہدہ آج کل کے ڈی ایم کے منصب کے برابر تھا دو سو سواروں کی بٹالین خدمت میں رہا کرتی تھی۔ آپ کو آٹھ گاؤں معافی جاگیر میں ملے تھے[۱]

مولانا رضا علی خاں صاحب ۱۲۲۴ھ ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے کے صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے آپ نے مولوی خلیل الرحمن شہر ٹونک (راجستھان) سے جملہ علوم متداولہ حاصل کئے بائیس سال کی عمر میں سند فراغت سے مشرف ہوئے حکومت و جہانبانی سے اس خاندان کا رشتہ آپکے دم قدم سے منقطع ہوا اور یہ خاندان مستقلاً علم، فقر اور درویشی سے مشرف ہو گیا

---

[۱] سوانح اعلیٰ حضرت۔ مولانا بدرالدین احمد بدر اہلسنت گلشن رضا دھنباد صہ ۹۴

marfat.com

آپ کے علم وفضل کی شہرت ہندوستان میں دور دراز مقامات تک پھیلی آپ علوم ظاہری کے علاوہ علوم باطنی خصوصاً تصوف میں اچھی دسترس رکھتے تھے۔ سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے تھے۔ لوگوں کے دلوں میں یہ آرزو محل کر رہ جاتی کہ وہ سلام میں پہل کریں۔ کبھی اپنے نفس کے لئے غضبناک نہیں ہوئے حد تو یہ ہے کہ ایک بے دین نے آپ پر تلوار سے حملہ کیا تو اس کو بھی معاف فرما دیا اسی طرح ایک کنیز کے ہاتھوں آپ کا آٹھ سالہ لڑکا محمد عبداللہ خاں مارا گیا تو آپ نے اس کو آزاد فرما دیا۔ اتباع سنت میں اپنی نظیر آپ تھے ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۶ء میں انتقال فرمایا ۲ جمادی الاولیٰ کو سپرد خاک کیا گیا۔

مولانا احمد رضا خاں نے اپنے جد امجد کی ولادت، ختم درس اور وصال کی تاریخیں مندرجہ ذیل عربی اشعار میں کہی ہیں ؎

قلت فکیف نهتدی — قال اضاءنا القمر
۱۲۲۴ھ

قلت ختام درسه — قال اخار الله ر
۱۲۴۷ھ

قلت فعام نقله — قال محجل أعزه
۱۲۸۲ھ

۱۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ بمبئی ص۵۸

marfat.com

رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب

رئیس الاتقیاء حضرت مولانا مفتی نقی علی خاں صاحب یکم رجب ۱۲۴۶ھ محلہ ذخیرہ بریلی میں پیدا ہوئے والد ماجد سے تعلیم و تربیت پائی۔ فراغت کے بعد تدریس و تصنیف میں مشغول ہو گئے۔ بریلی میں فتنۂ امکان نظیر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سدباب میں سعی بلیغ کی۔

حضرت تاج الفحول کی معیت میں ۱۲۹۴ھ میں مارہرہ حاضر ہو کر حضرت شاہ آل رسول قدس سرہٗ کے مرید ہوئے اسی مجلس میں خلافت سے نوازے گئے ۱۲۹۵ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت سید احمد زینی دحلان وغیرہ علماء کرام نے سند حدیث سے نوازا۔ ۱۲۹۷ھ ذیقعدہ بروز پنجشنبہ بوقت ظہر اکیاون برس کی عمر میں لقاء رب سے ہمکنار ہوئے۔ فرزند اکبر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بہت سے تاریخی مادے استخراج کئے انہیں میں سے ایک خاتم اجلۃ الفقہاء ہے [1]

تصانیف

فاضل بریلوی کے والد گرامی رئیس الاتقیاء حضرت مولانا مفتی نقی علی خاں صاحب ایک کثیر التصانیف عالم گذرے ہیں جن کی مشہور تصنیفات حسب ذیل ہیں۔

(۱) الکلام الاوضح فی تفسیر سورۃ الم نشرح۔ ۴۳۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب سورۃ الم نشرح کی تفسیر، مسائل دینیہ اور سیرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔

(۲) وسیلۃ النجاۃ:۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ۔

---

[1] تذکرہ علماء اہلسنت۔ محمود احمد قادری۔ خانقاہ قادریہ اسلام آباد مظفرپور ص ۵۱/۵۲

marfat.com

(۳) سرور القلوب فی ذکر المحبوب

(۴) جواہر البیان فی اسرار الارکان۔ ارکان اسلام نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے فضائل اور اسرار پر بے مثل کتاب۔ کئی سال پہلے مکتبہ حامدیہ لاہور نے شائع کی تھی۔ امام احمد رضا نے اس کے ڈھائی صفحات کی شرح ایک مبسوط کتاب "زواہر الجنان من جواہر البیان" لکھی تھی جس کا تاریخی نام "سلطنت المصطفٰے فی ملکوت کل الورٰی" ہے۔

(۵) اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد۔

(۶) ہدایۃ البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیہ

(۷) اذاقۃ الآثام لمانعی عمل المولد والقیام

(۸) فضل العلم والعلماء

(۹) ازالۃ الاوہام

(۱۰) تزکیۃ الایقان

(۱۱) الکواکب الزہرا فی فضائل العلم وآداب العلماء: علم کے فضائل اور آداب علماء کے موضوع پر اس رسالہ کی احادیث کی تخریج امام احمد رضا بریلوی نے فرمائی جس کا نام "النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب" ہے۔

(۱۲) الروایۃ الرویۃ فی اخلاق النبویہ: نبی اکرم صلی اللہ کے اخلاق کریمہ کا بیان

(۱۳) النقادۃ النقویہ فی الخصائص النبویہ: خصائص مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱۴) لمعۃ النبراس فی آداب الاکل واللباس: کھانے پینے اور لباس کے آداب

(۱۵) التمکن فی تحقیق مسائل التزین: زیب وزینت کے مسائل

(۱۶) احسن الوعاء فی آداب الدعاء

(۱۷) خیر المخاطبۃ فی المحاسبۃ والمراقبۃ: محاسبۂ نفس اور مراقبہ کے مسائل

(۱۸) ہدایۃ المشتاق الی سیر الانفس والآفاق: سیر نفس اور سیر کائنات کی تفصیلات و مسائل

marfat.com

(۱۹) ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب ، طلب ثواب اور اس کے آداب
(۲۰) اجمل الفکر فی مباحث الذکر : ذکر کے مسائل
(۲۱) عین المشاہدہ لحسن المجاہدہ : مجاہدۂ نفس کے مسائل
(۲۲) تشوق الاواہ الی طریق محبۃ اللہ : محبت الٰہی کے طریقے اور اس کے تقاضے۔
(۲۳) نہایۃ السعادۃ فی تحقیق الہمۃ والارادۃ : ہمت اور ارادہ کے معنی کی تحقیق
(۲۴) اقوی الذریعۃ الی تحقیق الطریقۃ والشریعۃ : شریعت وطریقت کا باہمی ربط وتعلق
(۲۵) ترویح الارواح فی تفسیر سورۃ الانشراح ؎۱

حسینی خانم والدۂ ماجدہ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی

مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کی والدۂ ماجدہ حسینی خانم بنت نواب اسفند یار بیگ ایک پاک سیرت و پاک طینت خاتون تھیں۔ شروع ہی سے احکام شرعیہ کی متبع و پابند رہیں کبھی کوئی کام خلاف شرع نہیں کیا۔ ان کے فہم و ذکاء اور دانش و خرد کے بارے میں مولانا حسنین رضا خاں ابن استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی رقمطراز ہیں۔

"وہ مغلیہ خاندان کی بڑی غیور، انتہائی ہوشمند اور صائب الرائے خاتون تھیں۔ انہوں نے بڑی عمر پائی۔ اعلیٰ حضرت کے عہد طفلی کے اکثر حالات مجھے انہیں سے معلوم ہوئے۔ مولانا نقی علی خاں اپنے خاندان اور احباب میں سلطان عقل مشہور تھے اعلیٰ حضرت کی والدہ وزیر عقل

؎۱ سرور القلوب فی ذکر المحبوب ۔ مفتی نقی علی خاں رضا اکیڈمی بمبئی (ذکر مصنف)

marfat.com

اور آگے چل کر فاضل مصنف اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت قبلہ حضرت حجۃ الاسلام (مولانا حامد رضا خاں صاحب بڑے صاحبزادے) کو گھر کے ایک دالان میں پڑھانے بیٹھے وہ پچھلا سبق سن کر آگے سبق دیتے تھے۔ پچھلا سبق جو سنا تو وہ یاد نہ تھا اس پر ان کو سزا دی۔ اعلیٰ حضرت کی والدہ محترمہ دوسرے دالان کے کسی گوشے میں تشریف فرما تھیں۔ انہیں کسی طرح اس کی خبر ہوگئی۔ وہ حضرت حجۃ الاسلام کو بہت چاہتی تھیں غصہ میں بھری ہوئی آئیں اور اعلیٰ حضرت قبلہ کی پشت پر ایک دوہتڑ مارا اور فرمایا تم میرے حامد کو مارتے ہو۔ اعلیٰ حضرت فوراً جھک کر کھڑے ہوگئے اور اپنی والدۂ محترمہ سے عرض کیا کہ اماں اور ماریئے۔ جب تک کہ آپ کا غصہ فرو نہ ہو۔ یہ سننے کے بعد انہوں نے ایک دوہتڑ اور مارا۔ اعلیٰ حضرت سر جھکائے کھڑے رہے یہاں تک کہ وہ خود واپس تشریف لے گئیں۔

اس وقت تو جو غصہ میں ہونا تھا ہو گیا مگر اس واقعہ کا ذکر جب کرتیں تو آب دیدہ ہو کر فرماتیں دوہتڑ مارنے سے پہلے میرے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گئے کہ ایسے مطیع و فرمانبردار بیٹے کو جس نے خود کو پٹنے کے لئے پیش کر دیا دوہتڑ مارا، افسوس"[1]

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی اپنے والدین کے بڑے ہی مطیع و فرمانبردار تھے۔ ان کی مرضی کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دیتے تھے۔ اور ان کے والدین بھی ان کا خصوصی خیال کرتے تھے۔ مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں۔

"والدین کی اتباع کا یہ حال تھا کہ جب مولانا کے والد ماجد جناب مولانا نقی علی خاں صاحب کا انتقال ہوا۔ اپنے حصۂ جائداد کے خود مالک تھے مگر سب اختیار والدہ ماجدہ

---

[1] سیرت اعلیٰ حضرت، مولانا حسنین رضا خاں صاحب۔ مکتبہ مشرق بریلی صہ ۵۲

[2] " " " " " صہ ۹۲/۹۱

marfat.com

کے سپرد تھا وہ پوری مالکہ و متصرفہ تھیں جس طرح چاہتیں صرف کرتیں۔ جب مولانا کو کتابوں کی خریداری کے لئے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی تو والدہ ماجدہ صاحبہ کی خدمت میں درخواست کرتے اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگولتے تھے۔[1]

اور آگے چل کر فاضل مصنف اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا محمد رضا خاں صاحب برادر اصغر اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب خلف اکبر اور حضور کی اہلیہ محترمہ ۱۳۲۳ھ میں حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئیں تو حضور (مولانا احمد رضا خاں صاحب) جھانسی تک ان کو پہنچانے تشریف لے گئے کہ وہاں سے بمبئی میل پر وہ لوگ روانہ ہوں گے جو سیدھا بمبئی جائے گا اور کہیں بدلنا نہ ہوگا۔ اس وقت تک اعلیٰ حضرت کا قصد حج و زیارت کے سفر کا بالکل نہ تھا کہ حج فرض ادا ہو چکا تھا زیارت سے مشرف ہو چکے تھے۔ صرف ان کی مشایعت مقصود تھی۔ اسی درمیان میں اعلیٰ حضرت کو اپنی ایک نعتیہ غزل یاد آگئی۔ جس کا مطلع ہے ؎

گذرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبرِ سارا ہو کر

جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

وائے محرومیِ قسمت کہ میں پھر اب کے برس
رہ گیا ہمرہِ زوّار مدینہ ہو کر

اس کا یاد آنا تھا کہ دل بے چین ہو گیا اور وہی ہوا جس کو حضور نے دوسری غزل میں یوں نظم فرمایا ہے ؎

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین قادری بک ڈپو بریلی ص ۴۲

marfat.com

پھر اٹھا ولولۂ یادِ مغیلانِ عرب
پھر کھینچا دامنِ دل سوئے بیابانِ عرب

اسی وقت حج و زیارت بلکہ خاص زیارت سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قصد مصمم فرمایا لیکن والدۂ ماجدہ کی بغیر اجازت سفر مناسب نہ جانا اس لئے ان کی گاڑی چھوٹنے کے بعد بریلی واپس تشریف لائے اور والدہ ماجدہ سے اجازت کے لئے حاضرِ خدمت ہوئے۔ جب مل گئی مطمئن ہوئے۔ ورنہ جھانسی سے واپسی کے بعد بہت پریشان نظر آتے تھے۔ اجازت مل جانے کے بعد سامانِ سفر مکمل فرمایا اور روانہ ہوئے۔ حسن اتفاق کہ اعلیٰ حضرت کے پہنچنے تک وہ جہاز روانہ نہ ہوا تھا۔ سب لوگ ایک ہی جہاز میں روانہ ہوئے اور یہ مبارک سفر بخیر و خوبی انجام پایا۔ اسی سفر کے متعلق اعلیٰ حضرت کا یہ شعر ہے ؂

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے [1]

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے بہن بھائیوں کا ذکر کرتے ہوئے مولانا حسنین رضا خاں صاحب رقمطراز ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ تین بھائی تھے اور ابتداءً ان کی تین بہنیں تھیں سب سے چھوٹی بہن (محمدی بیگم زوجہ کفایت اللہ خاں) کا جوانی ہی میں انتقال ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے اور ان دو بہنوں سے چھوٹے تھے۔ مگر رب العزت نے ان کو عزت و وقار میں سب سے بڑا کر دیا تھا وہ اپنے بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کا برتاؤ کرتے ان کی عزت ہر چھوٹا بڑا یکساں کرتا تھا [2]

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت ۔ مولانا ظفر الدین ۔ قادری بک ڈپو بریلی ص ۴۲/۴۳

[2] سیرت اعلیٰ حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب ۔ مکتبہ مشرق بریلی ص ۴۵

marfat.com

حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی

مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ ۱۴ جون ۱۸۵۶ء موافق ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمبت بروز شنبہ ظہر کے وقت شہر بریلی شریف کے محلہ جسولی میں ہوئی۔[1]

فاضل بریلوی نے اپنا سن ولادت قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے نکالا ہے اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ حسن اتفاق کہ اعلیٰ حضرت کی پیدائش کے وقت آفتاب منزل غفر میں تھا جو اہل نجوم کے نزدیک بہت ہی مبارک ساعت ہے۔ ولنعم من قال ؎

دنیا مزار حشر جہاں ہیں عفور میں
ہر منزل اپنے ماہ کی منزل غفر کی ہے

ولادت کی بشارت

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت اعلیٰ حضرت قبلہ بطن مادر میں تھے آپ کے والد ماجد صاحب نے ایک بہت ہی عجیب خواب دیکھا جس کی وجہ سے کچھ پریشانی سی لاحق ہوئی رات بھر اس خواب کی فکر میں رہے اور صبح اٹھے تو بھی اس کی تشویش باقی تھی۔ صبح حضرت سراپا فیض وبرکت علامہ مولانا رضا علی خاں صاحب اور اپنے والد ماجد علیہما الرحمہ سے خواب بیان فرمایا تو حضرت ممدوح نے فرمایا بہت مبارک خواب ہے۔ بشارت ہو کہ پروردگار عالم تمہارے نطفہ سے ایک فرزند عطا فرمائے گا جو علم کے دریا بہائے گا جس کا شہرہ مشرق

[1] فقیہ اسلام مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں۔ اسلامک پبلیکیشن سنٹر پٹنہ ص ۴۵

مغرب میں پھیلے گا۔ ؂۱

پیش گوئیاں جناب علی محمد خاں اعلیٰ حضرت کے بھانجے فرماتے تھے کہ میری والدہ مرحومہ اعلیٰ حضرت کی بڑی بہن تھیں وہ فرماتی تھیں کہ جب اعلیٰ حضرت پیدا ہوئے تو میرے والد ان کو جناب دادا صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں لے گئے دیکھ کر گود میں لیا اور فرمایا یہ میرا بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا اور جب منجھلے میاں مولوی حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے تو ان کو دیکھ کر فرمایا یہ میرا بیٹا مستان ہوگا۔ ؂۲

انہیں کا بیان ہے کہ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ ایک روز کسی نے دروازے پر آواز دی اعلیٰ حضرت (کہ ان کی عمر ابھی دس برس کی تھی) باہر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک بزرگ فقیر منش کھڑے ہیں آپ کو دیکھتے ہی فرمایا۔ آؤ۔ آپ تشریف لے گئے۔ سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا تم بہت بڑے عالم ہو۔ ؂۳

اسم گرامی آپ کا پیدائشی نام محمد ہے اور تاریخی نام "المختار" ۱۲۷۲ھ جد امجد مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۶ء) نے آپ کا نام احمد رضا تجویز فرمایا جس نام سے آپ مشہور ہیں۔ بعد میں آپ نے اسم شریف کے ساتھ عبد المصطفیٰ کا اضافہ فرمایا۔ چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان میں ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے ؂۴

؂۱ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین۔ قادری بکڈپو بریلی ص ۲۲

؂۲ 〃 〃 〃 〃 ص ۲۱/۲۲

؂۳ 〃 〃 〃 〃 ص ۲۲

؂۴ فقیہ اسلام۔ مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں۔ اطلاک پبلیکیشن سنٹر پٹنہ ص ۱۱۹

marfat.com

عہد طفلی

[illegible] عہد طفلی کی تصویر کشی کرتے ہوئے [illegible]
[illegible]:

۱۔ آنحضرت کا بچپن بہت [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]:

۲۔ [illegible] سال کی
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible] ہے

۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

اٹھاکر آنکھوں پر رکھ لیا۔ تو انھیں ہنسنے لگیں۔ ان میں سے ایک بولی واہ صاحبزادے آنکھوں کو چھپالیا اور ستر کو کھول دیا۔ جربتہ ایسا نہیں ہوا۔ عہد طفلی میں دیا کہ بڑے بڑے ماہرین نفسیات کے لئے سر دھننے کا موقع ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔

یہ جواب سن کر وہ سکتے میں رہ گئیں کہ یہ کوئی ساڑھے تین سال کا بچہ ہے یا ساٹھ سال کا ماہر نفسیات بول رہا ہے؟ مٹ

غرضیکہ فاضل بریلوی کا عہد طفلی شیخ سعدی کے اس شعر کا آئینہ دار تھا ۔

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

ورنہ پھر تین چار سال کی عمر میں اس طرح احکام شرعیہ کی پاسداری کرنا اور نفسیات کے اتنے بڑے اور اہم مسئلہ کا دو ٹوک جواب دے دینا عقل و درایت سے بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس طرح کے واقعات کا ظہور و صدور اسی وقت اس بات کی نشاندہی کر رہا تھا کہ یہ شخصیت افق علم پر ابھر کر مشرق و مغرب پر چھا جائے گی۔ اور آپ کے جد امجد نے جس کی شہادت دی ہے (یعنی جو علم کے دریا بہائے گا ________________ جس کا شہرہ مشرق و مغرب میں پھیلے گا) اس کی تصدیق و تائید کرے گی۔

مٹ نقیبہ اسلام۔ مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں۔ اسلامک پبلیکیشنز پٹنہ ص ۱۳۲/۳۱

marfat.com

شادی فاضل بریلوی کا عقد مسنون شیخ فضل حسین صاحب کی صاحبزادی ارشاد بیگم سے ۱۲۹۱ھ میں سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیرائے میں ہوا۔ شیخ فضل حسین صاحب ریاست رام پور میں گورنمنٹ کی طرف سے ڈاکخانہ میں ملازم تھے۔[1]

محبد داسلام کے مؤلف لکھتے ہیں کہ:

"یہ شادی مسلمانوں کے لئے شرع پر عمل کا ایک بہترین نمونہ تھی۔ اپنا گھر تو اپنا گھر آپ نے لڑکی والوں کے یہاں بھی خبر بھجوادی کہ کوئی بات شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو۔ چنانچہ ان حضرات نے بھی غلط رسم ورواج سے اتنا اجتناب کیا کہ لوگ ان کی دین داری اور پاس شرع کے قائل ہو گئے اور بڑی تعریف کی"۔[2]

بیعت وارادت فاضل بریلوی نے بیعت وارادت کا شرف حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی سے جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں اپنے والد ماجد مفتی نقی علی خاں اور تاج الفحول حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی کی معیت میں خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ پہنچ کر حاصل کیا۔

آپ کی بیعت وارادت کے بارے میں مشہور ہے کہ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ کو آپ دوپہر کے وقت روتے روتے سو گئے۔ خواب میں حضرت جد امجد علیہ الرحمہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ انہوں نے حضور کو ایک صندوقچی عطا فرمائی اور کہا کہ وہ شخص عنقریب آنے والا ہے جو تمہارے درد دل کی دوا کرے گا۔

اسی کے دوسرے دن حضرت علامہ عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بدایوں سے تشریف لائے اور آپ کو اپنے ہمراہ مارہرہ شریف لے گئے اور حضور سید شاہ آل رسول

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت۔ علامہ ظفر الدین بہاری۔ قادری بک ڈپو بریلی ص ۱۳۵

[2] مجدد اسلام۔ نسیم بستوی۔ نوری بک ڈپو کانپور ص ۴۳۔۴۴

marfat.com

احمدی نور اللہ مرقدہ کی خدمت گرامی میں پیش کیا۔ جنہوں نے ان حضرات کو دیکھتے ہی فرمایا
"آیئے! ہم تو کئی روز سے انتظار کر رہے ہیں"
پھر آپ کو مرید کیا اور اسی وقت تمام سلسلوں کی اجازت بھی عطا کر دی۔ یعنی دولت خلافت بھی بخش دی اور جو عطیات و تبرکات سلف سے چلے آرہے تھے وہ بھی عنایت فرمائے اور ایک صندوقچی جو وظیفہ کی صندوقچی کہی جاتی تھی اور ساتھ ہی ان وظائف کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ اس سے دیگر حاضرین و مریدین کو رشک ہوا۔ عرض کی حضور! اس بچے پر یہ کرم کیوں ہوا؟

ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم احمد رضا کو کیا جانو۔"
یہ فرما کر رونے لگے اور ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن رب تبارک و تعالیٰ اگر ارشاد فرمائیگا کہ آلِ رسول! تو دنیا سے کیا لایا۔ تو میں احمد رضا کو پیش کر دوں گا"
اور فرمایا کہ یہ چشم و چراغ خاندان ہیں اوروں کو تیار ہونا پڑتا ہے یہ بالکل تیار آئے تھے انہیں صرف نسبت کی ضرورت تھی"۔ [۱]

حج و زیارت

فاضل بریلوی دو بار حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے پہلی بار ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء میں اور دوسری بار ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء میں (۱) النیرۃ الوضیہ (۲) الجام الصنۃ (۳) فتاوی الحرمین (۴) حسام الحرمین (۵) الدولۃ المکیہ (۶) کفل الفقیہ الفاہم وغیرہ کتب انہیں دونوں سفروں کا شاہکار عربی تصانیف ہیں ان میں سے بعض کتابوں پر علماء اجل نے اپنی تصدیقات و تقریظات تحریر کیں۔

یٰسین اختر مصباحی اپنے ایک مقالہ میں رقمطراز ہیں:
"سرزمین حجاز میں آپ کی بے پناہ مقبولیت کے بارے میں شیخ کریم اللہ مہاجر مدنی تلمیذ

---

[۱] مجدد اسلام۔ نسیم بستوی۔ نوری بک ڈپو کانپور ص ۳۷/۳۸

marfat.com

شیخ الدلائل محمد عبد الحق مہاجر مکی (م ۱۳۳۳ھ) اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مدینہ طیبہ میں کئی سال سے میرا قیام ہے۔ ہندوستان سے ہزاروں اصحاب علم آتے ہیں۔ ان میں علماء، صلحاء، اتقیاء سبھی ہوتے ہیں۔ شہر کے گلی کوچوں میں ان کی آمد و رفت رہتی ہے مگر ان کی طرف یہاں کے لوگوں کی توجہ نہیں ہوتی۔ لیکن بڑے بڑے علماء آپ کے پاس جوق در جوق آتے اور تعظیم و تکریم میں لگے رہتے ہیں یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے (عربی سے ترجمہ الاجازت المتینہ۔ مرتبہ مولانا حامد رضا خاں قادری بریلوی)

مشہور مورخ مولانا رحمٰن علی ممبر کونسل ریاست ریوال اسی سلسلہ میں رقمطراز ہیں۔

"روز نماز مغرب بمقام ابراہیم علیہ السلام خواند۔ بعد نماز امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بلا تعارف سابق دست صاحب (مولانا احمد رضا بریلوی) گرفتہ فرمود۔ انی لاجد نور اللہ، من ھذا الجبین پس سند صحاح ستہ و اجازت سلسلہ قادری بدستخط خاص فرمودند کہ نام تو ضیاء الدین احمد است در سند مذکور تا امام بخاری علیہ الرحمہ یازدہ وسائط اند (ص ۱۶ تذکرہ علماء ہند مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۹۶۴ء)

اور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ جناب ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"علمائے حجاز سے بعض فقہی مسائل میں آپ (فاضل بریلوی) کا مذاکرہ ہوا چند رسائل لکھے اور علماء حرمین کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ بعض سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ فقہی متون اور اختلافی مسائل پر آپ کے وفور علم، وسعت معلومات، سرعت تحریر اور ذکاوت و ذہانت دیکھ کر سب لوگ حیران و ششدر رہ گئے (عربی سے ترجمہ ص ۳۹۳ نزہۃ الخواطر جلد ہشتم دائرۃ المعارف حیدر آباد ۱۹۷۰ء) ؎۱

؎۱ ماہنامہ حجاز لندن مارچ ۱۹۸۸ء ص ۲۵/۲۴

marfat.com

مولانا حسن رضا خاں صاحب

حضرت مجدد ملت مولانا احمد رضا بریلوی کے چھوٹے بھائی۔ نام نامی حسن رضا ۴ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ سال پیدائش، قدوۃ العلماء مولانا رضا علی کو ان کی ولادت کی خبر دی گئی انہوں نے فرمایا "یہ بیٹا میرا مست ہوگا"

تعلیم والد اور برادر اکبر سے پائی۔ شعر گوئی میں خاص ملکہ تھا۔ فصیح الملک داغ دہلوی سے عشقیہ شاعری میں مشورۂ سخن کرتے تھے۔ نعت گوئی سے خصوصی شغف تھا قواعد شرعی کا پورا التزام کرتے تھے نعتیہ کلام کا مجموعہ "ذوق نعت" کے نام سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے نام تاریخی ہے۔ ۲۲ رمضان ۱۳۲۶ھ سال وفات ہے"۔ [1]

ایک مقام پر حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی استاذ زمن حضرت حسن بریلوی کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں اپنے چھوٹے بھائی حسن میاں یا حضرت کافی مراد آبادی کا کلام سنتا ہوں۔ (اس لئے کہ ان کا کلام میزان شریعت میں تلا ہوا ہوتا ہے)، اگرچہ حضرت کافی کے یہاں لفظ رعنا کا استعمال بھی موجود ہے۔ اگر وہ اپنی اس غلطی پر آگاہ ہو جاتے تو یقیناً اس لفظ کو بدل دیتے۔" [2]

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت حسن بریلوی اپنے زمانے میں ایک بلند پایہ اور صاحب کمال شاعر تھے۔ اولاً ان کی شاعری کا محور و مرکز صنف نازک غزل رہی مگر جب اس کی بے ثباتی کا احساس ہوا تو اپنے برادر اکبر حضرت مولانا احمد رضا بریلوی کے نقش قدم کی اتباع کرتے ہوئے نعت

۱۔ تذکرہ علماء اہلسنت۔ مولانا محمود احمد قادری ص ۷۶/۷

۲۔ معارف رضا ۱۹۸۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۶۵

marfat.com

گوئی کو اپنی فکر کا محور و مرکز بنایا اور حضرت رضاؔ بریلوی سے استفادہ کیا چنانچہ ایک نعتیہ مقطع میں فرماتے ہیں ؎

بھلا ہے حسنؔ کا جنابِ رضا سے
بھلا ہو الٰہی جنابِ رضاؔ کا

حسنؔ بریلوی کی نعت گوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بریلوی لکھتے ہیں :

"حسنؔ کی نعتیں پڑھنے کے بعد مثایہ سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا نعت میں غزل کی مخصوص زبان یا پیرایۂ اظہار اختیار کیا جا سکتا ہے۔ میں نے کتنے صاحب الرائے افراد کو کہتے سنا ہے کہ غزل کی زبان میں نعت لکھنا گستاخی و بے ادبی سے عبارت ہے مگر میں ایسا نہیں سمجھتا نعت جزو شاعری بننے کے بعد سرمایۂ ادب ہے۔ لہٰذا ادب کو ادبی تنقید کی روشنی میں دیکھنا ہوگا۔ نعت اصنافِ نظم میں سے ہے جس کا تعلق توصیفِ رسول سے ہے غزل اقسامِ شعر میں سے ہے جیسے مثنوی، قصیدہ، مستزاد، مسمط وغیرہ بالفاظ دیگر نعت مضمون ہے اور غزل فارم، ہر فارم دوسرے فارم سے مختلف ہے۔

غزل کی اشاریت مضمون، لب ولہجہ، قصیدہ و مثنوی سے مختلف ہے نعت کیلئے کوئی مخصوص فارم نہیں۔ توصیف رسول شعر کی کسی بھی قسم میں کی جا سکتی ہے۔ ہم ایسے کلام کو نعتیہ غزل، نعتیہ مثنوی، اور نعتیہ قصیدہ کہتے ہیں۔ نعتیہ مثنوی و قصیدہ میں مثنوی و قصیدہ کا ماحول ملے گا تبدیلی صرف مضمون کی ہوگی یعنی اس کا تعلق بشر سے نہیں افضل البشر سے ہوگا۔ نعت کی موجودگی میں غزل غزل رہے گی۔ مثنوی اور قصیدہ میرے خیال میں تو خود اپنی جگہ یہ اعلیٰ فنکاری ہے کہ غزل کی بنیادی خصوصیات اور تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے نعت لکھی جائے لہٰذا اس طرح کی باتیں کہ یہ لفظ غزل کا ہے نعت میں کیوں استعمال ہوا متشددانہ تنقید بلکہ ناسمجھی کی باتیں ہیں۔" ۱

---

۱ چند شعرائے بریلی۔ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بریلوی ص ۱۵۱/۱۵۲

marfat.com

اور رئیس المتغزلین مولانا حسرت موہانی نے حضرت حسن بریلوی کی شاعری پر یوں اظہار خیال کیا ہے :

"شاگردان مرزا داغ میں حسن مرحوم بریلوی کا پایہ شاعری بہت بلند تھا وہ بجائے خود استاذ مستند تھے۔ انھوں نے اپنے انداز سخن کو استاد کے رنگ کلام سے مشابہ بنانے میں اس قدر کامیابی حاصل کی ہے کہ اکثر قطعوں میں داغ و حسن کی شاعری میں فرق کرنا مشکل ہے (بحوالہ از اردوئے معلیٰ علی گڑھ جون ۱۹۱۲ء) ؀۱

استاذ زمن حضرت حسن بریلوی کی تاریخ وصال میں قدرے اختلاف ہے تذکرہ علماء اہلسنت کے مرتب نے تاریخ وصال ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ کی ۲۲ تاریخ تحریر کی ہے۔ مگر فاضل بریلوی کے مرید و خلیفہ مفتی برہان الحق حضرت حسن بریلوی کی تاریخ وصال کے بارے میں اپنی کتاب "اکرام امام احمد رضا" میں رقمطراز ہیں :

"قاری بشیر الدین صاحب برابر علیل رہے ۲ شوال ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء کو صبح نماز فجر کے وقت ان کا انتقال ہوگیا دوسرے دن یعنی ۳ شوال ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء کو بریلی میں اعلیٰ حضرت کے بھائی مولانا حسن رضا خاں کا وصال ہوا ادھر سے چچا کے انتقال کا تار گیا ادھر سے مولانا حسن رضا خاں کے انتقال کا تار آیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؀۲"

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت حسن بریلوی کا انتقال رمضان المبارک میں نہیں بلکہ ۳ شوال کو ہوا۔

تصانیف

(۱) ذوق نعت (۲) ثمر فصاحت (۳) دین حسن (۴) انتخاب شہادت (۵) صمصام حسن بر ادر فتن (۶) ساغر کیف (۷) نگارستان لطافت ؀۳

؀۱ سیرت اعلیٰ حضرت، مولانا حسنین رضا خاں، قادری بکڈپو بریلی ص ۱۵

؀۲ اکرام امام احمد رضا، مفتی محمد برہان الحق، مجلس العلماء منظفر پور ص ۳۶ ؀۳ ذوق نعت، مولانا حسن رضا بریلوی اشرفی کتاب گھر سنبھل مراد آباد (نوٹ:) مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے نعتیہ دیوان ذوق نعت پر بھی تاریخ وصال ۳ شوال ۱۳۲۶ھ ہی تحریر ہے۔ نمونۂ کلام ما قبل میں لکھا جا چکا ہے ۔ (سراج احمد بستوی)

marfat.com

مولانا محمد رضا خاں صاحب

مولانا محمد رضا خاں صاحب رئیس الاتقیاء حضرت مفتی نقی علی خاں صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے اور امام احمد رضا کے برادر اصغر تھے۔ امام احمد رضا سے شرف تلمذ حاصل کیا علم الفرائض میں مہارت رکھتے تھے اور وراثت کے متعلق سوالات کے جوابات تحریر فرماتے تھے آپ کی صاحبزادی حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ سے منسوب تھیں۔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے وصال کے بعد امام احمد رضا کی جاگیر کا سارا انتظام آپ کے سپرد ہو گیا تھا۔ خاندان کی ساری جاگیر کا انتظام و انصرام آپ ہی کرتے تھے۔ امام احمد رضا کو آپ سے بڑی محبت تھی ایک مرتبہ آپ نے اپنی بیوی کے لئے سونے کے کڑے بنوا دیئے۔ کسی چغلخور نے امام احمد رضا سے شکایتاً ذکر کیا آپ نے فرمایا:

"اگر ننھے میاں (مولانا محمد رضا خاں) نے یہ کڑے اپنے مال سے بنوائے ہیں تو مجھے خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا مال عطا فرمایا اور اگر میرے مال سے بنوائے ہیں تو مجھے خوشی ہے کہ ننھے میاں نے میرے مال کو اپنا مال سمجھا"

یہ سن کر چغل خور خاموش ہو گیا۔

مولانا محمد رضا خاں کا عرف ننھے میاں تھا اور امام احمد رضا کا عرف اَمّن میاں تھا مولانا محمد رضا خاں سفر حج میں بھی امام احمد رضا کے ساتھ رہے۔ مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی کے انتقال کے بعد تقریباً ۱۹۳۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔ [1]

---

[1] مکتوب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد بنام مقالہ نگار مورخہ ۱۰ ارمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

marfat.com

حجاب بیگم

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی سب سے بڑی بہن تھیں جو سراپا اسم با مسمٰی تھیں۔ حجاب بیگم کا عقد مسنون وارث علی خاں سے ہوا تھا۔ حجاب بیگم بڑی ہی نیک اور عفیفہ خاتون تھیں بچپن ہی سے صلوٰۃ وصوم کی پابند تھیں۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا بچپن انہوں نے شعور وفکر کی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ بلکہ فاضل بریلوی کی ولادت کے وقت فاضل بریلوی کے بارے میں بزرگوں نے جو نشاندہیاں کی تھیں ان کی روایت انہوں نے اپنی اولادوں سے کی جیسا کہ ماقبل میں آپ کے صاحبزادے علی محمد خاں صاحب کی بیان کردہ ایک روایت گذر چکی ہے۔ ایک طویل عمر کے بعد دنیائے فانی سے دنیائے باقی کی طرف کوچ کیا۔

احمدی بیگم

فاضل بریلوی کی دوسری بہن کا نام احمدی بیگم تھا۔ ان کا نکاح شاہ ایران خاں کے ہمراہ ہوا تھا یہ بھی بڑی ہی نیک طبیعت خاتون تھیں اپنی والدہ اور بڑی بہن حجاب بیگم کی بڑی ہی مطیع وفرمانبردار تھیں۔ والدہ اور بڑی بہن کے کردار کو اپنی زندگی کی تابانی کے لئے اسوۂ حسنہ کے طور پر اختیار کیا۔ چونکہ گھر کا ماحول مکمل طور پر اسلامی تھا اس لئے بچپن ہی سے اسلامی اصول ونظریات روزہ، نماز، زکوٰۃ اوراد ووظائف وغیرہ کی پابند رہیں ایک لمبی عمر کے بعد انتقال کیا۔

marfat.com

محمدی بیگم

فاضل بریلوی کی تیسری بہن کا نام محمدی بیگم تھا۔ چونکہ بہنوں میں سب سے چھوٹی تھیں اسلئے ان کی پرورش بڑے ہی لاڈ اور پیار میں ہوئی۔ دونوں بڑی بہنیں حجاب بیگم اور احمدی بیگم ان سے بہت محبت کرتی تھیں۔ محمدی بیگم مزاج کی بہت شگفتہ اور ملنسار تھیں۔ شروع ہی سے والدہ اور دونوں بہنوں کے نقش قدم کو اختیار کیا۔ ان کی شادی جناب کفایت اللہ خاں سے ہوئی۔ مگر ابھی کوئی اولاد نہ ہونے پائی تھی کہ عین عالم شباب میں اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

مولانا حامد رضا خاں صاحب حامد بریلوی

مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء کو شہر بریلی میں متولد ہوئے۔ والد گرامی مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے آپ کا نام "محمد" رکھا اور عرفی نام حامد رضا رکھا پورے نام کی توضیح محمد اقبال احمد قادری نے اپنے ایک مضمون میں اس طرح کی ہے۔

"شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی قادری رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۲ھ میں ربیع الاول شریف کے مبارک مہینے میں اس دار فانی میں تشریف لائے آپ ہندوستان کے مشہور عظیم روحانی وعلمی خاندان میں بریلی شریف میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام محمد رکھا اور عرف میں استعمال کرنے کے لئے حامد رضا تجویز فرمایا۔ اگر علم اعداد کی روشنی میں آپ کے نام کا تجزیہ

marfat.com

کیا جائے تو لفظ "محمد" کے بانوے (۹۲) عدد بنتے ہیں جو آپ کی ولادت پر دلالت کرتے ہیں۔ چونکہ آپ ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اور اگر لفظ حامد رضا کا علم اعداد سے تجزیہ کیا جائے تو عدد تیرہ سو باسٹھ بنتے ہیں جو آپ کے وصال پر دلالت کرتے ہیں چونکہ آپ کا وصال ۱۳۶۲ھ میں ہوا۔" مے۱

جملہ علوم مروجہ و متداولہ کی تعلیم و تکمیل والد ماجد مولانا احمد رضا فاضل بریلوی سے کی عربی زبان و ادب پر اچھی گرفت تھی۔ آپ کی عربی زبان پر دسترس و مہارت کے بارے میں مفتی اعجاز ولی خاں بریلوی لکھتے ہیں:

• مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۴ء میں حجاز مقدس کے وزیر دفاع حضرت سید حسین دباغ رحمۃ اللہ علیہ ان مظالم کا ذکر کر رہے تھے جو اہل حرمین و مقابر مطہرہ پر کئے جا رہے تھے اور حضرت امام حجۃ الاسلام قدس سرہ ان کے ساتھ برجستگی کے ساتھ عربی میں گفتگو فرما رہے تھے۔ چنانچہ خود حضرت سید حسین دباغ نے فرمایا کہ میں نے اکناف و اطراف ہند کا دورہ کیا مگر ایسی تیز اور نفیس و سلیس عربی بولنے والا دوسرا نظر نہ آیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ ترکی سے سید محمد مالکی تشریف لائے گفتگوئیں ہوئیں۔ بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور یہی فرمایا کہ طول و عرض ہند میں ان جیسا عربی بولنے والا کوئی نہ ملا۔" مے۲

برہا برس تک دار العلوم منظر اسلام بریلی میں درس حدیث و تفسیر دیا۔ آپ کا درس بیضاوی، شرح عقائد نسفی، شرح چغمینی بہت مشہور تھا۔ اتنی واضح اور مفسر تقریر کرتے تھے کہ طلبہ کے ذہن میں بڑی آسانی کے ساتھ اتر جاتی تھی۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب نے کچھ تاریخی اور مثالی کارنامے بھی انجام دیئے جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو سب سے پہلے آپ ہی نے

مے۱ ماہنامہ سنی دنیا بریلی، جنوری ۱۹۹۰ء صہ۲۱

مے۲ معارف رضا ۱۹۹۰ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی صہ ۲۷/۳۶۹

marfat.com

اس کا رد فرمایا۔ اور اس کے جھوٹے ہونے پر بے شمار براہین و دلائل پیش کیے۔ جس کا ذکر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اس طرح کیا ہے:

• مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں کے خیر خواہ اور انگریز ان کے خیر خواہ۔ بقول علامہ اقبال

• قادیانی تحریک کے بیرون ممالک میں پہلے مراکز دو کنگ (انگلستان) اور عاشق آباد (روس) میں قائم ہوئے۔" بہر کیف مرزا کے خلاف سب سے پہلے امام احمد رضا کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں نے قلم اٹھایا ۱۳۱۵ھ ۱۸۹۷ء میں کانپور سے موصولہ ایک استفتار کے جواب میں قادیانیوں کے خلاف یہ رسالہ تصنیف فرمایا۔ الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی، م۱

حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں عربی فارسی اور اردو شعر گوئی پر بھی قدرت رکھتے تھے اور بلا تکلف مذکورہ زبانوں میں سخن طرازی کرتے تھے۔ جس کو ہم اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کو شعر گوئی اپنے والد ماجد حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی سے ترکہ میں ملی تھی۔ خود فاضل بریلوی نے اپنے دواوین میں مولانا حامد رضا خاں کا ذکر اس طرح کیا ہے ؎

اَنَا مِنْ حَامِدْ رَضَا مِنّی کے جلووں سے
بحمد اللہ رضا حامد اور حامد رضا تم ہو م۲

تیرے رضا پہ تیرے ہی رضا ہو
اس سے غضب تھراتے یہ ہیں

م۱ گناہ بے گناہی ۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مرکزی مجلس رضا لاہور ص۱۷

م۲ معارف رضا ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص۲۶۷

marfat.com

بلکہ رضا کے شاگردوں کے ناموں سے گھبراتے یہ ہیں

حامد منی و انا من حامد
حمد سے ہمد کماتے یہ ہیں [1]

نمونۂ کلام حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں سے

ہیں عرش بریں پر جلوہ فگن محبوب خدا سبحان اللہ
اک بار ہوا دیدار جسے سو بار کہا سبحان اللہ
حیران ہوئے برق اور نظر اک آن ہے اور برسوں کا سفر
راکب نے کہا اللہ غنی مرکب نے کہا سبحان اللہ
طالب کا پتہ مطلوب کو ہے مطلوب ہے طالب سے واقف
پردہ میں بلا کر مل بھی لئے پردہ بھی رہا سبحان اللہ
ہے عبد کہاں معبود کہاں معراج کی شب ہے راز نہاں
دو نور حجاب نور میں تھے خود رب نے کہا سبحان اللہ
سمجھے حامد انسان ہی کیا یہ راز ہیں حسن و الفت کے
خالق کو حبیبی کہنا تھا خلقت نے کہا سبحان اللہ [2]

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں کو بیعت و خلافت حضرت سید الشاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی سے حاصل تھی اور جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت والد ماجد سے بھی حاصل تھی۔ حجۃ الاسلام کا وصال عین بحالت نماز میں ہوا۔

---

[1] معارف رضا ۱۹۹۱ء ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۹۵

[2] ” ” ” ” ص ۲۸۹

marfat.com

آپ ۱۷ رجمادی الاول ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ رمئی ۱۹۴۳ء بعمر ۷۰ سال عین حالتِ نماز میں دوران تشہد ۱۰ بجکر ۴۵ منٹ پر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ۱؎

تصانیف

(۱) مجموعہ فتاویٰ
(۲) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی
(۳) ترجمہ الدولۃ المکیہ
(۴) ترجمہ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین
(۵) نعتیہ دیوان
(۶) حاشیہ ملا جلال ۔ ۲؎

مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم ہند نوری بریلوی

مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کے چھوٹے صاحبزادے تھے ۲۲ رذی الحجہ ۱۳۱۰ھ سنہ ۱۸۹۲ء ۱۸ رجولائی کو سرزمین بریلی شریف میں متولد ہوئے ۔ ۳؎
پیرو مرشد حضرت مخدوم سید شاہ ابو الحسین احمد نوری جانشین حضرت شاہ آلِ رسول مارہروی نے آل رحمٰن ابو البرکات محی الدین جیلانی نام تجویز فرمایا اور محمد کے نام پر عقیقہ ہوا اور مصطفےٰ رضا عرف قرار پایا ۔ ۴؎

۱؎ تذکرہ مشائخ قادریہ ۔ مولانا عبد المجتبیٰ قادری صفحہ ۵؎ ۲؎ فقیہ اسلام ۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں پٹنہ ص ۲۳۷
۳؎ تجلیات نوری ، اقبال احمد قادری بزم حامد رضا کراچی ص ۳
۴؎ مفتی اعظم ہند ، عبد النعیم عزیزی اختر رضا بک ڈپو بریلی ص ۳۶

marfat.com

آپ کی ولادت سے قبل فاضل بریلوی نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تھی کہ اے رب کریم مجھے ایسی اولاد سے سرفراز فرما جو عرصۂ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے۔

ایک بار جبکہ آپ اپنے مشائخ سلسلہ کے آستانے پر (مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ) حاضر تھے وہیں خواب دیکھا کہ ان کے گھر فرزند تولد ہوا ہے اور آپ نے خواب ہی میں اس کا نام "آلِ رحمٰن" رکھا اسی دوران مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی ۱۳۲۴ھ نے بعد نماز عصر اچانک آپ سے فرمایا۔ مولانا صاحب بریلی میں آپ کے گھر ایک صاحبزادے کی ولادت ہوئی ہے مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام آلِ رحمٰن رکھا جائے۔ جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچے کو ضرور دیکھوں گا۔"[1]

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے اصل تربیت اور تعلیم تو اپنے والد ماجد امام احمد رضا قدس سرہٗ سے پائی۔ علوم دینیہ کی تکمیل بھی اپنے والد ماجد سے ہی کی۔ تاہم مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کے حکم سے جن دیگر مشاہیر اساتذۂ کرام سے خصوصی شرف تلمذ حاصل کیا ان کے اسمار گرامی یہ ہیں۔

(۱) استاذ الاساتذہ علامہ شاہ رحم علی نگوری (م ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء) تلمیذ مولانا سید عبد العزیز انبہٹوی (م ۱۳۲۴ھ) تلمیذ علامہ عبدالحق خیرآبادی (م ۱۳۱۶ھ)

(۲) حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا بریلوی (م ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء) تلمیذ و فرزند اکبر امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ

(۳) شیخ العلمار حضرت علامہ سید بشیر احمد علی گڑھی تلمیذ مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی (م ۱۳۳۴ھ)

(۴) شمس العلمار علامہ ظہور الحسن فاروقی رام پوری (م ۱۳۴۲ھ) تلمیذ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی تلمیذ خاتم المحدثین علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی و تلمیذ رشید علامہ عبدالحق خیرآبادی (م ۱۳۱۶ھ)۔[2]

---

[1] ماہنامہ استقامت کانپور مفتی اعظم ہند نمبر ماہ مئی ۱۹۸۳ء ص ۳۰

[2] مفتی اعظم اور ان کے خلفار (ج ۱) محمد شہاب الدین رضوی، رضا اکیڈمی ممبئی ص ۳۰/۳۱

marfat.com

فتویٰ نویسی

۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں حضرت مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی کسی کام سے اپنے خاندانی دارالافتاء رضوی دارالافتاء میں تشریف لے گئے اس وقت آپ کی عمر تقریباً اٹھارہ سال کی رہی ہوگی۔ دیکھا کہ وہاں ملک العلماء مولانا شاہ ظفرالدین بہاری اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی فتویٰ لکھنے کے لئے رضاعت کے کسی مسئلہ پر ایک دوسرے سے تبادلۂ خیال کر رہے ہیں۔ بات کچھ پیچیدہ ہوئی تو مولانا ظفرالدین بہاری اٹھے تاکہ الماری سے فتاویٰ رضویہ نکال کر دیکھیں اور اس سے استفادہ کریں۔

حضرت مفتی اعظم ہند یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے آپ نے بڑی ہی حیرت کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

• "عمر کا زمانہ تھا میں نے کہا فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہو۔

مولانا نے فرمایا۔ اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانوں۔

میں نے فوراً لکھ دیا وہ رضاعت کا مسئلہ تھا۔" [۱]

جب وہ فتویٰ تصحیح اور نظر ثانی کے لئے والد گرامی حضرت مفتی احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے پاس پہنچا تو آپ نے دیکھتے ہی تحریر پہچان لی۔ دریافت فرمایا: یہ فتویٰ کس نے لکھا ہے تو لے جانے والے نے جواب دیا چھوٹے میاں نے (گھر میں لوگ پیار میں مفتی اعظم کو چھوٹے میاں کہتے تھے) فاضل بریلوی نے آپ کو طلب فرمایا۔ آپ حاضر ہوئے دیکھا کہ والد گرامی کا چہرہ خوشیوں سے تمتما رہا ہے اور پورا وجود نور میں نہایا ہوا ہے۔ تبسم ریز ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اس پر دستخط کر دو۔ دستخط کر وانے کے بعد خود "صح الجواب بعون الملک العزیز الوہاب" لکھ کر دستخط فرمایا۔

فتویٰ نویسی کے اس حسن آغاز پر فاضل بریلوی نے مفتی اعظم کو پانچ روپے عطا کر کے ارشاد فرمایا:

• "تمہاری مہر بنوا دیتا ہوں اب فتویٰ لکھا کرو اپنا رجسٹر بنا لو اس میں نقل بھی کیا کرو۔" [۲]

---

[۱] جہاز جدید دہلی ماہ ستمبر اکتوبر ۱۹۹۰ء ص

[۲] ۔ ۔ ۔ ۔ مفتی اعظم نمبر ص

marfat.com

مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی کی شہرت کا راز ان کی فتویٰ نویسی ہے آپ نے عالمی پیمانے پر فتویٰ نویسی کی۔ مستفتی کو مطمئن کر دینا آپ کی فتویٰ نویسی کی خصوصیت تھی۔ فتویٰ نویسی میں مفتیٔ اعظم کی اپنی ایک الگ ہی روش تھی۔ شریعت مطہرہ کے اصل حکم کو بلا رو رعایت صادر کر دیا کرتے تھے کبھی کسی کی کوئی رعایت نہ کی چاہے مستفتی اپنا ہو یا پرایا، فرد ہو یا جماعت، شہر ہو یا ملک ہر ایک کے ساتھ ایک ہی سلوک ایک ہی انداز اختیار کیا۔

ایک مرتبہ جنرل ایوب خاں کے دور حکومت میں پاکستان میں رویت ہلال کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے ذمہ عید وبقرعید کے موقعوں پر ہوائی جہاز سے پرواز کرکے چاند دیکھنا تھا۔ اور اس کے بعد رویت ہلال کمیٹی کی شہادت پر حکومت کی جانب سے چاند کی رویت کا اعلان ہوتا تھا۔

ایک دفعہ عید کے موقع پر ۲۹ر رمضان المبارک کو اس کمیٹی کے ارکان ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے کے لئے فضا میں گئے۔ مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) ہوتے ہوئے واپس ہوکر چاند کی رویت کی خبر حکومت کو دی۔ جس کے باعث حکومت پاکستان نے تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعہ چاند کی رویت کا اعلان کر دیا۔ مگر حکومت کے اس اعلان پر علماء کرام نے کوئی توجہ نہیں دی جس سے پاکستان میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ دنیائے اسلام کے بیشتر ممالک سے فتاویٰ منگائے گئے اسلامی ممالک سے آنے والے تقریباً سارے مفتیان کرام کے فتاوے حکومت پاکستان اور رویت ہلال کمیٹی کی تائید وتصدیق میں تھے۔ مگر مفتیٔ اعظم کا فتویٰ کچھ اور ہی کہہ رہا تھا آپ نے فرمایا:

"چاند کو زمین سے دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا حکم ہے اور جہاں چاند نظر آئے وہاں شرعی شہادت پر قاضی شرع حکم دے گا۔ چاند کو سطح زمین سے ایسی جگہ سے جو زمین سے ملی ہو۔ وہاں سے دیکھنا چاہیئے۔ رہا جہاز سے چاند دیکھنا تو یہ غلط ہے چونکہ چاند غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا اس لئے کہیں چاند ۲۹ر کو اور کہیں ۳۰ر کو نظر آتا ہے۔ اور اگر جہاز میں چاند

۱؎ مفتی اعظم اور ان کے خلفاء۔ شہاب الدین رضوی، رضا اکیڈمی بمبئی ص۸۹/۹۰

marfat.com

دیکھ کر رویت کا اعلان درست ہوتا تو مزید بلندی پر جاکر ۲۷، ۲۸ تاریخ کو بھی نظر آسکتا ہے تو کیا ۲۷، ۲۸ تاریخ کو چاند دیکھ کر یہ حکم صادر کیا جاسکتا ہے کہ اگلے روز عید یا بقرعید ہے اسی طرح جہاز سے چاند دیکھ کر یہ فتویٰ صادر کرنا کہ ۲۹ کا چاند دیکھنا معتبر ہے بھلا کس طرح صحیح ہوگا۔" فقیر مصطفیٰ رضا قادری

حضرت مفتی اعظم ہند کے اس فتویٰ کو پاکستان کے ہر اخبار میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا اور اگلے ماہ ۲۷، ۲۸ تاریخوں میں حکومت کی جانب سے اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو بلندی پر پرواز کرنے پر چاند نظر آگیا۔ تب حکومت نے مفتی اعظم ہند کے فتویٰ کو تسلیم کرکے رویت ہلال کمیٹی توڑ دی اور وہاں کے تمام مفتیان کرام نے مفتی اعظم کے علم و فضل کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں اور اس کے بعد ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے کا سلسلہ منسوخ کر دیا گیا۔" ؎۱

یوں ہی ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء، ۷۷ء میں ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ایک بھیانک طوفان نے سر ابھارا تو اس کے بھی انسداد کے لئے مفتی اعظم ہند نوری بریلوی آگے بڑھے۔ وہ طوفان نسبندی کا تھا۔ حکومت ہند ہندوستانی علماء سے نسبندی کے جواز پر فتویٰ کے لئے دباؤ ڈال رہی تھی کہ علماء کرام اس کے جواز کا حکم صادر کریں جس سے حکومت کی پالیسی ضبط ولادت کامکمل طور پر نفاذ ہوسکے۔ کچھ لوگ حکومت کے دباؤ اور دنیاوی منفعت کے لالچ میں آبھی گئے اور انہوں نے اس طرح کے بیانات دیئے۔ مگر مفتی اعظم نے اس وقت اعلائے کلمۃ الحق کرتے ہوئے فتویٰ صادر فرمایا:

"نسبندی حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے۔" ؎۲

چونکہ اس وقت تمام ذرائع ابلاغ پر حکومت کا سخت کنٹرول تھا وسائل اطلاعات و نشریات منجمد ہوکر رہ گئے تھے۔ حکومت کی سخت پابندیوں کے باوجود بلا خوف و خطر مولانا مصطفیٰ

؎۱ مفتی اعظم اور ان کے خلفاء۔ شہاب الدین رضوی۔ رضا اکیڈمی بمبئی ص ۸۹/۹۰

؎۲ ، ، ، ، ، ص ۹۱

marfat.com

رضا خاں ابن مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے کثیر تعداد میں مذکورہ فتوی کا سائیکلو اسٹائل کرا کے ملک کے گوشے گوشے میں پہونچایا۔

غالباً انہیں عظیم فتووں اور کارناموں کی وجہ سے عالم اسلام نے آپ کو مفتی اعظم کا خطاب دیا۔ لوگ ان کی حیات میں تو ان کو مفتی اعظم کہہ کر پکارتے ہی رہے مگر آج ان کے پردہ فرما جانے کے بعد بھی لوگ انہیں مفتی اعظم کہہ کر ہی یاد کرتے ہیں۔ اور آپ کو مفتی اعظم کہنے پر کسی نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔

شاعری

بڑے بھائی مولانا حامد رضا خاں حامدؔ بریلوی کی طرح مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوریؔ بریلوی کو بھی نعت گوئی والد گرامی مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے ورثہ میں ملی تھی۔ آپ ایک خوش نغز نعت گو شاعر تھے اور جمیع اصناف سخن میں نعت گوئی کرتے تھے زبان واسلوب آپ کو وراثت میں ملا تھا۔ عربی فارسی اردو تینوں زبانوں کے ماہر تھے لسانیات پر اچھی دسترس تھی۔ اپنے پیرو مرشد حضرت مولانا سید ابوالحسین احمد نوریؔ مارہروی کی طرف منسوب کرتے ہوئے نوریؔ تخلص اختیار کیا۔ آپ کا نعتیہ دیوان، سامانِ بخشش، مختلف مطابع سے متعدد بار شائع ہوکر ارباب سخن سے دادِ سخن وصول کر چکا ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ کیجئے ؎

تو شمع رسالت ہے عالم ترا پروانہ
تو ماہ نبوت ہے اے جلوۂ جانانہ

جو ساقی کوثر کے چہرے سے نقاب اٹھے
ہر دل بنے میخانہ ہر آنکھ ہو پیمانہ

دل اپنا چمک اٹھے ایمان کی طلعت سے
ہوں آنکھیں بھی نورانی اے جلوۂ جانانہ

سرشار مجھے کردے اک جام لبالب سے
تا حشر رہے ساقی آباد یہ میخانہ

marfat.com

ہر پھول میں بو تیری ہر شمع میں ضو تیری
بلبل ہے ترا بلبل پروانہ ہے پروانہ
سنگِ درِ جاناں پر کرتا ہوں جبیں سائی
سجدہ نہ سمجھ زاہد سر دیتا ہوں نذرانہ
آباد اسے فرما ویراں ہے دلِ نوری
جلوے ترے بس جائیں آباد ہو ویرانہ

وفات ۹۱ سال کی عمر میں جمعرات کی شب ایک بجکر چالیس منٹ پر ۱۴ محرم الحرام سنہ ۱۴۰۲ھ کو وصال فرمایا۔ متعدد لوگوں نے تاریخ وصال کہی۔ مفتی مظفر احمد بدایونی یوں لکھتے ہیں ؎

شمع خاموش دل ہیں پژمردہ
مفتیٔ ہند تیری رحلت پر
سالِ رحلت مظفرؔ عاصی
لکھ دے -۶۰ع خانِ رہنما، تربت پر [1]

۱۴۰۲ھ

تصنیفات اور حواشی

(۱) اشد الباس علی عابد الخناس سنہ ۱۳۲۸ھ
(۲) الکاوی فی العاوی والغاوی سنہ ۱۳۳۰ھ
(۳) القثم القاصم للداسم القاسم سنہ ۱۳۳۰ھ
(۴) نور الفرقان بین جند الالٰہ و احزاب الشیطان سنہ ۱۳۳۰ھ

[1] استقامت کانپور مفتی اعظم نمبر ص ۳۴۷

marfat.com

(۵) واقعات السنان فی تلقہ مسماۃ بسط البنان — سنہ ۱۳۳۰ھ

(۶) الرمح الدیانی علی راس الوسواس الشیطانی — سنہ ۱۳۳۱ھ

(۷) وقایۃ اہلسنت — سنہ ۱۳۳۲ھ

(۸) الہی ضرب بہ اہل الحرب — سنہ ۱۳۳۲ھ

(۹) ادخال السنان الی الحنک الحلقی لبسط البنان — سنہ ۱۳۳۲ھ

(۱۰) نہایۃ السنان — سنہ ۱۳۳۳ھ

(۱۱) صلیم الدیان لتقطیع حبالۃ الشیطان — سنہ ۱۳۳۲ھ

(۱۲) سیف القہار علی العبد الکفار — سنہ ۱۳۳۲ھ

(۱۳) نفی العار من معائب المولوی عبد الغفار — سنہ ۱۳۳۲ھ

(۱۴) النکتہ علی مرأۃ کلکتہ — سنہ ۱۳۳۲ھ

(۱۵) مقتل کذب وکید — سنہ ۱۳۳۲ھ

(۱۶) مقتل اکذب واجہل — سنہ ۱۳۳۲ھ

(۱۷) الموت الاحمر علی کل انحس اکفر — سنہ ۱۳۳۷ھ

(۱۸) ملفوظات امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی (چہار حصص) — سنہ ۱۳۳۸ھ

(۱۹) الطاری الداری لہفوات عبد الباری (تین حصص) — سنہ ۱۳۳۹ھ

(۲۰) القول العجیب فی جواز التثویب — سنہ ۱۳۳۹ھ

(۲۱) طرق الہدیٰ والارشاد الیٰ احکام الامارۃ والجہاد — سنہ ۱۳۴۱ھ

(۲۲) حجۃ واہرہ بوجوب الحجۃ الحاضرہ — سنہ ۱۳۴۲ھ

(۲۳) القسورۃ علی ادوار الحمر الکفرہ — سنہ ۱۳۴۳ھ

(۲۴) سامان بخشش عرف گلستان انعت نوری — سنہ ۱۳۵۴ھ

(۲۵) فتاویٰ مصطفویہ (دو حصص) — سنہ ۱۳۵۹-۴۹

marfat.com

(۲۶) شعار الحق فی جواب سوال ممبئی
(۲۷) تنویر الحجۃ بالتوار الحجہ
(۲۸) وہابیہ کی تقیہ بازی
(۲۹) مسائل سماع
(۳۰) الحجۃ الباہرہ
(۳۱) نور العرفان
(۳۲) داڑھی کا مسئلہ
(۳۳) ہشتاد بید و بند
(۳۴) طرد الشیطان
(۳۵) سلک مرادآباد پر معترضانہ ریمارک
(۳۶) سل الحسام الہندی لنصرۃ سیدنا خالد نقشبندی
(۳۷) کانگریسیوں کا رد
(۳۸) کشف ضلال (حواشی و تکمیلات الاستمداد)
(۳۹) حاشیہ فتاوی رضویہ (جلد اول)
(۴۰) ترتیب فتاوی رضویہ جلد دوم
(۴۱) حاشیہ فتاوی رضویہ جلد سوم
(۴۲) " " " چہارم
(۴۳) حاشیہ تفسیر احمدی (قلمی)
(۴۴) حاشیہ فتاوی عزیزیہ (قلمی) ؎۱

؎۱ مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفاء۔ شہاب الدین رضوی رضا اکیڈمی ممبئی ص ۹۳/۱۰۱

marfat.com

مصطفائی بیگم

مولانا احمد رضا خاں کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ ان کا عقد مولانا احمد رضا بریلوی کے بھانجے جناب حاجی سید شاہد علی خاں صاحب سے ہوا۔ ان کے صرف ایک لڑکی تھی عزو بی بی جن کی شادی مولوی سردار علی خاں صاحب سے ہوئی تھی۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی ان صاحبزادی کا آپ کی حیات ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔

کنیز حسن

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی یہ دوسری صاحبزادی تھیں ان کو لوگ پیار میں منجھلی بیگم کہتے تھے ان کا عقد جناب حمید اللہ خاں صاحب ابن حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ سے ہوا۔ ان کی دو اولادیں ہوئیں عتیق اللہ خاں صاحب اور رفعت جہاں بیگم۔

کنیز حسین

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی یہ تیسری صاحبزادی تھیں۔ ان کا نکاح مولانا احمد رضا خاں صاحب کے منجھلے بھائی استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی

marfat.com

کے صاحبزادے جناب حکیم حسین رضا خاں سے ہوا۔ ان کی تین اولادیں ہوئیں (۱) جناب مرتضیٰ رضا خاں (۲) مولوی ادریس رضا خاں (۳) جرجیس رضا خاں۔

فاضل بریلوی کنیز حسین کو بہت چاہتے تھے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے یہ بھی اپنے والد کو بہت چاہتی تھیں غالباً یہی وجہ تھی کہ فاضل بریلوی کے انتقال کے اکیسویں دن اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

کنیز حسنین

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی یہ چوتھی صاحبزادی تھیں ان کا بھی نکاح مولانا احمد رضا خاں کے منجھلے بھائی استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی کے صاحبزادے مولانا حسنین رضا خاں صاحب سے ہوا۔ مولانا حسنین رضا خاں کو فاضل بریلوی سے شرف تلمذ بھی حاصل تھا۔ مدرسہ ارشاد العلوم رام پور سے علوم معقولہ و منقولہ کی تکمیل کی تھی آپ نے کئی ایک کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں چند کے نام یہ ہیں۔

(۱) سیرت اعلیٰ حضرت (۲) وصایا شریف (۳) اسباب زوال امت وغیرہ

آپ کی اکلوتی بیٹی شمیم بانو کا عقد چچا زاد بھائی جرجیس رضا خاں صاحب سے ہوا تھا

مرتضائی بیگم

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی یہ سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں ان کو لوگ پیار میں چھوٹی بنو کہتے تھے۔ ان کا نکاح بھی جناب حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے سے ہوا تھا۔ ان کے پانچ اولادیں ہوئیں تین لڑکے (۱) رئیس میاں (۲) سعید میاں (۳) فرید میاں۔ اور دو لڑکیاں (۱) مجتبائی بیگم (۲) مقتدائی بیگم۔

marfat.com

(ب)

اساتذہ اور کسبِ علم کا

مکمل نقشہ

marfat.com

اساتذہ

فاضل بریلوی نے اپنے والد گرامی یا جن اساتذہ کرام سے پڑھا یا اسناد حدیث، فقہ و دیگر علوم حاصل کئے ان کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) شاہ آل رسول مارہروی (م ۱۲۹۷ھ سنہ ۱۸۷۹ء)
(۲) مولانا نقی علی خاں (م ۱۲۹۷ھ سنہ ۱۸۸۰ء)
(۳) شیخ احمد بن زینی دحلان مکی (م ۱۲۹۹ھ سنہ ۱۸۸۱ء)
(۴) شیخ عبدالرحمن سراج مکی (م ۱۳۰۱ھ سنہ ۱۸۸۳ء)
(۵) شیخ حسین بن صالح (م ۱۳۰۲ھ سنہ ۱۸۸۴ء)
(۶) مولانا عبدالعلی رامپوری (م ۱۳۰۳ھ سنہ ۱۸۸۵ء)
(۷) شاہ ابوالحسین احمد النوری (م ۱۳۲۴ھ سنہ ۱۹۰۶ء)
(۸) مرزا غلام قادر بیگ (م ۱۳۰۱ھ سنہ ۱۸۸۳ء) [1]

---

[1] حیات امام اہلسنت۔ پروفیسر محمد مسعود احمد مرکزی مجلس رضا لاہور ص۲

marfat.com

کسب علم کا مکمل نقشہ

رسم بسم اللہ خوانی

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا گھر علم وادب اور شعور وآگہی کا گہوارہ تھا اور ہر کام احکام شرعیہ کی روشنی میں انجام پاتا تھا۔ بزرگوں کے طریقہ کار پر کاربند رہتے ہوئے جس وقت فاضل بریلوی کے والد مفتی نقی علی خاں نے فاضل بریلوی کی محفل بسم اللہ خوانی سجائی۔ حالات وقرائن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً ۱۲۷۶ھ کے اوائل میں یہ رسم ادا کی گئی۔[1]

بسم اللہ خوانی کے وقت استاد نے الف، با، تا، ثا جس طرح پڑھایا جاتا ہے اور ان کے بتانے کے مطابق پڑھتے رہے لیکن جب لام الف کی نوبت آئی۔ تو استاد نے کہا کہو لام الف آپ خاموش ہو گئے۔ استاد نے دوبارہ کہا کہو میاں لام الف۔ آپ نے فرمایا یہ دونوں تو پڑھ چکے ہیں دوبارہ کیا؟

اس وقت آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خاں (م ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۶ء) نے فرمایا بیٹا! استاد کا کہا مانو جو کہتے ہیں پڑھو۔ آپ نے جد امجد کے حکم کی تعمیل فرمائی مگر ان کے چہرے کو تجسس کی نظر سے دیکھا۔

جد امجد نے کہا بیٹا تمہارا خیال درست اور سمجھنا بجا ہے کہ یہ حرف مفردہ کا بیان ہے اس میں ایک الف مکرر کیسے آیا۔ مگر بات یہ ہے کہ شروع میں جس کو تم نے الف پڑھا ہے وہ حقیقۃً ہمزہ ہے اور الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور ساکن کے ساتھ ابتدا ناممکن ہے اس لئے ایک لام اول لاکر اس کا تلفظ مقصود ہے۔

تو پھر آپ نے فرمایا کوئی ایک حرف ملا دینا کافی تھا اتنے دور کے بعد لام کی کیا خصوصیت

---

[1] تذکرہ رضا۔ مولانا محمد احمد مصباحی مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۹

marfat.com

حضرت جد امجد نے فرمایا۔ کہ لام اور الف میں صورت و سیرت میں مناسبت خاص ہے ظاہر دیکھنے میں بھی دونوں صورت ایک سی ہوتی ہے اور سیرتاً اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام ہے یعنی یہ اس کے بیچ میں ہے اور وہ اس کے بیچ میں ے

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری ۱؎

چار سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید ناظرہ ختم کرلیا تھا۔ ۲؎

اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں:

" میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے ایک دو مرتبہ میں دیکھ کر کتاب بند کر دیتا تھا۔ جب سنتے تو حرف بہ حرف لفظ بہ لفظ سنا دیتا۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے۔ احمد میاں یہ تو کہو تم آدمی ہو یا جن کہ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی" ۳؎

فاضل بریلوی نے ابتدائی عربی کی کتابیں مرزا غلام قادر بیگ سے پڑھیں۔ دینیات کی تکمیل اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں صاحب (متولد ۱۲۴۶ھ متوفی ۱۲۹۷ھ) سے فرمائی حضرت مولانا عبدالعلی رام پوری سے چند اوراق شرح چغمینی کے پڑھے ۴؎

اپنی فراغت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" وذالک المنتصف شعبان سنہ ۱۲۸۶ھ الف ومائتین وست وثمانین وانا اذ ذاک ابن ثلثۃ عشر عاما وعشرۃ اشھر وخمسۃ ایام

۱؎ نقیہ اسلام۔ مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں، اسلامک پبلیکیشن سنٹر پٹنہ ص ۱۴۱/۱۴۲

۲؎ امام احمد رضا نمبر (ماہنامہ قاری دہلی) ص ۳۳۱

۳؎ حیات مولانا احمد رضا خاں۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ ادارہ تحقیقات بمبئی ص ۹۳/۹۴

۴؎ نقیہ اسلام۔ مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں۔ اسلامک پبلیکیشن سنٹر پٹنہ ص ۱۴۱

marfat.com

وفی ھذا التاریخ فرضت علی الصلوۃ وتوجھت الی الاحکام۔

وسط شعبان ۱۲۸۶ھ ۱۸۶۹ء میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی ۔ اس وقت میں تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کا ایک نوعمر لڑکا تھا اور اسی تاریخ کو مجھ پر نماز فرض ہوئی اور شرعی احکام میری طرف متوجہ ہوئے ۔[1]

علوم متداولہ سے فارغ ہونے کے فوراً بعد والد گرامی مفتی نقی علی خاں نے افتاء کی ذمہ داریاں سپرد کردیں اس چھوٹی سی عمر میں آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا۔

ایک بار ایک سائل نے آپ سے سوال کیا کہ بچے کی ناک میں دودھ چڑھ کر حلق میں اتر جائے تو رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں ؟

آپ نے جواب دیا ۔ منہ یا ناک سے عورت کا دودھ بچے کے جوف میں پہنچے گا حرمت رضاعت لائے گا۔" اور فرمایا یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ ۱۸۶۹ء میں اس فقیر نے لکھا اور اسی چودہ شعبان میں منصب افتاء عطا ہوا اور اسی تاریخ سے بحمداللہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی اور ولادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمبت بکرمی تو منصب افتاء ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ برس ۱۰ مہینے ۴ دن کی تھی جب سے اب تک برابر یہی خدمت دین جاری ہے ۔[2]

فاضل بریلوی کو جن علوم وفنون پر ہمہ گیر دسترس اور مہارت تامہ حاصل تھی اس کا انکشاف خود فاضل بریلوی نے اپنے رسالہ "الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیہ" میں کیا ہے ۔ فاضل بریلوی نے اس کی تفصیل اس طرح پیش کی ہے ۔

(۱) علم قرآن (۲) علم حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ حنفی (۵) کتب فقہ جملہ مذاہب (۶) اصول فقہ (۷) جدل مہذب (۸) علم تفسیر (۹) علم العقائد والکلام

---

[1] تذکرہ مشائخ قادریہ ۔ مولانا عبد المجتبیٰ ۔ اکیڈمی مشائخ قادریہ رضویہ بنارس صـ ۲۹۴ ۲۹۵

[2] صـ ۳۹۵

marfat.com

(۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان (۱۴) علم بدیع (۱۵) علم منطق (۱۶) علم مناظرہ
(۱۷) علم فلسفہ (۱۸) علم تکسیر (۱۹) علم ہیئت (۲۰) علم حساب (۲۱) علم ہندسہ

مندرجہ بالا اکیس علوم کے لئے مولانا بریلوی لکھتے ہیں کہ :

یہ اکیس علوم ہیں جنہیں میں نے اپنے والد قدس سرہ الماجد سے حاصل کیا۔ ان علوم و فنون کے بعد مندرجہ ذیل علوم کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) قرأت (۲) تجوید (۳) تصوف (۴) سلوک (۵) اخلاق (۶) اسماء الرجال
(۷) سیر (۸) تاریخ (۹) لغت (۱۰) ادب معہ جملہ فنون

ان دس علوم کے بارے میں لکھا ہے کہ میں نے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا۔ پر نقاد علماء کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے

(۱) ارثماطیقی (۲) جبر و مقابلہ (۳) حساب ستینی (۴) لوغارثمات (۵) علم التوقیت
(۶) مناظر و مرایا (۷) علم الاکر (۸) زیجات (۹) مثلث کروی (۱۰) مثلث مسطح
(۱۱) ہیئات جدیدہ (۱۲) مربعات (۱۳) جفر (۱۴) زائرچہ

اور آخر میں مندرجہ ذیل علوم و فنون کا ذکر کیا ہے۔

(۱) نظم عربی (۲) نظم فارسی (۳) نظم ہندی (۴) نثر عربی (۵) نثر فارسی (۶) نثر ہندی
(۷) خط نسخ (۸) خط نستعلیق (۹) تلاوت مع تجوید (۱۰) علم فرائض

مندرجہ بالا ۵۵ علوم و فنون کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اللہ کی پناہ میں نے یہ باتیں فخر اور خواہ مخواہ کی خودستائی کے طور پر بیان نہیں کیں بلکہ منعم کریم کی عطا فرمودہ نعمتوں کا ذکر کیا ہے"۔ ؎۱

مگر فاضل بریلوی کے مندرجہ بالا علوم و فنون کی تفسیر و تفصیل پیش کرتے ہوئے اقبال احمد قادری اپنے تحقیقی مقالہ "امام العلوم، امام احمد رضا خاں" میں لکھتے ہیں:

؎۱ حیات امام اہلسنت، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۴۳

marfat.com

۔آپ کو علوم درسیہ کے علاوہ علوم جدیدہ و قدیمہ پر بھی مکمل دسترس و عبور حاصل تھا
حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان میں بعض علوم ایسے ہیں جن میں کسی استاد کی رہنمائی حاصل کئے
بغیر اپنی خداداد صلاحیت و ذہانت سے کمال حاصل کیا۔ ایسے تمام علوم و فنون پر امام احمد رضا
محدث بریلوی کو مکمل عبور حاصل تھا۔ جدید تحقیق کے مطابق ان کی تعداد تقریباً اکہتر (۷۱)
ہے ان میں کئی فنون تو ایسے ہیں کہ دور جدید کے بڑے بڑے محققین اور ماہرین علوم و فنون
ان کے ناموں سے بھی آگاہ نہ ہوں گے۔

(۱) علم القرآن (۲) علم حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ حنفی (۵) کتب جملہ
فقہ مذاہب (۶) اصول فقہ (۷) جدل مہذب (۸) علم تفسیر (۹) علم العقائد والکلام
(۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان (۱۴) علم بدیع (۱۵) علم منطق
(۱۶) علم مناظرہ (۱۷) علم فلسفہ (۱۸) علم تکسیر (۱۹) علم ہیئت (۲۰) علم الحساب
(۲۱) علم ہندسہ (۲۲) قرأت (۲۳) تجوید (۲۴) تصوف (۲۵) سلوک (۲۶) اخلاق
(۲۷) اسماء الرجال (۲۸) سیر (۲۹) تواریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب مع جملہ فنون
(۳۲) ارثماطیقی (۳۳) جبر و مقابلہ (۳۴) حساب سینی (۳۵) لوغارثمات (۳۶) علم
توقیت (۳۷) مناظر و مرایا (۳۸) علم الاکسیر (۳۹) زیجات (۴۰) مثلث مسطح (۴۱) علم
مثلث کروی (۴۲) ہیئت جدیدہ (۴۳) مربعات (۴۴) جفر (۴۵) زائرچہ (۴۶) نظم عربی
(۴۷) نظم فارسی (۴۸) نظم ہندی (۴۹) نثر عربی (۵۰) نثر فارسی (۵۱) نثر ہندی
(۵۲) خط نسخ (۵۳) خط نستعلیق (۵۴) تلاوت مع تجوید (۵۵) علم الفرائض (۵۶) علم
طبیعیات (۵۷) علم صوتیات (۵۸) علم نور (۵۹) علم کیمیا (۶۰) علم طب (۶۱) علم الادویہ
(۶۲) علم معاشیات Economics
(۶۳) علم اقتصادیات۔ --- Finance
(۶۴) علم تجارت Commerce (۶۵) علم شماریات (۶۶) علم ارضیات
Geology- (۶۷) علم جغرافیہ Geogrphy (۶۸) علم سیاسیات Political Science.

marfat.com

علم بین الاقوامی International Relation (۶۹) معدنیات (۷۰) علم اخلاقیات Ethics ۱؎

فاضل مقالہ نگار کی توثیق و تصدیق پروفیسر مجید اللہ قادری کی تحقیق اور ڈاکٹر مسعود احمد کے مندرجہ ذیل تبصرہ سے بھی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر مسعود احمد پروفیسر مجید اللہ قادری کی کتاب "قرآن، سائنس اور امام احمد رضا" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"پروفیسر مجید اللہ قادری صاحب نے مطالعہ کر کے قدم آگے بڑھایا ہے اور نئی معلومات کا اضافہ کیا ہے۔ مثلاً اب تک یہی معلوم تھا کہ امام احمد رضا ۵۵ علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے اور بعض معاندین کو اس تعداد میں بھی کلام تھا۔ مگر علوم و فنون میں جدید انقلابات کو سامنے رکھتے ہوئے پروفیسر صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا ستر ۷۰ علوم و فنون سے بھی زیادہ علوم و فنون پر عبور رکھتے تھے۔

تقریباً پانچ سو برس پہلے عہد اکبری میں ہندوستان میں شاہ وجیہ الدین گجراتی ایک جلیل القدر عالم و عارف گذرے ہیں تاریخ میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ۶۴ علوم و فنون پر عبور رکھتے تھے۔ مگر پروفیسر مجید اللہ قادری کی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ امام احمد رضا ان پر بھی سبقت لے گئے" ۲؎

مگر سید ریاست علی قادری نے اپنے مقالہ "امام احمد رضا کی جدید علوم و فنون پر دسترس" میں فاضل بریلوی کے علوم و فنون پر دسترس و مہارت کے سلسلے میں جدید تحقیق و مطالعہ کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ فاضل بریلوی کو ۵۰/ ۵۵/ ۷۰/ ۷۱ کے بجائے ۱۰۵ علوم و فنون پر دسترس و مہارت تامہ و کاملہ حاصل تھی وہ لکھتے ہیں کہ:

" امام احمد رضا نے ایک ہزار کے لگ بھگ کتب و رسائل تصنیف کئے، جن میں

۱؎ ماہنامہ سنی دنیا بریلی اگست ۱۹۹۲ء صفحہ ۳۳/۳۲

۲؎ قرآن، سائنس اور امام احمد رضا، پروفیسر مجید اللہ قادری، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی صفحہ ۴

marfat.com

۱۰۵ سے زائد علوم و فنون کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ فقہ کی سیکڑوں کتابوں پر حواشی لکھے۔ جو ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ کثرت تصانیف اور متنوع علوم پر انہیں جو فوقیت حاصل تھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب امام احمد رضا کی ایک ہزار تصانیف کو Biographical: Encyclopoclia of Imam Ahmed Raza- کے نام سے منظر عام پر لانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ جس پر انہوں نے کام شروع کر دیا ہے۔ اب تک کی تحقیق کے مطابق وہ ۴۸۰ کتابوں کے نام، سن طباعت، موضوع اور ناشران غرض کہ جملہ کوائف جمع کر چکے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ان کی اس علمی و تحقیقی کاوش کو۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، شائع کرنے کی سعادت حاصل کرے گا۔ راقم الحروف بھی "کنز العلم" کے نام سے ایک کتاب شائع کرنا چاہتا ہے۔ جس میں ۱۰۵ علوم و فنون پر تبصرہ و تعارف پیش کیا جائے گا جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) علم القرآن (۲) قرأت (۳) تجوید (۴) تفسیر (۵) علم حدیث (۶) تخریج (۷) فقہ (۸) علم الکلام (۹) علم العقائد (۱۰) علم البیان (۱۱) علم المعانی (۱۲) علم المناظرہ (۱۳) فتویٰ نویسی (۱۴) سیرت نگاری (۱۵) فلسفہ (۱۶) منطق (۱۷) تنقیدات (۱۸) فضائل و مناقب (۱۹) ادب و انشاء پردازی (۲۰) شاعری (۲۱) نثر نگاری (۲۲) حاشیہ نگاری (۲۳) اسماء الرجال (۲۴) علم الاخلاق (۲۵) روحانیت (۲۶) تصوف (۲۷) سلوک (۲۸) تاریخ و سیر (۲۹) جدول (۳۰) صرف و نحو (۳۱) بدیع (۳۲) علم الانساب (۳۳) علم الفرائض (۳۴) رؔدات (۳۵) پند و نصائح (۳۶) مکتوبات (۳۷) ملفوظات (۳۸) خطبات (۳۹) جغرافیہ (۴۰) تجارت (۴۱) شماریات (۴۲) صوتیات (۴۳) مالیات (۴۴) اقتصادیات (۴۵) معاشرت (۴۶) طبیعیات (۴۷) معاشیات (۴۸) ہیئت (۴۹) کیمیا (۵۰) معدنیات (۵۱) فلکیات (۵۲) نجوم (۵۳) جفر (۵۴) ارضیات (۵۵) تعلیم و تعلم (۵۶) علم الحساب (۵۷) زیجات (۵۸) زائرچہ و زائچہ (۵۹) نقوش و تعویذات

marfat.com

(٦٠) طب (٦١) ادویات (٦٢) لسانیات (٦٣) رسم الخط (٦٤) جرح وتعدیل (٦٥) درود واذکار (٦٦) ایمانیات (٦٧) تکسیر (٦٨) توقیت (٦٩) اوفاق (٧٠) علم ریاضی (٧١) بنکاری (٧٢) زراعت (٧٣) تاریخ گوئی (٧٤) سیاسیات (٧٥) علم الاوقات (٧٦) ردموسیقی (٧٧) قانون (٧٨) تشریحات (٧٩) تحقیقات (٨٠) علم الادیان (٨١) ماحولیات (٨٢) علم الایام (٨٣) تعبیر (٨٤) عروض وقوافی (٨٥) علم البر والبحر (٨٦) علم الاوزان (٨٧) حکمت (٨٨) نقد ونظر (٨٩) تعلیقات وتصحیح (٩٠) موسمیات (٩١) شہریات (٩٢) علم المناظر (٩٣) نفسیات (٩٤) صحافت (٩٥) علم الاصوات (٩٦) عملیات (٩٧) مابعد الطبیعیات (٩٨) علم النجوم (٩٩) علم الاحکام (١٠٠) عمرانیات (١٠١) عمل رمل (١٠٢) لغت (١٠٣) استعارات (١٠٤) حیاتیات (١٠٥) نباتات اور بے شمار دوسرے علوم ۔[1]

ممکن ہے کہ بعض اہل نقد ونظر کو فاضل مقالہ نگار کی مذکورہ تحقیق مبالغہ آمیز یا اعتقادی معلوم ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ فاضل مقالہ نگار کی تحقیق میں ذرا بھی مبالغہ یا اعتقادی عنصر کا دخل نہیں اس لئے کہ اگر فاضل بریلوی کے تبحر علمی اور علوم پر ان کی مہارت ودسترس کے بارے میں تحقیق و تفحص سے کام لیا جائے تو مذکورہ تعداد میں اور اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ فاضل بریلوی کی علوم پر دسترس وگرفت کا موضوع خود اتنا وسیع ہے جو مستقل طور سے تحقیق طلب ہے۔

۱۲۰۹ھ/۱۷۹۴ء پر یہار پور مضافات کوٹ اڈو مظفر گڑھ میں ایک جید عالم دین عبد العزیز پر یہار پوری گذرے ہیں جنہوں نے فن عقائد کی مشہور کتاب "شرح عقائد" کی شرح "نبراس" لکھی ہے وہ اپنے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ۔

"مجھے اللہ تعالیٰ نے دو سو ستر (۲۷۰) علوم میں مہارت کاملہ عطا فرمائی ہے جبکہ کسی طور پر اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہوا یہ سب کچھ عطائے ربانی ہے"۔[2]

---

[1] معارف رضا ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۲۳/۲۲۵

[2] تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان، عبد الحکیم شرف قادری، مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۲۳

marfat.com

جس طرح علامہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا کہ یہ سب کچھ عطائے ربانی ہے جبکہ کسی طور سے اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں۔ یوں ہی فاضل بریلوی سے علم ریاضی کے ایک سوال کا تسلی بخش جواب پا کر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے حیرت میں ڈوب کر سوال کیا تھا کہ مولانا یہ تو فرمایئے آپ کا اس فن میں استاذ کون ہے۔؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرا اس فن میں کوئی استاذ نہیں میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے صرف چار قاعدے۔ جمع، تفریق، ضرب اور تقسیم محض اس لئے سیکھے تھے کہ ترکے کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چغمینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو۔ مصطفیٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں۔ یہ سب سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم ہے۔" ؎۱

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ الْمُعْطِیْ بیشک اللہ تعالیٰ مجھے عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت فاضل بریلوی کو ۱۰۵ علوم و فنون یا اس سے زائد علوم و فنون سے نواز دیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اسی حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں: ؎

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں ؎۲

؎۱ معارف رضا شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۱۸

؎۲ الاستمداد۔ مولانا احمد رضا بریلوی، قادری بکڈپو بریلی ص ۳۲

marfat.com

(ج)

مخصوص احباب

نعت گوئی کی ابتدار

اور

اس سے خصوصی شغف

marfat.com

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے احباب کی ایک طویل فہرست ہے جن میں ۱۲۱ احباب کے ناموں کی فہرست پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنی کتاب "حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی" میں تحریر کی ہے فاضل بریلوی کے احباب کا دائرہ اور ان کی تعداد صرف اتنی ہی نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے مگر چونکہ ہمارے اس مقالے میں صرف مخصوص احباب کا ذکر مقصود ہے اس لئے تفصیل سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف مخصوص احباب کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا وصی احمد ابن مولانا محمد طیب علیہما الرحمہ کے آباء و اجداد مدینہ منورہ سے شہر سورت تشریف لائے۔

رسم بسم اللہ خوانی جد مکرم نے ادا فرمائی اور علوم عقلیہ کی تحصیل کے لئے والد ماجد کی خدمت میں زانوئے ادب تہ فرمایا مگر قدرت کی مشیت ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں آپ کی جائداد وغیرہ لوٹ لی گئی اور گھر پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا۔ تب عراق چلے گئے اور مکہ مکرمہ وغیرہ ہوتے ہوئے تین سال بعد پھر ہندوستان تشریف لائے اور دہلی مدرسہ حسین بخش، مولانا لطف اللہ علی گڑھی مولانا احمد علی صاحب وغیرہ کی خدمت میں حاضر ہوکر سند و اجازت حاصل کی مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہے۔

۱۸۶۰ء میں پیلی بھیت گئے اور وہاں تا زندگی درس حدیث دیتے رہے آپ کے درس حدیث کی دور دور تک شہرت پہنچی ہوئی تھی۔ اسی لئے جب تلامذہ کی فہرست پر نظر ڈالی جاتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ پورا ہند و پاک آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور علم و معرفت کے نور سے اپنے قلوب

marfat.com

اور زندگی منور کرتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے آپ کا اچھا خاصہ ربط تھا ۸ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ کو آپ کا انتقال ہوا اور پیلی بھیت میں مدفون ہوئے [1]

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

"مولانا وصی احمد المحدث السورتی من خلص اصدقائہ مع ان المحدث السورتی اکبر منہ بنحو عشرین سنۃ"

"مولانا وصی احمد محدث سورتی (فاضل بریلوی) کے مخلص دوستوں میں تھے باوجودیکہ وہ عمر میں فاضل بریلوی سے بیس سال بڑے تھے

مولانا عبد القادر بدایونی علیہ الرحمۃ

مولانا عبد القادر بدایونی ابن سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ، ۱۷ رجب المرجب ۱۲۵۳ھ میں بدایوں میں متولد ہوئے۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں۔

"الشاہ عبد القادر البدایونی نجل العالم الکبیر الشاہ فضل رسول البدایونی (المتوفی فی عام ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء) وتلمیذ العلامہ فضل حق الخیرآبادی (المتوفی ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) کان استاذہ العلامہ فضل حق یفتخر بہ ویفضلہ علی ای الفضل والفیض فی الذکاء والفطنۃ وسرعۃ الفہم کان الشیخ احمد رضا یحبہ ویوقرہ ویشاورہ فی المسائل العلمیۃ ببدایوں ایاما بہذا الخصوص فرض قصیدتہ الملحیۃ

---

[1] تذکرہ رضا - محمد احمد مصباحی حق اکیڈمی مبارکپور اعظم گڑھ ص ۳۷/۳۸

[2] الشیخ احمد رضا خان البریلوی - الدکتور محمد مسعود احمد جامعہ نظامیہ لاہور ص ۲۹

marfat.com

"چراغ انس"

۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء فی فضائلہ و مناقبہ و اضافات الی کتاب والدہٖ مولانا فضل رسول البدایونی المسمّٰی بالمعتقد المنتقد (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) تعلیقات ھامہ تسمّٰی بالمعتمد المستند بناء نجاۃ الابد (۱۳۲۰ھ ۱۹۰۲ء) وصدر الکتاب مع التعلیقات مرارا و اخیرا من استنبول بترکیہ قد نظم الفاضل البریلوی قصائد مدحیہ بعنوان مداح فضل رسول فی فضائلہ و مناقبہ [1]

شاہ عبدالقادر بدایونی ایک جید اور بزرگ عالم فضل رسول بدایونی (متوفی ۱۲۷۹ھ/ ۱۸۶۲ء) کے فرزند ہیں اور علامہ فضل حق خیر آبادی (متوفی ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء) کے شاگردان کے استاذ علامہ فضل حق خیر آبادی کو (مولانا عبدالقادر بدایونی) پر بڑا فخر تھا اور وہ ذہانت و ذکاوت اور سرعت فہم میں (مولانا عبدالقادر بدایونی) کو ابوالفضل فیضی پر فضیلت و برتری دیتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی ان سے غایت درجہ محبت کرتے تھے ان کی تعظیم بھی کرتے تھے اور مسائل علمیہ میں ان سے مشورہ لیتے تھے۔ مولانا عبدالقادر بدایونی ان تمام خصوصیات کے ساتھ ایک زمانہ تک بدایوں میں قائم رہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی نے ان کے فضائل و مناقب میں "چراغ انس" ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء کے نام سے ایک مدحیہ قصیدہ تحریر فرمایا۔ اور ان کے والد مولانا فضل رسول بدایونی کی کتاب المعتقد المنتقد (۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۳ء) پر تعلیقات لکھی جس کا نام المعتمد المستند بنار نجاۃ الابد (۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء) ہے اور یہ کتاب مع تعلیقات متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔ مکتبہ استنبول ترکی سے بھی شائع ہو چکی ہے فاضل بریلوی کے فضائل و مناقب میں ایک

---

[1] الشیخ احمد رضا خاں البریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ کراچی صفحہ ۵۲

marfat.com

مدحیہ قصیدہ بھی مداح فضل رسول کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔

تصنیفات

(۱) احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام (عربی)
(۲) سیف الاسلام المسلول (فارسی)
(۳) حقیقۃ الشفاعۃ علی اہل السنۃ والجماعۃ
(۴) شفاء السائل بتحقیق المسائل
(۵) دیوان عربی در نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
(۶) ہدایۃ الاسلام
(۷) تاریخ بدایوں
(۸) دیوان عربی
(۹) دیوانِ فارسی
(۱۰) دیوان اردو ؎۱

حضرت مولانا عبدالسلام صاحب جبلپوری علیہ الرحمۃ

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے تین سال کی عمر میں آپ اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبدالکریم قادری قدس سرہ کے ساتھ حیدر آباد دکن سے جبلپور تشریف لائے۔ چودہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور تمام ظاہری و معنوی علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی۔ ؎۲

؎۱ تقیہ اسلام ص ۲۱۸
؎۲ نفقیہ اسلام ص ۲۳۱

marfat.com

مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور مولانا عبدالسلام جبلپوری کے باہمی تعلقات و مراسم پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا عبدالسلام جبلپوری کے صاحبزادے مفتی برہان الحق جبلپوری لکھتے ہیں۔

"اعلیٰ حضرت والد ماجد پر بہت کرم فرماتے اور ان کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹ مارچ 1919ء کو مدرسہ برہانیہ میں جلسۂ دستار فضیلت ہوا اس میں امام احمد رضا نے تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر ایک عجیب شاہکار تھی۔ ہر فرد محوِ سماعت تھا اور اکثر کے آنسو جاری تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمتِ شان و رفعت مکان اور محبت و فنائیت کا جو بیان فرمایا وہ آپ ہی کا حق تھا۔ دورانِ تقریر حضرت والد ماجد کے متعلق کچھ قیمتی ارشادات اور بہترین کلمات خیر ارشاد فرمانے کے بعد نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا ـــ اے جبلپور کے مسلمانو! مولانا عبدالسلام کی ذات ستودہ صرف تمہارے لئے ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کے لئے عبدالاسلام ہے۔ اور میں آج سے مولانا عبدالسلام کے القاب میں خطاب عبدالاسلام کا اضافہ کرتا ہوں۔ آئندہ آپ کے اسم گرامی کے ساتھ عبدالاسلام بولا اور لکھا جائے۔" ۱؎

اور آگے چل کر لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت کو والد ماجد سے خصوصی تعلق تھا اس خصوصی تعلق کا ہر خوشی و غمی کے موقع پر اظہار ملتا ہے ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء میں چچا بشیر الدین کا انتقال ہوا۔ ۱۳۲۹ھ / 1911ء میں والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا اور ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء میں بھائی محمود اشرف کا انتقال ہوا۔ ان سب مواقع پر امام احمد رضا نے دلداری و غمخواری کی اور تعزیت نامے ارسال کئے۔" ۲؎

۱؎ اکرام امام احمد رضا۔ مفتی محمد برہان الحق، مجلس العلماء مظفر پور ص ۳۴/۳۵

۲؎ " " " " " " ص ۳۵

marfat.com

فاضل بریلوی نے مولانا عبدالسلام جبلپوری کو ایک منظوم خط تحریر کیا تھا جس میں مولانا عبدالسلام جبلپوری کی بڑی پذیرائی کی ہے جس سے دونوں حضرات کے باہمی خلوص و محبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لکھتے ہیں۔

لک الحمد یا من غنی و کفیٰ ‌‌‌ صلوتک دوما علی المصطفیٰ
و آل و اصحاب و اتباعہم ‌‌‌ و غوث الوریٰ و اشیاعہم
سپس بہر عبدالسلام ایں سپاس ‌‌‌ کہ از شکر خالق بود شکر ناس
وطن گرچہ آرام را درخوراست ‌‌‌ جبلپور مارا از و خوشتراست
نہ از خود شد او فرحت افزا مقام ‌‌‌ کہ از عیدالاسلام عبدالسلام
تو لائے اصحاب آں محترم ‌‌‌ براِنگیختہ از وطن خاطرم
سلامت بود شاہ عبدالسلام ‌‌‌ بحق محمد علیہ السلام
الٰہی نگہدار برہانِ حق ‌‌‌ بود دائما از وے اعلانِ حق
برائے تو و نسل تو دائما ‌‌‌ بود از احد لطف احمد رضا
توئی حافظ حق و عبد شکور ‌‌‌ از انت بود فضل حق را ظہور
ہمیشہ بود کار تاں را انتظام ‌‌‌ محمد بود غوث تاں بالدوام
بود حی و قیوم معنی و دود ‌‌‌ بسے جملہ تاں حافظ از ہر عنود
توئی زاہد و زاہداں را عطاست ‌‌‌ ز درگاہ رب و زا احمد رضاست

خوش آناں کہ از نام غوث بلند
سزا دار حمد و رضا گشتہ اند ؎۱

۳ ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء کو مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے مولانا عبدالسلام جبلپوری کو اپنے ہاتھوں سے عربی زبان میں لکھ کر مختلف سلاسل میں بیعت و اجازت و خلافت کی

؎۱ اکرام امام احمد رضا ۔ مفتی محمد برہان الحق ۔ مجلس العلماء منظر پور ص ۹۸/۹۹

marfat.com

سند عطا فرمائی۔

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ / مطابق ۱۳ فروری ۱۹۵۳ء میں آپ کا وصال ہوا اپنے والد ماجد کے پہلو میں عیدگاہ جبلپور میں دفن ہوئے۔

مولانا سیّد احمد اشرف جیلانی قدس سرہٗ

سید احمد اشرف جیلانی کچھوچھوی، سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی کے فرزند ارجمند تھے آپ کے والد سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی کے بارے میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

"الشاہ علی حسین کشوشوی کان عالماً جلیلاً وزار الدول الاسلامیۃ وبایع علی یدیہ مئات من المشائخ والعلماء واعتنق الاسلام الاف من الکفرۃ والمشرکین بدعوتہ کان الشیخ احمد رضا یحبہ حباً جماً"[1]

آپ کا تاریخی نام ابوالمحمود سید شاہ احمد اشرف ہے ۴ شوال ۱۲۸۶ھ میں جمعہ کے دن کچھوچھہ شریف میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کچھوچھہ میں پائی مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے علوم مروجہ میں کمال حاصل کیا۔ آپ نے کسی بھی ادارہ سے دستار بندی نہیں کرائی اس لئے کہ ایک بار خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور حضور ہی نے اپنے مقدس ہاتھوں اور نورانی انگلیوں سے آپ کے سر پر دستار باندھی جس کے بعد آپ نے کسی مدرسے میں دستار بندی کرانے سے انکار کر دیا۔[2] مولانا احمد رضا بریلوی آپ سے غایت درجہ محبت فرماتے تھے اور تعظیم و تکریم

۱؎ الشیخ امام احمد رضا خاں البریلوی۔ الدکتور محمد مسعود احمد جامعہ نظامیہ لاہور ص ۲۸

۲؎ الاستمداد۔ امام احمد رضا خاں بریلوی۔ قادری بکڈپو بریلی ص ۹۳

marfat.com

بھی. والد ماجد کی حیات ہی میں ۱۳۳۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ

نام محمد نعیم الدین لقب صدر الافاضل اور استاذ العلماء ہے۔ تاریخی نام غلام مصطفےٰ ۲۱ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء بروز دوشنبہ شہر مراد آباد میں پیدا ہوئے والد ماجد اور مورث اعلیٰ مولانا معین الدین نزہت ابن مولانا امین الدین راسخ ابن مولانا کریم الدین آرزو اپنے زمانے کے مشاہیر علماء و شعراء میں شمار کئے جاتے تھے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت والد گرامی مولانا معین الدین نزہت سے حاصل کی آٹھ سال کی عمر میں حافظ سید نبی حسین اور حافظ حفیظ اللہ خاں کے پاس قرآن پاک حفظ کیا۔[1]

مولانا ابو الفضل فضل احمد سے عربی اور طب کی تعلیم حاصل کی۔ منطق کی مشہور کتاب ملاحسن بھی انہیں سے پڑھی۔ اس کے بعد مولانا گل محمد صاحب کے پاس حاضر ہو کر بقیہ درس نظامی کی کتابیں اور حدیث، منطق، فلسفہ، اقلیدس وغیرہ کی تکمیل کی۔ بیس سال کی عمر میں ۱۳۲۰ھ/ مطابق ۱۹۰۲ء دار العلوم امدادیہ سے سند فضیلت حاصل کی سلسلہ قادریہ میں اپنے استاذ مولانا گل محمد سے بیعت ہوئے۔

مولانا نعیم الدین مراد آبادی اپنے زمانے کے یکتائے روزگار مناظر بھی تھے مناظرہ میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ آریوں، ہندوؤں اور عیسائیوں سے کئی ایک مناظرے کئے جس میں آپ کو فتح و کامیابی حاصل ہوئی اور مخالفین کو شکست فاش، مخالفین خائب و خاسر ہو کر اسلام کی حقانیت کے معترف ہو گئے۔

---

[1] معارف رضا شمارہ ہشتم ۱۹۸۸ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۹۹

marfat.com

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ:

"مراد آباد بازار چوک میں آریہ مبلغ روزانہ شام کو اسلام کے خلاف تقریریں کرتے تھے حضرت مسجد قلعہ سے جمعہ پڑھا کر واپس آ رہے تھے۔ ملاحظہ فرمایا کہ آریہ اعتراض کر رہا ہے اور شاہی مسجد کے مدرسے کے ایک مدرس مولوی قدرت اللہ کچھ جواب دے رہے ہیں اور جب مکمل جواب نہ دے سکے تو وہاں سے فرار ہو گئے اور آریہ نے تالی بجائی کہ مولوی صاحب عاجز ہو کر بھاگ گئے میرے اعتراض کا جواب نہ دے سکے حضرت نے فرمایا پنڈت جی! آپ کا کیا اعتراض ہے؟ بیان کیجئے میں جواب دیتا ہوں۔ اس نے بڑی تعلی سے کہا کہ آپ کے مولوی صاحب جواب نہ دے سکے آپ کیا جواب دیں گے۔

حضرت نے فرمایا، آپ اعتراض تو کیجیے پھر دیکھئے کہ تسلی بخش جواب آپ کو ملتا ہے یا نہیں اس نے کہا، آپ کے پیغمبر نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے نکاح کر لیا۔

حضرت نے فرمایا کہ زید حضرت کے بیٹے نہ تھے متبنیٰ تھے جسے اردو میں لے پالک کہتے ہیں۔ حضور نے کرم سے انہیں اپنا بیٹا بنالیا تھا۔ شریعت اسلامیہ میں منہ بولا بیٹا ہوتا ہے نہ وہ ورثہ پاتا ہے اور اگر وہ مر جائے تو اس کا ورثہ بیٹا کہنے والے کو ملے۔

آریہ کہنے لگا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا ہو جاتا ہے اور ورثہ وغیرہ کے تمام احکام ہندو دھرم میں اسے ملتے ہیں۔

حضرت نے دلائل عقلیہ سے اسے ثابت فرمایا کہ کسی کو بیٹا کہنے سے حقیقت نہیں بدلتی۔ حقیقت میں جس کے نطفے سے وہ پیدا ہے اسی کا بیٹا ہوتا ہے صرف زبان سے بیٹا کہنا اس کی حقیقت کو نہیں بدلتا ایسے عمدہ پیرائے سے بیان فرمایا کہ سارا مجمع اس سے متاثر ہوا مگر وہ پنڈت ضد سے کہنے لگا کہ میں نہیں مانتا۔ سارا مجمع اس سے کہتا ہے کہ عقل کی روشنی میں دیکھ مگر وہ کہتا ہے کہ میں نہیں مانتا۔

حضرت نے کہا کہ اچھا میں ابھی تجھے منوائے دیتا ہوں۔ سنو مجمع والو! میں کہتا ہوں

marfat.com

کہ پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو تین مرتبہ بلند آواز سے فرمایا کہ پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو اب میرے کہنے سے تم میرے منہ بولے بیٹے ہو گئے اور بقول تمہارے منہ بولے بیٹے کے تمام احکام ثابت ہو گئے۔ بیٹے کی بیوی حرام اور بیٹے کی ماں حلال تو تمہاری ماں میرے لئے حلال ہو گئی۔

کہنے لگا آپ گالی دیتے ہیں۔ فرمایا میرا مدعا ثابت جب تو خود اسے گالی تسلیم کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ منہ بولا بیٹا حقیقت میں بیٹا نہیں ہو جاتا۔

یہ سن کر پنڈت مجمع سے چلایا کہ آپ کے مولوی صاحب چلے گئے پیچھے اب میں جاتا ہوں۔[1]

فاضل بریلوی کے تمامی احباب میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی کو فوقیت حاصل ہے مولانا نعیم الدین مراد آبادی فاضل بریلوی سے از حد محبت کرتے تھے حتیٰ کہ فاضل بریلوی سے ملاقات کے لئے ہر ہفتہ مراد آباد سے بریلی تشریف لاتے تھے اور فاضل بریلوی بھی مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اور بڑے ہی خلوص و محبت سے پیش آتے تھے اور اکثر مناظروں میں آپ ہی کو بھیجتے تھے۔ ایک جگہ اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں ؎

میرے نعیم الدین کو نعمت
اس سے بلائیں سماتے یہ ہیں[2]

آپ ایک ماہر سیاست داں بھی تھے آپ کی سیاست کا محور و مرکز اسلامی تعلیمات تھی۔ اپنے عہد کی ہر دینی، ملی، سیاسی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ۱۹۴۵ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ مراد آباد سے ایک دینی مجلہ "سواد اعظم" کا اجرا کیا اور ۱۳۲۸ھ میں مراد آباد ہی میں ایک اسلامی ادارہ اہل سنت و جماعت قائم کیا بعد میں اس ادارہ کا نام بدل کر "جامعہ نعیمیہ" رکھ دیا گیا۔

۱۸/ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ کو ۶۷ سال کی عمر میں انتقال ہوا اور جامعہ نعیمیہ ہی کے ایک گوشے

---

[1] الاستمداد۔ امام احمد رضا قادری۔ قادری بک ڈپو بریلی صفحہ ۹۰

[2] معارف رضا شمارہ ۱۹۸۰ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی صفحہ ۲۰۴/۲۰۳

marfat.com

میں دفن ہوئے۔

تصانیف

(۱) تفسیر خزائن العرفان
(۲) اطیب البیان
(۳) الکلمۃ العلیا ہدایت کاملہ
(۴) التحقیقات
(۵) کتاب العقائد
(۶) سوانح کربلا
(۷) زاد الحرمین
(۸) آداب الاخیار
(۹) کشف الحجاب
(۱۰) اسواط العذاب
(۱۱) الفرائد النور
(۱۲) تحلین غریب نواز ۲؎
(۱۳) ریاض نعیم
(۱۴) احقاق حق
(۱۵) افادات صدر الافاضل
(۱۶) مجموعہ فتاویٰ ۳؎

پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف ابن مولانا حکیم سید محمد عبد اللہ قدس سرہ العزیز ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء کو محلہ میرداد پٹنہ صوبہ بہار میں پیدا ہوئے ۴؎ ابتدائی تعلیم و تربیت والد ماجد اور مولانا حسن استانوی سے حاصل کی ۵؎

۱؎ الاستمداد۔ امام احمد رضا قادری۔ قادری بک ڈپو بریلی ص ۹۲
۲؎ معارف رضا شمارہ ہشتم ۱۹۸۸ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۳۰۸
۳؎ فقیہ اسلام۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں پٹنہ ص ۲۳۸
۴؎ معارف رضا شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۲۶

marfat.com

بقیہ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم مدرسہ حنفیہ جونپور میں استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ رام پوری ثم جونپوری تلمیذ ارشد علامہ فضل حق خیر آبادی سے حاصل کی ان کے علاوہ مولانا یار محمد بندیالوی سے بھی کسب فیض کیا اور عارف باللہ مولانا نور محمد اصدق دہلوی سے بیعت ہوئے ۱۹۰۵ء میں ایم اے او کالج علی گڑھ میں اسلامیات کے استاذ مقرر ہوئے ۱۹۲۱ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اسلامک اسٹڈیز Islamic Studies کے ریڈر مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر اقبال اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد آپ کے علم و فضل کے قدرداں تھے۔[۱] آپ نے ایسی ایسی عظیم اور نابغۂ روزگار اور متبحر شخصیتوں کو جنم دیا جن کے علم و فضل کی بانگ جرس آج بھی سنائی دیتی ہے ۔

بجتا ہے آج علم کا جو ساز دوستو!
یہ بھی اسی جرس کی ہے آواز دوستو

ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی صدر شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صدر شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی، پروفیسر ایم ایم احمد سابق صدر شعبۂ فلسفہ کراچی یونیورسٹی، سید امیر الدین قدوائی، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، قاری محمد انور صمدانی، علامہ شبیر احمد غوری، ڈاکٹر سید معین الحق اور ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری وغیرہ۔[۲]

پروفیسر سید سلیمان اشرف فاضل بریلوی کے بہت قریبی اور مخلص احباب میں تھے فاضل بریلوی نے آپ کو بیعت و خلافت سے بھی نوازا اور آپ کے علمی تبحر کے معترف بھی تھے ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء کے آس پاس جب ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو علم ریاضی کے ایک مسئلہ میں دقت محسوس ہوئی تو انہوں نے اس کے حل کے لئے جرمنی کے سفر کا ارادہ پروفیسر سید سلیمان اشرف صاحب سے ظاہر کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ

---

[۱] معارف رضا شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی صفحہ ۲۶۱
[۲] ” ” ” ” ” ” ” صفحہ ۱۸۳

marfat.com

آپ جرمنی جانے سے پہلے مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے ملاقات کرلیں وہ علم ریاضی میں اچھی دسترس رکھتے ہیں۔ ممکن ہے آپ کی وقت ہیں دور ہو جائے اور انشاء اللہ دور ہو جائیگی اس پر ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے فرمایا کہ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں کہاں کہاں تعلیم حاصل کرکے آیا ہوں مگر نہیں حل کر سکا اور آپ ایسی شخصیت کا نام لیتے ہیں جس نے بیرونی ممالک تو کیا اپنے شہر کے کسی کالج میں بھی تعلیم حاصل نہیں کی۔ بات آئی اور گذر گئی۔ چند دنوں کے بعد جب پھر پروفیسر سید سلیمان اشرف کی ملاقات ڈاکٹر سر ضیاء الدین سے ہوئی تو چہرہ پر پریشانی کے آثار دیکھ کر دوبارہ عرض کیا کہ آخر بریلی جاکر مولانا احمد رضا خاں سے مل لینے میں کیا حرج ہے اگر مسئلہ حل ہو جاتا ہے تو فبہا ورنہ جرمنی ضرور تشریف لے جائیں۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے دماغ میں پروفیسر سید سلیمان اشرف کی بات بیٹھ گئی اور وہ بریلی مولانا احمد رضا خاں کے پاس جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین کی منشا پاکر پروفیسر سید سلیمان اشرف نے فرمایا کہ آپ سفر کی تیاری پوری کرلیں میں بھی آپ کے ہمراہ بریلی چلوں گا۔

الحاصل ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے اس سفر کے متعلق ایک تفصیلی خط لکھ کر پہلے ہی پروفیسر سید سلیمان اشرف نے فاضل بریلوی کو باخبر کردیا اور ایک دن ڈاکٹر سر ضیاء الدین کو ہمراہ لے کر فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فاضل بریلوی نے دونوں حضرات کو خوش آمدید کہا اور تعظیم و تکریم کی اس لئے کہ دونوں حضرات سید تھے اور فاضل بریلوی سیدوں کی از حد تعظیم و تکریم فرمایا کرتے تھے۔

آپ نے سر ضیاء الدین کا تعارف کرایا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنا غیر حل شدہ ریاضی کا وہ مسئلہ بیان کیا۔ فاضل بریلوی نے آناً فاناً ڈاکٹر صاحب کے اس مسئلہ کو حل کردیا ڈاکٹر صاحب حیرت و استعجاب کے عمیق سمندر میں ڈوب گئے اس کے بعد دیر تک علم ریاضی ہی کے چند مسائل پر تبادلہ خیال کیا اور اس کے بعد باہر آگئے۔ باہر آکر پھاٹک میں کرچاپہ

marfat.com

بیٹھ کر ڈاکٹر صاحب نے مولانا سید سلیمان اشرف سے کہا۔ یار! اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی، مذہبی، اسلامی کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر ومقابلہ، توقیت وغیرہا میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل جس ریاضی کے مسئلے کو ہفتوں غور وفکر کے بعد حل نہ کر سکی حضرت نے چند منٹوں میں حل کر کے رکھ دیا۔ صحیح معنوں میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے مگر گوشہ نشین رہا اور نام ونمود سے پاک شخصیت شہرت کی طالب نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ قائم رکھے اور ان کا فیض عام ہو۔ مولانا! میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے میری مشکل حل کر دی اور مجھے زحمت سے بچالیا۔" ۱؎

فاضل بریلوی اور پروفیسر سید سلیمان اشرف کے باہمی محبانہ رابطوں پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر موصوف کے شاگرد رشید ڈاکٹر عابد علی مہتمم دار القرآن پنجاب یونیورسٹی رقمطراز ہیں۔

"مولانا مرحوم (احمد رضا بریلوی) کے بارے میں میرے بالواسطہ تاثرات کا وسیع اور قیمتی حصہ وہ ہے جو مجھے اپنے استاذ محترم مولانا سید سلیمان اشرف کی وساطت سے حاصل ہوا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں مجھے برسوں ان کی مربیانہ حمیت میں رہنے کا شرف حاصل رہا۔ وہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت سے ازحد متاثر تھے اسی دور کی دو اور شخصیتوں کو ساتھ ملا کر سید صاحب فرمایا کرتے تھے۔ ان تینوں ہستیوں کو دیکھ لینا چاہیے پھر ایسے لوگ نہیں ملیں گے استاذ محترم مولانا سید سلیمان اشرف پر حضرت مولانا بریلوی کا اتنا اثر تھا کہ مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کی عظیم شخصیت کا اندازہ دراصل استاذ محترم کی شخصیت ہی سے لگایا۔ مجھے مولانا سلیمان اشرف سے شرف تلمذ کے علاوہ ان کا انتہائی قرب بھی حاصل رہا میں دیکھتا کہ حضرت مولانا بریلوی کا ذکر چھیڑ دیتے اور یوں محسوس ہوتا کہ اکثر انہیں

۱؎ معارف رضا شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی صفحہ ۲۲۴

marfat.com

کے تصور میں مگن رہتے ہیں حتیٰ کہ استاذ محترم کی طبیعت انہیں کے رنگ میں رنگ گئی تھی۔ ؎ ملہ

پروفیسر رشید احمد صدیقی سابق صدر شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اپنی کتاب "گنجہائے گرانمایہ" میں پروفیسر سید سلیمان اشرف کا ذکر خیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"مرحوم میں اپنے استاد ہی کا جبروت و طنطنہ تھا ان کی شفقت میں بھی جبروت کار فرما تھا میں نے مرحوم کو جھجک کر یا ول مول باتیں کرتے کبھی نہ پایا۔"

پروفیسر سید سلیمان اشرف اپنے وقت کے ایک لائق و فائق سیاست داں بھی تھے۔ سیاست میں ان کا موقف فاضل بریلوی کے سیاسی موقف کا حامی اور آئینہ دار تھا۔ اس وقت کا سیاسی ماحول ہماہمی اور سراسیمگی کی نذر تھا۔ سلطنت مغلیہ کا بہت پہلے ہی خاتمہ ہو چکا تھا انگریزی حکومت بھی روبہ زوال تھی اس کے ایوانوں میں بھی زلزلہ رونما ہو چکا تھا۔ ہندوستانی سیاست افق سیاست پر نمودار ہو رہی تھی مگر اس کی پرورش انگریزی حکومت اور ہندو لیڈروں کی فکری آغوش میں ہو رہی تھی جس کی وجہ سے اسلامی سیاست سخت مجروح ہو رہی تھی جس کا اثر اتنا غلط مرتب ہوا کہ اسلامی سیاست پر ایک دبیز چادر پڑ گئی اور اس کی حقیقت کو پردۂ اخفاء نے ڈھانپ لیا۔ جس کی بھنک تک صرف اتقوا فراسۃ المؤمن کے مصداق چند اکابر کی ہی نظر دوررس پہونچ رہی تھی۔ مسلم حلقوں میں افراتفری مچی ہوئی تھی غرضیکہ اس بحرانی سیاسی ماحول یا طوفان میں مسلم عوام و خواص کی اکثریت غوطہ زن تھی۔ مگر چند افراد اس سیاسی بحران سے محفوظ تھے اور قوم مسلم کو سچی سیاسی تصویر دکھا رہے تھے انہیں میں فاضل بریلوی اور ان کے مخلص دوست پروفیسر سید سلیمان اشرف بھی تھے۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی اس دور کی سیاسی منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ کیا جا رہا ہے یہی باتیں ٹھیک

ملہ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ رضا انٹرنیشنل اکیڈمی صادق آباد صث

نقیہ اسلام۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں۔ اسلامک پبلیکیشن سنز پٹنہ ص ۲۶۲

marfat.com

ہیں اس کے علاوہ کوئی بات ٹھیک ہو ہی نہیں سکتی۔ کالج (علی گڑھ) میں عجیب افراتفری تھی (مرحوم سید سلیمان اشرف) معتوب ہو رہے تھے لیکن چہرے پر کوئی اثر نہ تھا اور نہ معمولات میں کوئی فرق۔ سیلاب گذر گیا جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی ہوا لیکن مرحوم نے اس عہد سراسیمگی میں جو کچھ لکھ دیا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت وہی ہے آج تک اس کی سچائی اپنی جگہ قائم ہے۔ سارے علماء سیلاب کی زد میں آچکے تھے صرف مرحوم اپنی جگہ پر قائم تھے[1] (ص ۲۹ گنجہائے گرانمایہ مکتبہ جامعہ نئی دہلی)

پروفیسر سید سلیمان اشرف ایک بہترین استاد، ماہر سیاست داں، جید عالم، خطیب اور بے مثال مناظر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے عظیم فنکارانہ صلاحیت رکھنے والے محقق و مولف بھی تھے بالفاظ دیگر آپ کی شخصیت مجمع الصفات تھی آپ کا انتقال ۵ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ / ۲۵ اپریل ۱۹۳۹ء کو علی گڑھ میں ہوا اور آپ کی تجہیز و تکفین بھی علی گڑھ کے قبرستان میں ہوئی۔

تصانیف

(۱) امتناع النظیر

(۲) الحج

(۳) المبین[2]

(۴) الانہار

(۵) النور

(۶) البلاغ

(۷) الرشاد

(۸) السبیل

(۹) الخطاب[3]

---

[1] معارف رضا شمارہ ہشتم ۱۹۸۸ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۰۵

[2] علامہ اقبال نے بڑی تعریف کی ہے۔ ایک موقع پر مولانا سے علامہ نے فرمایا، آپ نے عربی زبان کے ایسے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے جن کی طرف پہلے کبھی میرا ذہن نہیں منتقل ہوا تھا ص ۱۸۱

[3] معارف رضا شمارہ ششم ۱۹۸۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۸۱

marfat.com

نعت گوئی کی ابتدا اور اس سے خصوصی شغف

بنیادی طور پر نعتیہ شاعری کا محرک عشق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے جب سینہ د دل میں عشق رسول کی آگ سلگتی ہے تو موزوں طبع لوگوں کی زبان و قلم سے نعت رسول وجود میں آتی ہے۔ عشق رسول جس عمق یا پایہ کا ہوگا نعتیں بھی اتنی ہی پر اثر ہوں گی۔

نعت گوئی کی وضاحت و تشریح کرتے ہوئے حضرت شاعر لکھنوی نے اپنے مقالہ "تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی کا منصب" میں لکھتے ہیں:

" نعت گوئی کی دو حیثیتیں ہیں (۱) وہ نعت گوئی جو روایت سے چل کر عقیدے پر ختم ہو جاتی ہے (۲) وہ نعت جو عشق سے چل کر ایمان پر ختم ہو جاتی ہے۔ رضا بریلوی کی نعت دوسری حیثیت سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی لئے ان کی نعت گوئی اپنے معیار کے اعتبار سے ایک انفرادی و امتیازی شان کی مالک نظر آتی ہے۔ نعت کہتے وقت قرآن کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ قرآن سیرت مصطفےٰ کا آئینہ ہے اور اس آئینے کو روبرو رکھنے کے بعد فکر کی رفتار میں کسی لغزش کا امکان ہی نہیں رہتا۔ ان کا یہ مصرعہ ان کی نعتوں کا معیار پرکھنے کے لئے بہت کافی ہے ع

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی "[۱]

حضرت رضا بریلوی کے سینے میں عشق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ان کے حرکات و سکنات اور ہر جز و کل سے عشق مصطفےٰ ہی ٹپکتا تھا جس کا اندازہ ان کی سیرت اور نعتیہ کلام سے لگایا جا سکتا ہے۔

---

[۱] تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی کا منصب۔ شاعر لکھنوی۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۲۲/۲۳

marfat.com

مولانا بدرالدین احمد حضرت رضا بریلوی کی نعت گوئی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آپ عام ارباب سخن کی طرح صبح سے شام تک اشعار کی تیاری میں مصروف نہیں رہتے تھے بلکہ جب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی اور درد عشق آپ کو بے تاب کرتا تو از خود زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہو جاتے اور یہی اشعار آپ کی سوزش عشق کی تسکین کا سامان بن جاتے۔ چنانچہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بیقرار دل کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعر و سخن میرا مذاق طبع نہیں۔" [1]

جبھی تو آپ فرماتے ہیں ؎

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

حضرت رضا بریلوی کی نعت گوئی کو عصری یا زمانی قیود میں مقید نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے اس عمر کو پہنچ کر نعت گوئی کی ابتدا کی۔ بلکہ وہ ایک سچے عاشق رسول تھے۔ عشق رسول کا جام لبالب آپ نے روز الست ہی نوش فرما لیا تھا۔ جب عشق رسول کا درد آپ کو بے چین کرتا تو آپ نعت کہنے لگتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"بحمد اللہ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لا الٰہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا۔" [2]

---

[1] سوانح اعلیٰ حضرت۔ مولانا بدرالدین احمد قادری ص ۳۸۵

[2] حیات اعلیٰ حضرت، علامہ ظفر الدین بہاری ص ۲

marfat.com

شمعِ طیبہ سے میں پروانہ رہوں کب تک دور
ہاں جلادے شررِ آتشِ پنہاں ہم کو

خاک ہوجائیں درِ پاک پہ حسرت مٹ جائے
یاالٰہی نہ پھرا بے سروساماں ہم کو

تنگ آئے ہیں دو عالم مری بیتابی سے
چین لینے دے تپِ سینۂ سوزاں ہم کو

میرے ہر زخمِ جگر سے یہ نکلتی ہے صدا
اے ملیحِ عربی کردے نمک داں ہم کو

رحم فرمایئے اے شاہ کہ اب تاب نہیں
تابکے خون رلائے غمِ ہجراں ہم کو

حضرت رضا بریلوی نے کسی سے شرفِ تلمذ بھی نہیں حاصل کیا اور نہ ہی کسی سے اصلاح لی بلکہ وہ تلمیذالرحمٰن تھے (الشعراء تلامیذالرحمٰن) ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

"وہ عاشقِ صادق تھا وہ کسی کا شاگرد نہ تھا۔ شاگرد تو غالب بھی کسی کا نہ تھا مگر وہ عاشقِ صادق نہ تھا۔" م۲

آپ فرماتے ہیں ؎

جبینِ طبع ہے ناسودہ داغِ شاگردی
غبارِ منتِ اصلاح سے ہے دامن دور م۳

ہاں اتنا ضرور تھا کہ جب وہ اپنی فکر کو مہمیز لگاتے تھے تو قرآن مقدس کو پیش نظر رکھتے تھے وہ قرآن مقدس جس کے نزول کا بنیادی سبب "ھُدیً للنّاس" ہے فرماتے ہیں ؎

م۱ عاشقِ رسول۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ص۳

م۲ معارف رضا ۱۹۸۲ء ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص۱۵۰

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے المنۃ للہ محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

جس کی نعت گوئی کا محور ومرکز قرآن مقدس ہو وہ قرآن مقدس جو سراپا رشد وہدایت اور جمیع علوم وفنون کا مجموعہ ہے۔ اور رب کی زبان میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت تو ایسی نعت کائنات کا سب سے بڑا سرمایۂ افتخار کہی جائے گی۔ جب اللہ کی دی ہوئی توفیق سے اس کے بندے ایسی نعتیں کہیں گے تو وہ تمام غیر شرعی امور سے منزہ ہوں گا اور جب وہ نعتیں پڑھی جائیں گی یا سنی جائیں گی تو قرآن کے پڑھنے اور سننے کا سا لطف محسوس ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت رضا بریلوی کی نعتیں گوش وہوش سے گذرتی ہیں تو روح وجد کرنے لگتی ہے اور زندگی اپنی معراج پالیتی ہے۔ مزید براں اگر نعت گوئی میں استفادہ یا رہبری کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو شاعر بارگاہ رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقشِ قدم کو نشانِ منزل قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ؎

توشہ میں غم واشک کا ساماں بس ہے
افغانِ دلِ زار حدی خواں بس ہے

رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو
نقشِ قدمِ حضرتِ حساں بس ہے

جب حضرت رضا بریلوی اپنے آقا ومولیٰ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوتے ہیں تو اس وقت محبت رسول آپ کو بے چین کرتی ہے۔ سوزشِ عشق کی کرب انگیزیاں مضطرب کرتی ہیں، دردِ عشق دوگنا تین گنا نہیں بلکہ بے کراں ہو جاتا ہے اور بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے تو بے ساختہ زبان پر نعتیہ اشعار

marfat.com

جاری ہو جاتے ہیں ؎

پیشِ نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بیقرار
روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے

مگر یہیں قرآن مقدس رہبری کرتا ہے اور فوراً فرماتے ہیں ؎

اے شوقِ دل یہ سجدہ گران کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجے کہ سر کو خبر نہ ہو

حضرت رضا بریلوی نے نعت گوئی بطور وظیفہ اور عبادت کے کی ہے ورنہ شعر و شاعری ان کا مذاق طبع نہ تھا جیسا کہ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں ؎

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے

قرآن پاک میں اللہ جل وعلا نے ارشاد فرمایا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ یقیناً اوراد و وظائف دل مضطر کا مداوا ہوا کرتے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی کو نعت گوئی سے اس قدر شغف اور دل لگاؤ تھا کہ زندگی کے اکثر و بیشتر لمحات نعت گوئی ہی میں گذرتے تھے اور دیگر اوراد و وظائف پر نعت کو فوقیت بھی دیتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

ایسا گما دے ان کی ولا میں خدا ہمیں
ڈھونڈھا کریں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے
بیکسی لوٹ لے خدا نہ کرے
دل میں روشن ہے شمعِ عشقِ حضور
کاش جوشِ ہوس ہوا نہ کرے

marfat.com

اے رضا سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

یادِ حضور کی قسم غفلتِ عیش ہے ستم
خوب ہیں قیدِ غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

یوں ہی ایک نعتیہ غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں ؎

قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

یہ ایک فطری امر ہے کہ جب کوئی شخص دیارِ محبوب کی طرف جاتا ہے تو اس وقت اس کو بلا تکلف اپنے محبوب کی یاد آجاتی ہے۔ ایسے میں اس شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اے کاش اس شخص سے پہلے میں اپنے محبوب کی زیارت سے اپنے قلب و جگر کو ٹھنڈا کرپاتا۔ یوں ہی جب زوّارِ مدینہ کا قافلہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے پا بہ رکاب ہوا ہوگا اور وہ بھی حضرت رضا بریلوی جیسے عاشقِ صادق کے سامنے تو وہ سارا منظر دیکھ کر آپ پر کیا گذری ہوگی۔ دل دردِ سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہوگا اور ایسے میں جو آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد آئی ہوگی تو بالکل اسی طرح ؎

آئی جوان کی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقشِ ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

یقیناً ایسے میں ایک سرد آہ کے ساتھ آپ کی زبان سے نعت کا یہ مطلع نکلا ہوگا۔

؎ قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

حضرت رضا بریلوی نے دو بار حج کیا تھا پہلی بار فریضہ حج ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء

marfat.com

ہیں اور دوسری بار ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں۔ دونوں بار آپ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے بلکہ پہلی بار فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد دوسری بار خاص کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہی کی غرض سے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور فریضۂ حج بھی ادا فرمایا۔ فرماتے ہیں ؎

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

پہلی بار حج فرض ادا کرنے کے بعد جب مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوتے ہیں تو تمام اوراد و وظائف کو منقطع کر کے نعت شریف کے مقدس وظیفے کو جاری رکھے ہوتے تصورِ محبوب میں ڈوب کر ارشاد فرماتے ہیں ؎

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے
کھبتی ہوئی نظر میں ادا کس سحر کی ہے
چبھتی ہوئی جگر میں صدا کس گجر کی ہے
ہم جائیں اور قدم سے لپٹ کر حرم کہے
سونپا خدا کو تجھ کو یہ عظمت سفر کی ہے
ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے
واروں قدم قدم پہ کہ ہر دم ہے جانِ نو
یہ راہِ جانفزا مرے مولیٰ کے در کی ہے
اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاکِ پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضعِ سر کی ہے

marfat.com

زندہ رہیں تو حاضریِ بارگہ نصیب
مر جائیں تو حیاتِ ابد عیش گھر کی ہے
طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند
سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے
سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں
ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے
مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ "لا" ہے نہ حاجت "اگر" کی ہے
اف بے حیائیاں کہ یہ منہ اور ترے حضور
ہاں تو کریم ہے تری خو درگذر کی ہے
تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے
کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے
جاؤں کہاں پکاروں کسے کس کا منہ تکوں
کیا پرسش اور جا بھی سگِ بے ہنر کی ہے
منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے
سنکی وہ دیکھ بادِ شفاعت کہ دے ہوا
یہ آبرو رضا ترے دامانِ تر کی ہے

اسی نعت کے تسلسل میں ایک اور نعت بھی ہے۔ جب حضرت رضا بریلوی روضۂ رسول سے قریب ہوئے تو دل کی دھڑکنوں میں بے ساختہ اضافہ ہوگیا بے خودی اور وارفتگی میں ڈوب کر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس روضے کے جلوۂ زیبا

marfat.com

کی دید کے لئے حجاج کرام کو دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ ؎

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

رکن شامی سے مٹی وحشتِ شامِ غربت
اب مدینے کو چلو صبحِ دل آرا دیکھو

آبِ زمزم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو

دھوم دیکھی ہے درِ کعبہ پہ بے تابوں کی
ان کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو

کر چکی رفعتِ کعبہ پہ نظر پروازیں
ٹوپی اب تھام کے خاکِ درِ والا دیکھو

ملتزم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں
ادب و شوق کا یاں باہم الجھنا دیکھو

خوب مسعیٰ میں بہ امید صفا دوڑ چکے
رہِ جاناں کی صفا کا بھی تماشہ دیکھو

رقص بسمل کی بہاریں تو منیٰ میں دیکھیں
دلِ خوں نابہ فشاں کا بھی تڑپنا دیکھو

غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

جب دوسری بار ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں عازم سفر ہوئے تو ادائیگی حج کے بعد حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ انور کا رخ کرتے ہوئے مدینہ طیبہ کی

marfat.com

طرف کوچ کرتے ہیں تو اس وقت بھی حسب سابق نعت کا وظیفہ جاری رکھتے ہیں اور کیوں، نہ وظیفۂ نعت جاری رکھتے جبکہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی زیارت مقصود تھی۔ چنانچہ اس نعمت عظمیٰ پر شکر الٰہی بجالاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ؎

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

گرمی ہے، تپ ہے، درد ہے، کلفت سفر کی ہے
ناشکر! یہ تو دیکھ عزیمت کدھر کی ہے

وہ دیکھ جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی
پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے

ماہِ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

مَنْ زَارَ تُرْبَتِی وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِی
ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرادیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا جب کسی نے کہ نہضت کدھر کی ہے؟

ان پر درود جن کو حجر تک کریں سلام
ان پر سلام جن کو تحیۃ شجر کی ہے

ان پر درود جن کو کس بیکساں کہتیں
ان پر سلام جن کو خبر بے خبر کی ہے

marfat.com

جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ بارگاہ مالکِ جن و بشر کی ہے
شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام
خوبی انہیں کی جوت سے شمس و قمر کی ہے
سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السلام
تملیک انہیں کے نام تو ہر بحر و بر کی ہے
سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام
کلمے سے تر زبان درخت و حجر کی ہے
عرض و اثر سلام کو حاضر ہیں السلام
ملجا یہ بارگاہ دعا و اثر کی ہے
شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السلام
راحت انہیں کے قدموں میں شوریدہ سر کی ہے
خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السلام
مرہم یہیں کی خاک تو خستہ جگر کی ہے
سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ جلوہ گاہ مالک ہر خشک و تر کی ہے
سب کر و فر سلام کو حاضر ہیں السلام
ٹوپی یہیں تو خاک پہ ہر کرّ و فر کی ہے
اہل نظر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ گرد ہی تو سرمہ سب اہل نظر کی ہے

marfat.com

دنداں کا نعت خواں ہوں نہ پایاب ہوگی آب
ندی گلے گلے مرے آب گہر کی ہے

یارب رضاؔ نہ احمدِ پارینہ ہوکے جائے
یہ بارگاہ تیرے حبیبِ ابرّ کی ہے

توفیق دے کہ آگے نہ پیدا ہو خوئے بد
تبدیل کر جو خصلتِ بد پیشتر کی ہے

آ کچھ سنادے عشق کے بولوں میں اے رضاؔ
مشتاق طبع لذتِ سوزِ جگر کی ہے

حضرت رضاؔ بریلوی کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" کے مرتبین نے بڑی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس لئے کہ اس کی ترتیب و تدوین میں اعتقاد کو فوقیت دیتے ہوئے تحقیق محض اور ادبی نقطۂ نگاہ سے اعراض کیا ہے۔ ایک عرصہ دراز کے بعد محقق عصر حضرت علامہ شمس بریلوی نے حضرت رضاؔ بریلوی کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" کا تحقیقی اور ادبی جائزہ لیا اور اس کو ادبی پیرائے میں مرتب کیا مگر آپ سے بھی تسامح ہوا اس لئے کہ حضرت رضاؔ بریلوی نے جس نعت کو پہلی بار مدینہ طیبہ کی حاضری کے وقت کہا تھا جس کا مطلع ہے ؎

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

اس کو دوسری بار حاضری کی نعت قرار دیا ہے۔ اور اس طرح کا مضمون قائم کیا ہے۔

"حاضری درگاہ ابدی پناہ وصل دوم رنگ عشقی" ۱؎

۱؎ تحقیقی اور ادبی جائزہ ۔ علامہ شمس بریلوی ۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی صفحہ ۱۶۲ و صفحہ ۱۶۴

marfat.com

اور دوسری بار کی حاضری کے وقت کہی گئی نعت کو پہلی بار حاضری کی نعت قرار دیا ہے جس کا مضمون اس طرح ہے۔

"حاضری بارگاہ بہیں جاہ وصل اول رنگ علمی حضور جانِ نور"

جس کا مطلع ہے ؎

شکرِ خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

مقالہ نگار کی تحقیق میں مذکورہ مطلع دوسری بار حاضری کی نعت کا ہے۔ اس لئے کہ مطلع ثانی خود گواہ ہے ؎

گرما ہے تپ ہے درد ہے کلفت سفر کی ہے
ناشکر یہ تو دیکھ عزیمت کدھر کی ہے

اس سے یہی بات منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتی ہے کہ جس وقت حضرت رضا بریلوی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آمادہ ہوئے تھے اس وقت آپ علیل تھے جس کی تائید و توثیق الملفوظ کی مندرجہ ذیل تحریر سے بھی ہوتی ہے۔

"سفر کے پہلے عشرہ میں عزم حاضری سرکار اعظم مصمم ہو گیا اونٹ کرایہ کر لئے سب اشرفیاں پیشگی دیدیں۔ آج سب اکابر علماء سے رخصت ہونے کو ملا وہاں پان کی جگہ چائے نوا منح ہے اور انکار سے برا مانتے ہیں یہ ہر جگہ چائے پینی ہوئی جس کا شمار نو فنجانات تک پہونچا اور وہاں بے دودھ کی چائے پیتے ہیں جس کا میں عادی نہیں اور چائے گردے کو مضر ہے اور میرے گردے ضعیف، رات کو معاذ اللہ ہوائی گردے کا درد ہوا اور ساری شب جاگتے کٹی صبح ہی سفر کا قصد تھا مجبوراً ملتوی رہا۔ جمالوں سے کہہ دیا گیا کہ تاسف نہیں جا سکتے وہ چلے گئے اور اشرفیاں بھی انہیں کے ساتھ گئیں

marfat.com

ترکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے پلاسٹر لگائے دو ہفتے سے زائد تک معالجے کئے بحمد اللہ تعالیٰ شفا ہوئی مگر اب بھی دن میں پانچ چھ بار چمک ہو جاتی تھی اسی حالت میں دوبارہ اونٹ کرایہ کئے سب نے کہا کہ اونٹ کی سواری میں حال بہت ہو گی۔ اور حال یہ ہے مگر میں نے نہ مانا اور توکل علی اللہ تعالیٰ ۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ کو کعبۂ تن سے کعبۂ جان کی طرف روانہ ہوا"۔ [۱]

چنانچہ آگے ارشاد فرماتے ہیں:

"پہلی رات کہ جنگل میں آئی صبح کے مثل روشن معلوم ہوتی تھی جس کا اشارہ میں نے اپنے قصیدہ حضور جان نور میں کیا جو حاضری دربار معلیٰ میں لکھا گیا تھا ۔

وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی
پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے ۔" [۲]

مزید برآں حضرت رضا بریلوی کے اسی نعتیہ قصیدہ کے مندرجہ ذیل اشعار سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس نعتیہ قصیدہ کو دوسری بار زیارت کے موقع پر تحریر فرمایا تھا ۔

مَن زارَ تُربَتی وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِی
ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظل
روشن انہیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے

---

[۱] الملفوظ ج ۲، محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری ۔ نورانی پریس تار روڈ کانپور ص ۱۳۵/۱۳۴

[۲] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص ۱۳۵

marfat.com

(۷)

مولانا احمد رضا بریلوی

کی

علمی، ادبی اور سیاسی خدمات

marfat.com

مولانا احمد رضا بریلوی کی شخصیت ایک متبحر اور عبقری عالم دین کی حیثیت سے مسلم ہے جس کا اعتراف سبھی کو ہے۔ اور علماء کے بارے میں اللہ کے پیارے رسول حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ ، علماء کرام انبیاء کرام کے وارث ہیں اور انبیاء کرام کی بعثت کا بنیادی مقصد اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔ کا اعلان و اعلام اور اس کی ترویج و اشاعت تھا۔

نبوت و رسالت کے انسداد مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ، کے بعد مکمل طور سے تبلیغ دین کی تمام تر ذمہ داریاں علماء ہی پر عائد ہو گئیں اور ایسی صورت میں اگر مذہب اسلام پر کوئی حرف آیا تو علماء نے ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا اور مذہب اسلام کی سچی تصویر پیش کی۔ ایک عالم دین کے سراپا کی تصویر کشی کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں۔

" ایک عالم دین اور اہل دل کی شخصیت و کردار اور افکار و خیالات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں پرکھنا چاہیے کہ اس کا دل و دماغ تجلیات الٰہیہ اور انوار محمدیہ سے منور و مستنیر ہوتا ہے۔ اس کے اقوال و اعمال کی اساس خلوص و للّٰہیت پر ہوتی ہے کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رکھتا جو کچھ کہتا ہے یا کرتا ہے برملا کرتا ہے مصلحت وقت نام کی شے اس کی حیات مقدسہ سے یکسر خالی ہوتی ہے ؎

یہ نغمۂ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ

وہ کسی کی رو رعایت نہیں کرتا فیصلہ دشمن کے حق میں ہو یا دوست کے حق میں وہ اس کی بھی پروا نہیں کرتا اس کی نظر خدا و رسول علیہ السلام پر ہوتی ہے جو فیصلہ اس بارگاہ عالی سے صادر ہوتا ہے وہی نافذ کرتا ہے۔ بارہا تاریخ میں ایسے دور آئے ہیں جب فیصلہ دشمن کے حق میں ہوا ہے تو دوستوں نے خوشامد و تملق کا الزام لگایا ہے

marfat.com

اور دوستوں کے حق میں ہوا ہے تو جانب داری اور طرفداری کی تہمت لگائی ہے مگر یہ نفس تکی ان تمام الزامات اور تہمت تراشیوں سے بے نیاز ہو کر محض اللہ کے لئے اپنے فیصلے صادر کرتا ہے" ۱

مولانا احمد رضا بریلوی تمام چیزوں کو دینی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے اور پرکھتے تھے جو چیز دین و مذہب کی روشنی میں ہوتی تھی اس کو بہ طیب خاطر قبول کر لیا کرتے تھے اور جو چیز اس کے برخلاف ہوا کرتی تھی اس کو ٹھکرا دیا کرتے تھے اور یہ چیز فاضل بریلوی اور علامہ اقبال کے مابین قدر مشترک کا درجہ رکھتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالرشید استاذ شعبۂ علوم اسلامی جامعہ کراچی لکھتے ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ آپ نے تحریک ترک موالات کے سلسلے میں ۱۹۲۰ء میں ایک جامع فتویٰ دے کر دو قومی نظریئے کی بنیاد ڈال دی اور آپ کے فتویٰ ہی کی بنا پر علامہ اقبال نے ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء میں انجمن حمایت الاسلام کے جلسہ میں انجمن کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی اور فرمایا میں ہر معاملہ کو مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہوں اور مسلمانوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر وہ شریعت کے احکام پر نہ چلے تو ہندوستان میں ان کی حیثیت بالکل تباہ ہو جائے گی: ۲

یوں ہی ۱۴ / جمادی الاول ۱۳۳۹ھ / ۲۴ / جنوری ۱۹۲۱ء کو پروفیسر حاکم علی پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور نے ایک مراسلہ عربی و فارسی میں مولانا احمد رضا بریلوی کے پاس ارسال کیا اور اس میں بعض قرآنی آیات تفسیر جلالین، تفسیر حسینی اور بعض سائنس دانوں کی کتابوں کے حوالے قلم بند کرتے ہوئے حرکت زمین کے قول کی تائید و تصدیق کی اور مراسلہ کے آخر میں التماس کیا

---

۱ فاضل بریلوی اور ترک موالات۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۵۵

۲ معارف رضا ۱۹۸۴ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۶۶

marfat.com

"غریب نواز کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر ان شاء اللہ العزیز سائنس کو اور سائنس والوں کو مسلمان کیا ہوا پائیں گے۔" ۱ے

اس پر مولانا احمد رضا بریلوی کی عالمانہ شان اور غیرت دینی کو جلال آیا، کلک رضا متحرک ہوا اور فوراً اس مراسلہ کا جواب ۳۲ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ "نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان" قلم بند فرمایا جس میں مذکورہ کتب کے علاوہ ۲۸ اور دیگر کتب تفاسیر سے حوالے پیش کئے اور پروفیسر حاکم علی کے دلائل کو کمزور قرار دیتے ہوئے سائنس والوں پر بھی تنقید کی وہ لکھتے ہیں "یورپ والوں کو طریقۂ استدلال اصلاً نہیں ہے انہیں اثبات دعویٰ کی تمیز نہیں ہے۔" ۲ے

اور آخر میں پروفیسر حاکم علی کے اس التماس کا جواب بایں طور تحریر کیا:

"محب فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے اختلاف ہے سب میں مسئلۂ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائل سائنس کو پامال و مردود کر دیا جائے جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو سائنس کا ابطال و اسکات ہو یوں قابو میں آئے گی اور آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہٖ تعالیٰ دشوار نہیں آپ اسے بچشم پسند دیکھتے ہیں۔" ۳ے

الغرض فاضل بریلوی کی علمی خدمات کا موضوع کافی بکھرا ہوا ہے جس کو سمیٹنا کوئی آسان کام نہیں بلکہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے یہاں صرف فاضل بریلوی کی علمی خدمات کا ایک

۱ے فوز مبین در رد حرکت زمین - امام احمد رضا بریلوی - ادارہ سنی دنیا بریلی ص ۱۳

۲ے " " " " " ص ۱۴

۳ے فوز مبین در رد حرکت زمین - امام احمد رضا بریلوی - ادارہ سنی دنیا بریلی ص ۱۴

marfat.com

اجمالی خاکہ "مشتے نمونہ از خروارے" کے تحت پیش کیا گیا ہے جس سے اہل علم وخرد بخوبی فاضل بریلوی کی علمی خدمات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

علم تفسیر!

مولانا احمد رضا بریلوی کی شخصیت ایک ایسی ہمہ گیر وہمہ جہت شخصیت ہے کہ جس پر عالمانہ انداز میں خامہ فرسائی کرکے عہدہ برآ نہیں ہوا جا سکتا وہ کون سا میدان علم ہے جس کے وہ شہسوار نہیں صفحات گذشتہ میں فاضل بریلوی کے مختلف علوم وفنون پر دسترس کا ذکر ہوا وہ خود اس بات کا بہترین ثبوت ہے کہ فاضل بریلوی علوم وفنون کی دنیا میں اپنی مثال آپ تھے ان کا ہر پہلو بحر ذخار ہے جس پر صفحات نہیں دفتر کے دفتر لکھے جائیں تب بھی حق ادا نہیں ہو سکتا۔ یہاں اجمالی طور پر فاضل بریلوی کے علم تفسیر کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی نے مستقلاً علم تفسیر میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ ہاں سورۃ والضحیٰ کی تفسیر لکھنے کا آغاز کیا تھا مگر عدیم الفرصتی کے باعث صرف سینکڑوں صفحات لکھ کر رہ گئے تھے [۱] جس کا ذکر ان کے مشہور ومعروف ترجمہ قرآن پاک "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" میں کیا جائے گا۔ مگر اس کے باوجود وقتاً فوقتاً آپ نے جو قرآن پاک کی آیتوں کی تفسیریں بیان کی ہیں یا تحریر کی ہیں اگر ان کو یکجا کیا جائے تو تفسیر کی ایک ضخیم خاصی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

۱۔ معارف رضا ۱۹۸۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۴۵

marfat.com

پاکستان کے ایک مشہور عالم دین اور اسکالر مولانا محمد فیض احمد اویسی نے مولانا احمد رضا بریلوی کی تفسیری خدمات پر کام کرنا شروع کیا ہے وہ اپنے ایک تحقیقی مقالہ "امام اہلسنت اور علم تفسیر" میں لکھتے ہیں۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ آپ کو مستقل طور پر لکھنے کا موقع نہیں ملا لیکن آپ کی تصانیف سے قرآنی ابحاث کی ایک ضخیم تفسیر تیار ہو سکتی ہے اور فقیر اویسی نے اس کے اکثر اجزا کو جمع کیا ہے بنام "تفسیر امام احمد رضا" خدا کرے کوئی بندۂ خدا اس کی اشاعت کے لئے کمربستہ ہو جائے۔ مثلاً چنانچہ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (الی آخر الآیۃ) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں۔

اَقُوْلُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْق پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس مضمون کو قرآن کریم نے کس قدر مہتم بالشان ٹھہرایا اور طرح طرح سے موکد فرمایا۔

اولاً انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں زنہار حکم الٰہی کے خلاف ان سے متحمل نہیں کافی تھا کہ رب تعالیٰ بطریق امر انہیں فرماتا کہ اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا مگر اس پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ ان سے عہد و پیمان لیا جیسے کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تاکہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوا اللہ پر پہلا فرض ربوبیت الٰہیہ کا اذعان ہے پھر اس کے برابر رسالت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان (صلی اللہ علیہ وسلم و بارک و شرف و بجل و عظم)

ثانیاً اس عہد کو لام تاکید سے موکد فرمایا لتؤمنن بہ ولتنصرنہ جس طرح نوابوں سے بیعت سلاطین لی جاتی ہے۔ امام سبکی فرماتے ہیں۔ مسئلہ سوگند بیعت اسی آیت مبارکہ سے ماخوذ ہوئی ہے۔

ثالثاً نون تاکید

رابعاً وہ بھی ثقیلہ لاکر ثقل تاکید اور دوبالا فرما دیا۔

marfat.com

خامسًا یہ کمالِ اہتمام ملاحظہ کیجیے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام ابھی جواب نہ دینے پائیں کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں کہ "اَقْرَرْتُمْ" کیا اس امر پر اقرار لاتے ہیں یعنی کمال تعجیل و تسجیل مقصود ہے۔

سادسًا اس قدر پر بھی بس نہ فرمایا بلکہ ارشاد فرمایا وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ؟ خالی اقرار ہی نہیں بلکہ اس پر بھاری ذمہ لو۔

سابعًا علیہ یا علٰی ہٰذا۔ کی جگہ علٰی ذٰلکم فرمایا کہ بُعد اشارت عظمت ہو۔

ثامنًا اور ترقی ہوئی کہ۔ فَاشْهَدُوْا۔ ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ حالانکہ معاذ اللہ اقرار کر کے مکر جانا ان پاک و مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا۔

تاسعًا کمال یہ ہے کہ صرف ان کی گواہی پر اکتفا نہ ہوا بلکہ فرمایا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

عاشرًا سب سے زیادہ نہایت کار یہ ہے کہ اس قدر عظیم و جلیل تاکیدوں کے بعد انبیاء علیہم السلام کو عصمت عطا فرمائی یہ سخت شدید تہدید بھی فرما دی گئی۔ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اب جو اس اقرار سے پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔ یہ وہی اعتنائے تام و اہتمام تمام ہے جو باری تعالیٰ کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں بیان فرماتا ہے۔ وَمَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِکَ نَجْزِیْهِ جَهَنَّمَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ جو ان میں سے کہے گا کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں اس کو جہنم کی سزا دیں گے ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو۔

گویا اشارہ فرماتے ہیں جس طرح ہمیں ایمان کے جزو لا الٰہ الا اللہ کا اہتمام ہے یوں ہی جزو دوم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام تام ہے کہ میں تمام جہانوں کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے۔ اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول

marfat.com

ومقتدائے انبیاء و مرسلین بھی اس کی بیعت وخدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے۔"[1]

مولانا احمد رضا بریلوی نے چند مشہور تفاسیر پر عربی میں حواشی بھی تحریر کیے، جن سے بھی آپ کے مفسر ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

(۱) حاشیہ تفسیر بیضاوی
(۲) حاشیہ عنایت القاضی شرح بیضاوی
(۳) حاشیہ معلم التنزیل
(۴) حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن ـــ سیوطی
(۵) حاشیہ الدر المنثور ـــ سیوطی
(۶) حاشیہ تفسیر خازن ـــ [2]

اس کے علاوہ بھی فاضل بریلوی کے بہت سارے رسالے علم تفسیر میں ہیں جن پر تعمق کے ساتھ غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے نیز یوں ہی بہت ساری آیتوں کی تفسیریں جستہ جستہ متعدد کتب میں بکھری ہوئی پائی جاتی ہیں جن پر مستقل تحقیق وتفحص کی ضرورت ہے۔

---

[1] معارف رضا ۱۹۸۶ء ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۵/۱۵۲

[2] " " " " " ص ۴۵

marfat.com

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

گذشتہ سطور میں یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ مولانا احمد رضا بریلوی نے قرآن پاک کی تفسیر لکھنے کا آغاز کیا تھا مگر کثرت مصروفیات کے باعث صرف چند سو صفحات لکھ کر دست کشی کر لی۔ یوں ہی جب آپ کے شاگرد و خلیفہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف "بہار شریعت" نے قرآن پاک کا ترجمہ کرنے کی گذارش کی تو آپ نے ان کا مطالبہ تو مان لیا مگر مشاغل کثیرہ کے باعث تاخیر پہ تاخیر ہوتی چلی گئی۔ مگر جب مولانا امجد علی اعظمی نے مولانا احمد رضا بریلوی سے اپنی پاکیزہ خواہش کا بار بار اظہار کیا تو فاضل بریلوی نے فرمایا۔

"چونکہ ترجمہ کے لئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات کو سونے کے وقت یا دن کو قیلولہ کے وقت آجایا کریں"

چنانچہ ایک دن حضرت صدر الشریعہ کاغذ قلم اور دوات لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ اہم دینی کام بھی شروع ہو گیا۔

ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اسے قلم بند فرماتے جاتے۔ یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر و لغت ملاحظہ فرماتے بعدہ آیت کے معنی سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ اور برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف روانی سے پڑھتا جاتا ہے۔ پھر جب حضرت صدر الشریعہ اور دیگر علماء حلقہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ برجستہ و فی البدیہہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے عین مطابق ہے۔

marfat.com

الغرض اسی قلیل وقت میں یہ ترجمہ کا کام ہوتا رہا پھر وہ مبارک ساعت بھی آگئی کہ حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن مجید کا ترجمہ مکمل کرا لیا اور آپ کی کوشش بلیغ کی بدولت دنیائے سنیت کو کنز الایمان کی دولت عظمیٰ نصیب ہوئی۔[1]

مقالہ نگار کے خیال میں حضرت فاضل بریلوی کی قرآن مجید کی تفسیر سے دست کشی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ چونکہ آپ کا ترجمۂ قرآن پاک "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" تفسیر کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے اس لئے مزید اس پر وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی ملاحظہ ہو قرآن پاک کی ایک آیت کا ترجمہ:

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ مولانا احمد رضا بریلوی اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔

"اے جن و انسان کے گروہ اگر تم سے ہوسکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔"

ایک اور فاضل مولانا اشرف علی تھانوی اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔

"اے گروہ جن اور انسان کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو مگر بدوں زور کے نہیں نکل سکتے اور زور ہے نہیں پس نکلنے کا وقوع بھی محتمل نہیں۔"

نیز اسی مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے پروفیسر مجید اللہ قادری نے قرآن مقدس کی آیت والقمر (۱۹) لترکبن طبقا عن طبق پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا احمد رضا بریلوی کے ترجمے کی انفرادیت اس طرح بیان کی ہے وہ لکھتے ہیں:

یہاں آپ نے لترکبن طبقا عن طبق کا ترجمہ منزل چڑھنا فرما کر یہ بتا دیا کہ

---

[1] محاسن کنز الایمان۔ ملک شیر محمد خان اعوان۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۱۸/۱۹

marfat.com

انسان جب فضاؤں کو چیرتا ہوا باہر نکلے گا تو ضرور اس کی کوئی دوسری منزل ہوگی اور سورہ کی اٹھارہویں
آیت یہ بھی اشارہ کرتی ہے کہ وہ منزل چاند ہوگی اور ممکن ہے کہ منزل بہ منزل انسان چڑھتا ہی چلا جائے
اور بیسویں آیت یہ بھی اشارہ کر رہی ہے کہ یہ انسان جو چاند یا کسی اور سیارے پر قدم رکھے گا
وہ مسلمان نہیں کافر ہوگا اور دنیا گواہ ہے کہ چاند پر پہلا قدم رکھنے والے دونوں امریکی خلا باز
نیل آرمسٹرانگ اور ایڈن ایلڈرن کافر تھے اب اگر قرآن یہ بات بتلانے سے قاصر رہے کہ آیا
انسان کسی دوسرے سیارے پر قدم رکھے گا یا نہیں اور انسان قدم رکھ لے تو اتنی بڑی ترقی
اگر قرآن نہ بتا سکے تو پھر قرآن کا یہ وعدہ درست نہیں رہتا کہ ہر خشک وتر کا ذکر قرآن میں موجود
ہے یا ہر شے کی تفصیل موجود ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے خاص کر آج کے
دور میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم پر دسترس بھی ضروری ہے۔ امام احمد رضا نے
ایسے ہی لفظوں کا انتخاب کر کے جہاں مذہبی اور دینی قانون کی پاسداری کی ہے وہیں
دیگر علوم وفنون کی معلومات کی بھی بڑے نپے تلے لفظوں میں ترجمانی کی ہے۔ اب اسی
آیت کا ترجمہ جو دیگر مترجمین کرتے ہیں اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ آیت انسان کی اس
ترقی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ملے

مولانا احمد رضا بریلوی کے ترجمہ قرآن "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" کا انگریزی
زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ جس کو Dr. Hanif Akhtar Fatmi Qadri Naushhi
Barrister at law professor London University Formerly professor Karachi
University- Riyyadh University and Kuwait University. ا

نے کیا ہے جو Islamic world mission Bradford U.K. obtion atele from.
Raza academy. 16 Charmichal street Edgeley Stockport Manchester- U.K.

---

marfat.com

سے طبع ہو چکا ہے۔ چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

"پروفیسر محمد حنیف اختر صاحب نے کئی سال ہوئے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کو انگریزی میں منتقل کیا تھا جو لاہور میں چھپ رہا ہے۔

نیز کنز الایمان کو پروفیسر شاہ فرید الحق (کراچی) اور آل رسول حسنین صاحب (مارہرہ شریف) انگریزی میں منتقل کر رہے ہیں۔" ۲

ملاحظہ ہو شاہ فرید الحق کا ترجمہ:

واذ اقتلتم نفسا	
فادّٰرءتم فیھا واللہ	And When Your shed the blood of a Person then began accousing for it each-other and Allah
مخرج ماکنتم تکتمون۔	Was to disclose what you were widing. ۳

امام احمد رضا بریلوی کے ترجمہ قرآن کنز الایمان کا ترجمہ بنگلہ زبان میں بھی ہو چکا ہے جسکو بنگلہ دیش کے ایک دانشور فاضل مولانا محمد عبد المنان صاحب نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ رضا اکیڈمی چٹاگانگ بنگلہ دیش سے شائع بھی ہو چکا ہے۔" ۴

---

۱ قرآن سائنس اور امام احمد رضا۔ پروفیسر مجید اللہ قادری۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۸

۲ معارف رضا ۱۹۸۶ء۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۴۳

۳ امام احمد رضا دنیائے صحافت میں۔ آر بی مظہری۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۲۴

۴ امام احمد رضا کانفرنس مجلہ ۱۹۹۲ء ص ۸۷

marfat.com

علمِ حدیث

ایک عالم دین کا اثاثۂ علم، متاعِ زندگی اور مآخذ و مراجع قرآن و حدیث ہی ہوتا ہے۔ امام احمد رضا کی علم حدیث پر گہری نظر تھی وہ متن حدیث کے اسرار و رموز سے بخوبی واقف تھے خصوصاً اسماء الرجال پر اچھی گرفت تھی۔ اسماء الرجال کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے جرمنی کے ایک فاضل مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر لکھتے ہیں، "نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ افراد کا حال معلوم ہو سکتا ہے" ۔[۱]

مولانا احمد رضا بریلوی کے والد مفتی نقی علی خاں صاحب نے فضیلتِ علم میں ایک رسالہ لکھا تھا جس کی آپ نے شرح لکھی۔ "اَلنُّجُوْمُ الثَّوَاقِبُ فِیْ تَخْرِیْجِ اَحَادِیْثِ الْکَوَاکِب" جس میں آپ نے حدیث کے قواعد و ضوابط، کتب احادیث اور حدیث کے فرقِ مراتب پر روشنی ڈالی ہے۔ فاضل بریلوی نے عربی زبان میں ایک کتاب "اَلرَّوْضُ الْبَهِیْجُ فِیْ اٰدَابِ التَّخْرِیْج" تحریر کی ہے جس میں انہوں نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ ایک عالم دین کو استخراج حدیث میں کن کن باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی حدیث دانی پر سیر حاصل بحث اس مقالہ میں ممکن نہیں صرف اظہار خیال اور ایک اجمالی خاکہ ہی پیش کیا جا سکتا ہے۔ اسی مناسبت سے ایک بحث پیش خدمت ہے۔

چنانچہ ایک بحث ہے کہ وضو کے بعد اعضائے وضو کو کپڑے سے پونچھنا چاہیے کہ نہیں

۱۔ فکر و نظر۔ شمارہ جولائی ستمبر ۱۹۹۰ء صفحہ ۱۹ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

marfat.com

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اس پر دلیل پیش کرتے ہیں کہ صحیحین میں ایک روایت مذکور ہے کہ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غسل فرمایا۔ غسل کے بعد ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بدن پونچھنے کے لئے ایک کپڑا پیش کیا مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو نہ لیا اور ہاتھ سے پانی پونچھ پونچھ کر جھاڑ دیا۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ وضو یا غسل کے بعد کپڑے سے پونچھنا مکروہ ہے۔

علامہ نووی مسلم شریف کے شارح ہیں اور جلیل القدر محدث وفقیہ بھی اس روایت کی تاویل میں فرماتے ہیں کہ یہ ایک خاص واقعہ تھا اس کو عموم پر کیسے محمول کیا جا سکتا ہے کیونکہ ممکن ہے وہ کپڑا گندہ رہا ہو اور آپ نے اس کو پسند نہ فرمایا۔

مگر مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنی محدثانہ بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: وفیہ بعد ان تکون ام المؤمنین اختارت لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل ھذا مع علمھا بکمال نزاھتہ ونظافتہ ولطافتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یہ تاویل دور از کار ہے کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا باوجود آپ کی لطافت طبع جاننے کے آپ کی خدمت میں اس قسم کا کپڑا پیش کریں۔

یہاں سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا محدثانہ نظریہ خوب واضح ہو کر سامنے آتا ہے وہ ہر قیمت پر تمام بزرگان دین کی عظمتوں کو فرق مراتب کے ساتھ ملحوظ رکھتے ہیں۔ علامہ نووی نے اپنی تاویل سے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لطافت طبع تو ظاہر کر دی مگر ام المومنین کی طرف توجہ نہ کی۔ پھر خود مولانا احمد رضا بریلوی بہترین توجیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے وہ کپڑا صرف عجلت کی وجہ سے نہ لیا اور آگے فرماتے ہیں بے شک آپ کو جلدی تھی جیسا کہ بخاری کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے فانطلق وھو ینفض یدیہ آپ اپنے ہاتھ کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے ایسی صورت میں کپڑے کو اپنے ساتھ لیجانا مناسب خیال نہ فرمایا۔ [1]

---

[1] معارف رضا ۱۹۸۷ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۳۷

marfat.com

مولانا احمد رضا بریلوی نے حدیث کی مشاہیر کتب پر حواشی بھی تحریر کیے ہیں۔ اگر احمد رضا خاں بریلوی کی علم حدیث پر مضبوط گرفت نہ ہوتی تو آپ قطعاً کتب احادیث پر حواشی تحریر نہ کرتے پیش نظر ہے ان حواشی کا ایک خاکہ

نمبر شمار	اسمائے حواشی	زبان	نمبر شمار	اسمائے حواشی	زبان
۱	حاشیہ صحیح بخاری	عربی	۱۷	حاشیہ ترغیب و ترہیب	عربی
۲	حاشیہ صحیح مسلم	"	۱۸	حاشیہ کتاب الاسماء والصفات	"
۳	حاشیہ ترمذی شریف	"	۱۹	حاشیہ القول البدیع	"
۴	حاشیہ نسائی شریف	"	۲۰	حاشیہ نیل الاوطار	"
۵	حاشیہ ابن ماجہ	"	۲۱	المقاصد الحسنہ	"
۶	حاشیہ مسند امام اعظم	"	۲۲	حاشیہ اللآلی المصنوعہ	"
۷	حاشیہ تیسیر شرح جامع صغیر	"	۲۳	حاشیہ موضوعات کبیر	"
۸	حاشیہ تقریب	"	۲۴	حاشیہ الاصابہ فی سرقۃ الصحابہ	"
۹	حاشیہ تہذیب	"	۲۵	حاشیہ تذکرۃ الحفاظ	"
۱۰	حاشیہ کتاب الحج	"	۲۶	حاشیہ عمدۃ القاری	"
۱۱	حاشیہ کتاب الآثار	"	۲۷	حاشیہ فتح الباری	"
۱۲	حاشیہ طحاوی شریف	"	۲۸	حاشیہ نصب الرایہ	"
۱۳	حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل	"	۲۹	حاشیہ جمع الوسائل فی شرح الشمائل	"
۱۴	حاشیہ سنن دارمی شریف	"	۳۰	حاشیہ فیض القدیر شرح جامع الصغیر	"
۱۵	حاشیہ خصائص کبریٰ	"	۳۱	حاشیہ مرقاۃ المفاتیح	"
۱۶	حاشیہ کنز العمال	"	۳۲	حاشیہ اشعۃ اللمعات	"

marfat.com

۳۳	حاشیہ مجمع بحار الانوار	عربی	۳۷	حاشیہ تہذیب التہذیب	عربی
۳۴	حاشیہ فتح المغیث	"	۳۸	حاشیہ خلاصۃ تہذیب الکمال	"
۳۵	حاشیہ میزان الاعتدال	"	۳۹	معراج طبقات الحدیث	"
۳۶	حاشیہ العلل المتناہیہ	"	۴۰	الفضل الموہبی [1]	"

مولانا احمد رضا بریلوی کو متعدد طریقے سے سند حدیث و قرآن بھی حاصل تھی جسکی تفصیل خود فاضل بریلوی کی کتاب "الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ" میں موجود ہے۔ فاضل بریلوی کی اس کتاب کو پاکستان کے ایک اسکالر محمد صدیق اکبر نے پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے کے لئے پیش کیا تھا اور "امام احمد رضا کی عربی سندات" کے نام سے مرتب کیا تھا۔

[1] امام احمد رضا اور علم حدیث۔ مولانا محمد فیض احمد اویسی، مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۱۴/۱۳

marfat.com

علمِ فقہ

مولانا احمد رضا بریلوی کی شہرت و مقبولیت کی علمبرداران کی فقاہت ہے جو ان کا خاندانی طرّہ امتیاز تھا۔ علامہ اقبال آپ کی فقاہت کے بارے میں فرماتے ہیں، وہ بے حد ذہین اور باریک بیں عالمِ دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور ہندوستان کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دورِ متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا۔

فاضل بریلوی کے فتاویٰ کا مجموعہ "العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ" جو بارہ جلدوں میں تقریباً ایک ایک ہزار صفحات کی ضخامت پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کے فتاویٰ کا ذکر کتابی صورت میں ملتا ہے جیسے فتاویٰ افریقہ وغیرہ۔

مولانا احمد رضا بریلوی سے سائل و مستفتی نے جس اسلوب و زبان میں استفتار کیا آپ نے اسی اسلوب و زبان میں جواب دیا۔ چنانچہ ایک بار نواب سلطان احمد خاں صاحب بریلوی نے اردو نظم میں اس طرح سوال کیا۔

مسئلہ:۔

عالمانِ شرع سے ہے اس طرح میرا سوال
دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ خوش خصال
گر کسی نے ترجمہ سجدہ کی آیت کا پڑھا
تب بھی سجدہ کرنا کیا اس شخص پر واجب ہوا

marfat.com

اور ہوں سجدے ادا کرنے تلاوت کے بجے
پھر ادا کرنے سے ان سجدوں کے وہ پہلے مرے
پس سبکدوشی کی اس کی شکل کیا ہو گی جناب
چاہیئے ہے آپ کو دینا جواب باصواب

الجواب :-

ترجمہ بھی اصل سا ہے وجہ سجدہ بالیقیں
فرق یہ ہے فہم معنیٰ اس میں شرط اس میں نہیں
آیت سجدہ سنی جانا کہ ہے سجدہ کی جا
اب زباں سمجھے نہ سمجھے سجدہ واجب ہو گیا
ترجمہ میں اس زباں کا جاننا بھی چاہیئے
نظم و معنیٰ دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے
تاکہ من وجہ یہ صادق ہو سنا قرآن کو
ورنہ اک موجِ ہوا تھی چھو گئی جو کان کو
ہے یہی مذہب بہ مُفتیٰ علیہ الاعتماد
شامی از فیض و نہر واللہ اعلم بالرشاد
سجدہ کا فدیہ نہیں اشباہ میں تصریح کی
صیرفیہ میں اسی انکار کی تصحیح کی
کہتے ہیں واجب نہیں اس پر وصیت وقت موت
فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبر فوت
یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرا نہیں
جز ادا یا توبہ وقت عجز کچھ چارہ نہیں

marfat.com

یہ نہیں معنی کرنا جائز ہے یا بیکار رہے
آخر نیکی ہے نیکی ماجی اوزار ہے

قلتہ اخذا من التعلیل فی امر الصلوٰۃ
وھو بحث ظاھر والعلم حقا لا الا اللہ ۱؎

مسئلہ:- از مدرسہ اہل سنت وجماعت بریلی مسئولہ محمد افضل صاحب کابلی طالب علم مدرسہ مذکورہ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ

سزائیم بر گناہم لازم آمد — پس آنگہ رحمتش نہ باہم آمد
بگو مفتی خطائے یا صوابم — بسا اسرار اتجبا باہم آمد

الجواب:-

مسلماں را سزا لازم کرد ست — کہ قول اعتزالی ظالم آمد
وگر یابد سزا کامل نیابد — کہ عفوش بہر مومن لازم آمد
وگر بالفرض از وچیزے نہ بخشد — زنقصاں رحمتش خود سالم آمد
کہ یرحم من یشاء در کل فرد — یعذب من یشاء ہم قائم آمد
بدنیا رحمتش بر جملہ عام است — بعقبیٰ خاص حظ مسلم آمد
ثوابش بہر مومن منتہی است — عذابش بہر کافر دائم آمد

برائے ہر صفت مظہر بکار ست
کہ او ذو انتقام وارحم آمد ۲؎

۱؎ فقیہ اسلام ڈاکٹر حسن رضا خاں مطبوعہ پٹنہ ص ۱۶۷

۲؎ فقیہ اسلام بحیثیت شاعر وادیب، پروفیسر مجید اللہ قادری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۳/۱۴

marfat.com

مسئلہ :۔ نواب صاحب محلہ بہاری پورہ بریلی۔

عالمانِ شرع نے کیا حکم ہے اس میں دیا
گر کسی نے ٹھیکہ دو کانوں کا مالک سے لیا
لے کے ٹھیکہ پھر یہ اس نے انتظام اپنا کیا
سب دو دو کانوں کا کرایہ اس نے زائد کر دیا
پس یہ زائد جو اسے حاصل ہوا ہے اسکو زر
اس کے استعمال میں ہے فائدہ ہے کچھ ضرر
اور اگر اس شخص کو ٹھیکہ سے کم آمد ہوئی
اور پوری کر دی اس نے پاس سے اپنی کمی
اس کمی کا لینا کیا مالک کو جائز ہو گیا
اس میں جو حکم شریعت ہو مجھے دیجے بتا

الجواب :۔

جتنی اجرت پہ کہ مستاجر نے لی مالک سے شے
اس سے زائد پر اٹھانا چاہے تو یہ شکل ہے
اپنا کوئی مال جو قابل اجارہ کے ہوئے
اس کو اس شے سے ملا کر دونوں کو اک ساتھ دے
یا زیادت شے میں کر دے مثل تعمیر مکاں
کھونٹیاں کہگل کواں چونہ مرمت این و آں
یا بدل دے جنس اجرت جیسے واں ٹھہرے روپے
اس کے یاں آنے ہیں گو بدلیں لے انکے روپے

marfat.com

یا کوئی کام اپنے ذمہ کرے اس ایجار میں
تا زیادت اس عمل کے بدلے ہو اقرار میں

جیسے جاروبِ دوکان اصلاحِ اسبابِ دوکاں
اور جو خدمت کہ ہو شایانِ اجرت بے گماں

اور اگر یہ کم پہ دیتا ہے تو دے مختار ہے
مالک اجرت پوری لے گا اس سے جو اقرار ہے

یوں ہی خالی ڈال رکھنا جب بھی تو لینا وہ دام
اب کمی سے کیا اسے واللہ اعلم والسلام[1]

---

[1] فتاوی رضویہ جلد ہشتم مطبوعہ اعظم گڑھ ص ١٩٤/١٩٥

marfat.com

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے مجموعۂ فتاویٰ میں انگریزی کے ایک فتوے کا بھی ذکر ملتا ہے جس کو محمد قادر غنی صاحب نے رنگون سے استفتار کیا تھا۔ سوال وجواب مندرجۂ ذیل ہے۔

Rangoon
The 19th May 1908
To,

Maulvi Haji Ahmad Reza Khan Eaque
Mohalla Saudagran
Barailly United Provinces.

Honoured Sir

We desire to place before you a certain religious matter on which we solicit your valuable opinion The facts are briefly thus. There is a chulia Mosque in Mcving Loulay Street at there place there are five duly elected trusted or Motawllies who manage the affairs of the said mosque according to schems fremed by the Chief Court of lawer Barma. The trustees are given the power of dispensing with the Imam, Muazzin and warders of the mosque. By virtue of the said power, the trustees at a meeting discharged the Imam, Syed Maqbool for misconduct and disobedience. After the the discharge the trustees filed a suit in the chief ccurt of lower Barma for a declaretion that the discharge of the Imam may be confirmed that inspite of his misconduct they have no power to discharge

Having placed the facts briefly, we request you most humbly to give your fatwa as to whether the trustees have the power to discharge the Imam whan they fined if necessary to do so, This is a vital point which is at present Ingaging the attention of the leading member of the Chulia Sunni Mohammedan Community and we shall thank you very much if you can sand your Fatwa before the 1st week of June.

Thanking you in anticipetion. we beg to remain Honoured Sir,

Your most obedients & humble Followers

M. Quadir Ghani.
President, The Medras Muslim Association,
No 37, Tocakey Mig Louley Street,

marfat.com

الجواب

Baraılly
The 28th of May, 1908.

To

Mr. Quadir Ghani,
President, The Madras Mulim Association.

Sir,

with referance to your letter dated the 9th of May 1908 I send my Fatwa for your perusal :

The trustees can discharge an Imam by their authority when such indifference is found in him which may be the sufficient reason of share for him to be dismissed

wide Iisonal Hukkom Printed almisr (egipt) page 123.

فی فتاوی قاضی خان اذا عرض للامام او للمؤذن عذر منعه عن المباشرة مدة ستة اشهر فللمتولی ان یعزله ویولی غیره وان کان للمعذور نائب ـ

Translation :- There is a Fatwa Qazi khan, when an Imam or Muazzin may have some certain business which may be cause of six months absence from the Mosque, not with standing, he may have given som person for him to act. At such opportunity trustees can discharge him and may astablish or appoint an other Imam in his place.

Tahtawi printed misr and shami printed constantipls Volume 3 page 637

وتقدم مایدل علی جواز عزله اذا مضی شهر

Translation :- Birizoda has said that the Books aforesaid style shows that a trustee can discharge an Imam on account of a month's absence from the Mosque the trustee has no nead of taking sanction of discharging the Imam from the Court or from any higher officer or Governer because the authority of trustee in these months is over the power of a Mohammedan Governor, although the same Motawallis or trustees may have been fixed by the some Mohammedan Governor.

marfat.com

See Ashbahunnazair printed Lucknow page 179 copied from the Fawa of Imam Rashiduddin.

لایملک القاضی التصرف فی الوقف مع وجود ناظر ولو من قبله

Translation :-- A Qazi can not interfare a waqf in the presence of a trustee although Trustee may have been fixed by the some Qazi. Hamwi Sharhe Ashbah printed Lucknow Page 179 ccpied from Fatwa Zahiruddin.

قاضی البلد اذا نصب رجلاً متولیاً للوقف بعد ما قلده الحاکم للحکومة فلیس للحاکم علی الوقف سبیل حتی لا یملک الاجازة ولا غیرها

Translation . - A king appointed a Qazi and after it the Qazi fixed a Trustee on a waqf.

Now the king has no connaction with the waqf nor has he any power of its contract etc

Another style from Isonal Hukum copied from Fatwa Imam wabri.

لاتدخل ولایة السلطان علی ولایة المتولی فی الوقف

Translation :- A king can not interfare a waqf against a trustee's authorities.

In this case the higher officers or governors are not Mohammedan once and therefore they do not know the schemes of "Shara" as a Mohammedan trustee knowers.

The trustees can discharge an Imam when the Imam leaves the Sunni doctrine or an open sin against "Shara" or there may be found in him some thing wich may be the cause of abborrance wich decreeses number of people at prayers or he may be disobadient against the maneging rules of affairs of the mosque or assambly of persone at prayers or there may be somthing such in him:otherwise he will not be discharged without fault.

See Raddul Muhtar constant in ople Volume 3 page 597:-

قال فی البحر واستفید من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها

marfat.com

لصاحب وظيفة فی جنحة وتف بغير جنحة وعدم اهلية

Translation :- It is said in "Bahrul Raeque" Motawalli can not be dismissed without faults From this it is manifested that any receivers of a salery of a waqf cannot be discharged until his fault be proved or he may be proved to be unfit for his duties.

امر برقمہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ؎

۱؎ فقیہ اسلام۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں، اسلامک پبلیکیشنز پٹنہ ص ۱۶۳ تا ۱۶۹

marfat.com

مولانا احمد رضا بریلوی فتویٰ نویسی میں اپنے ہمعصروں میں سب پر فوقیت رکھتے تھے۔ انکی فتویٰ نویسی کا یہ عالم تھا کہ اکناف عالم سے استفتے آتے تھے اور بیک وقت چار چار پانچ پانچ سو استفتے جمع ہوجاتے تھے۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد آپ کی فتویٰ نویسی کے بارے میں رقم طراز ہیں: "مولانا احمد رضا بریلوی فتویٰ نویسی میں غیر معمولی مہارت کی وجہ سے نہ صرف پاکستان وہندوستان بلکہ چین امریکہ، افریقہ اور ممالک عربیہ کے مرجع تھے۔ ان کے دار الافتار میں ایک وقت میں چار چار اور پانچ پانچ سو فتوے جمع ہوجایا کرتے تھے ان کے زمانے میں شاید ہی کوئی ایسا دار الافتار موجود رہا ہو جہاں اس کثرت سے فتوے آتے ہیں"۔[1]

مولانا احمد رضا بریلوی فقہی جزئیات میں غیر معمولی صلاحیت کے مالک تھے بلکہ وہ فقہ کی جزئیات وکلیات کے عظیم محقق تھے انہوں نے فقہ میں تحقیق کے ایسے جواہر پارے بکھیرے کہ جس کو دیکھ کر اہل دانش وخرد انگشت بدنداں رہ گئے۔ مثلاً وہ پانی جس سے وضو جائز ہے اس کی ایک سو ساٹھ ۱۶۰ قسمیں بیان کیں۔ اور وہ پانی جس سے وضو ناجائز ہے اس کی ایک سو چھیالیس ۱۴۶ قسمیں بیان کیں۔ اسی طرح پانی کے استعمال سے عجز کی ایک سو پچھتر ۱۷۵ صورتیں بیان کیں اور اس موضوع پر ایک مفصل رسالہ تصنیف کیا جس کا عنوان ہے۔ "صح النادء فیما یورث العجز عن الماء"

ماء مطلق اور مقید کی تعریف میں بھی ایک رسالہ تصنیف کیا جس کا عنوان ہے "النور والنورق الاسفار ماء مطلق"۔

وہ اشیاء جن سے تیمم جائز ہے ان کی ایک سو اکیاسی ۱۸۱ قسمیں بیان کیں۔ ۷۴ منصوصات اور ایک سو سات مزیدات (مصنف مولانا احمد رضا بریلوی)۔ اور وہ اشیاء جن سے تیمم جائز نہیں ان کی ایک سو تیس قسمیں بیان کیں ۵۸ منصوصات اور ۷۲ مزیدات (مولانا احمد رضا بریلوی) نیز مولانا احمد رضا بریلوی نے ان فقہی جزئیات میں مزید اپنی تحقیق کے ذریعہ اضافہ کیا ہے جو شرعی

---

[1] حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۱۲

marfat.com

احکامات اور اوامر و نواہی پر مشتمل ہیں۔ اولاً علمائے اصولیین نے ان کو پانچ قسموں میں تقسیم کیا ہے پروفیسر مجید اللہ قادری نے مولانا احمد رضا بریلوی کی تحقیق کا بایں طور جائزہ لیا ہے۔

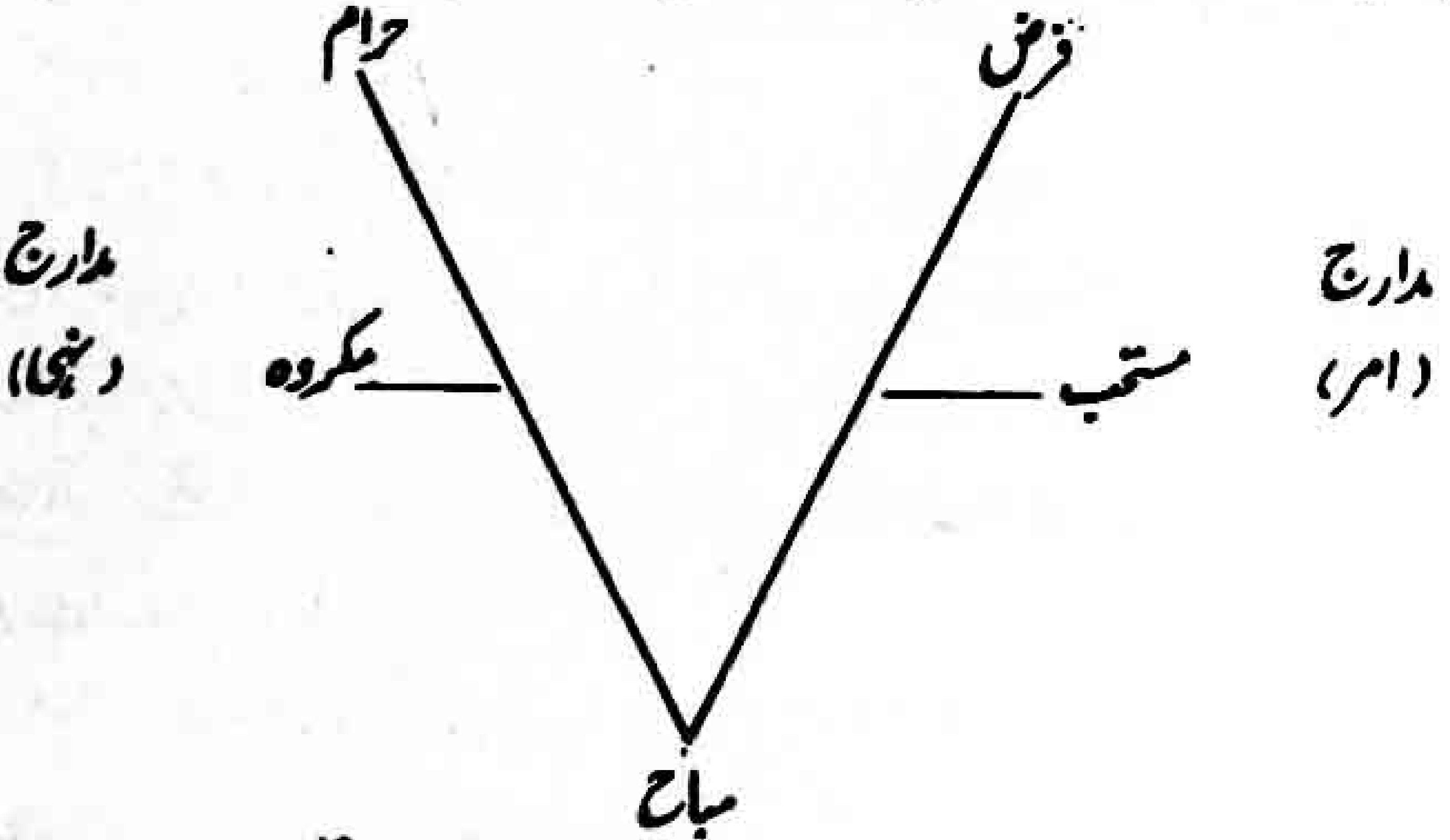

بعد ازاں علمائے اصولیین نے اس میں مزید توسیع کی اور ان کو پانچ کے بجائے سات اقسام میں اس طرح تقسیم کیا۔

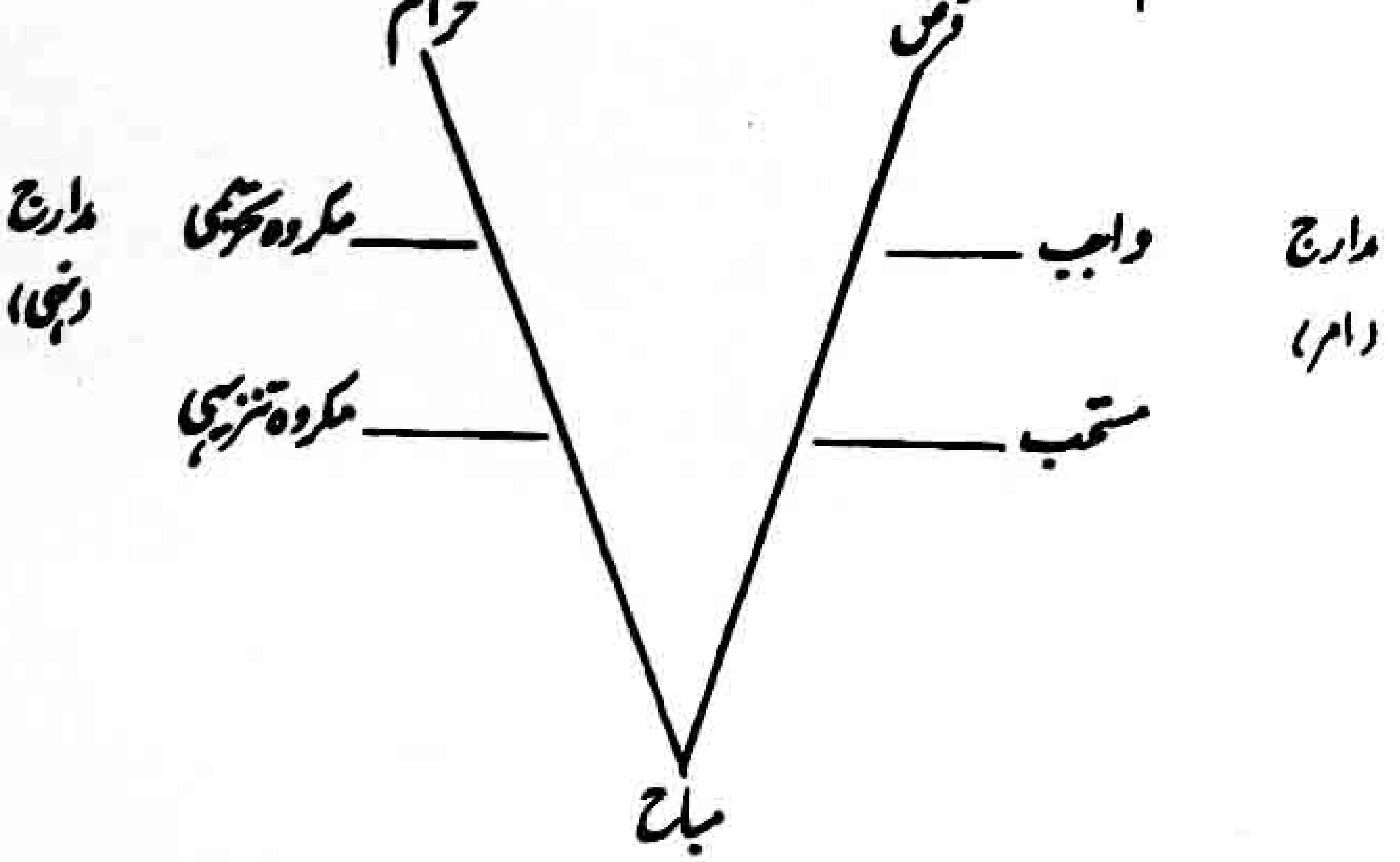

marfat.com

بعد میں اصولیین نے مزید کام کیا اور احکام شرعیہ کی روشنی میں مزید توسیع کی اور ان کو پھیلا کر نو مدارج میں تقسیم کیا اور ان کی ترتیب کچھ اس طرح ہوئی۔

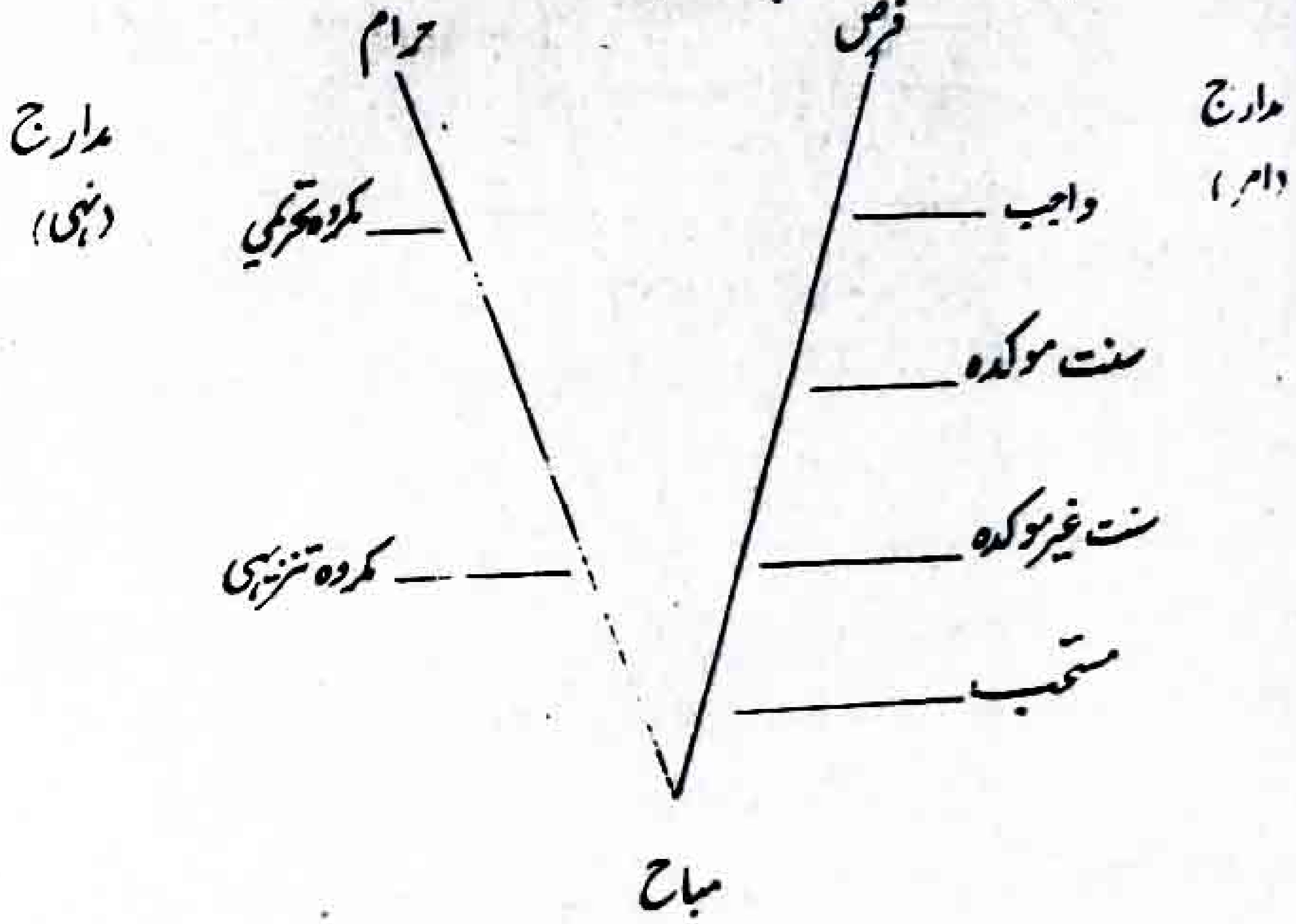

مولانا احمد رضا بریلوی نے ان علمائے اصولیین کی تحقیق پر مزید تحقیق فرمائی اور ان کے دیئے گئے نو مدارج میں اضافہ بھی فرمایا اور اوامر و نواہی کا توازن قائم کیا۔ چنانچہ آپ نے جن گیارہ مدارج کی اصولی ترتیب فرمائی وہ مندرجہ ذیل خاکہ میں دکھائی گئی ہے۔ ان احکامات کی شرعی حیثیت میزان مقابلہ میں کمال اعتدال یہ ہے کہ ہر ایک اپنی نظیر کا مقابل ہے

marfat.com

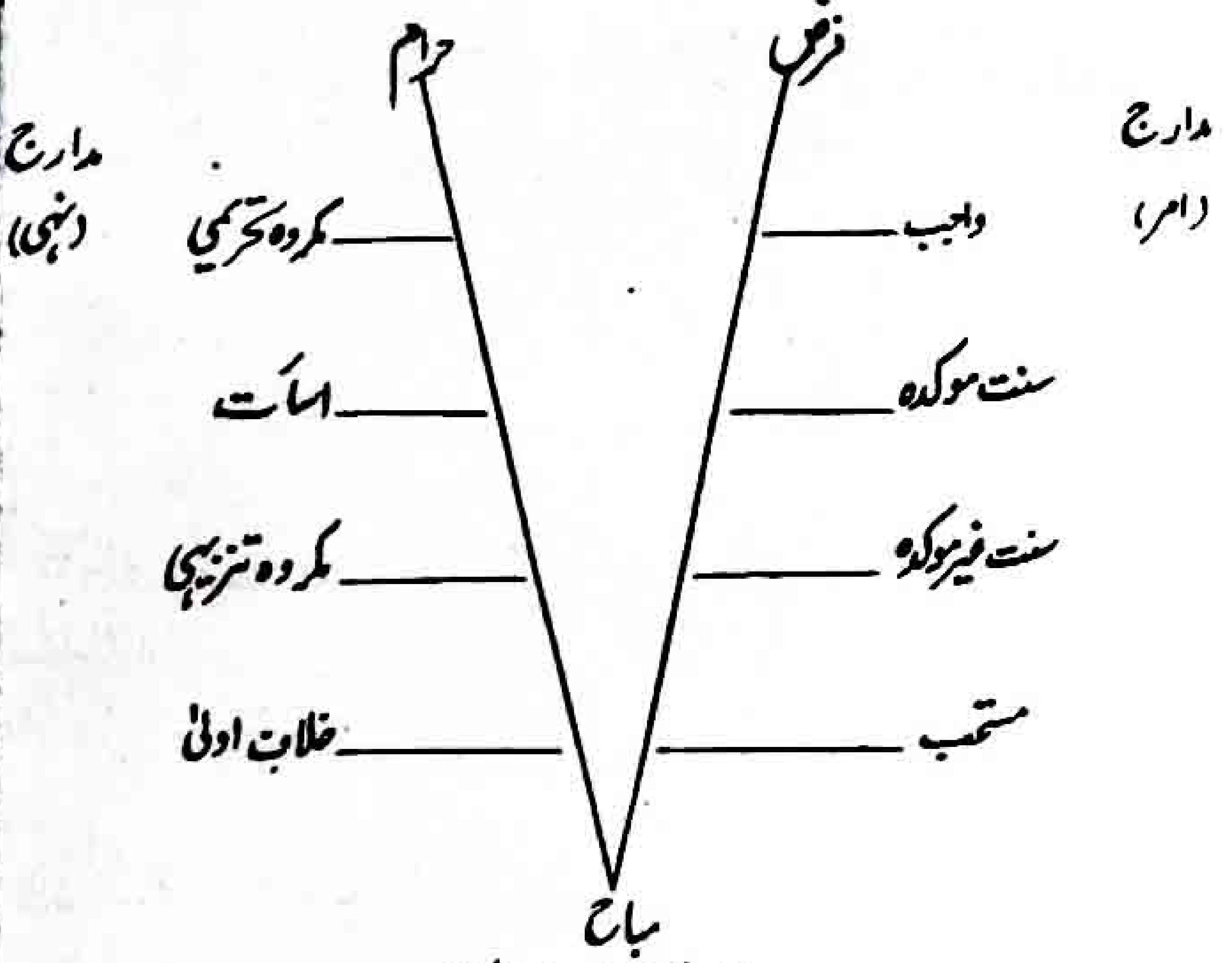

میزان مولانا احمد رضا بریلوی

اوران سب کے وسط میں مباح خالص ہے۔ احکام کی یہ تمام قسمیں مشترک طور پر کلام فقہاء میں مستعمل ہیں لیکن یکجا طور پر ان گیارہ اقسام کا بیان سوائے امام احمد رضا کے پورے عالم اسلام میں نہیں ملتا اس امت پر ان کا کتنا بڑا احسان ہے۔ ۱؎

۱؎ فتاویٰ رضویہ کا موضوعاتی جائزہ۔ پروفیسر مجید اللہ قادری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۸/۹

marfat.com

علمِ سائنس

امام احمد رضا بریلوی علومِ مشرقیہ کے علاوہ علوم قدیمہ وجدیدہ پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ علومِ جدیدہ ہی میں علم سائنس بھی ہے جس کا نام عصر حاضر میں بڑے ہی فخر ومباہات کے ساتھ لیا جاتا ہے اور اس کو بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ علم سائنس پر امام احمد رضا کی بڑی گہری نظر تھی وہ علم سائنس کو اسلام کی روشنی میں دیکھتے اور پرکھتے تھے اگر اس کے نظریات اسلام کے مطابق ہوتے تو اس کو قبول کر لیتے اور اگر اسلامی نظریات سے متعرض ہوتے تو اس کو ٹھکرا دیا کرتے تھے اور پھر اس کا رد وابطال کرتے ہوئے اس موضوع پر اسلامی موقف اور نظریہ کو واضح کرتے۔

چنانچہ جب جدید سائنس والوں نے زمین کی گردش اور سورج کے سکون کا قول کیا اور اپنی تحقیقات سے ثابت کیا کہ سورج اپنے مستقر میں ٹھہرا ہوا ہے اور زمین اس کے ارد گرد چکر کاٹ رہی ہے۔ تو فوراً مولانا احمد رضا بریلوی کا قلم حرکت میں آگیا اور جدید سائنس والوں کے مذکورہ قول یا تحقیق کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے قرآن وحدیث نیز قدیم سائنس دانوں کی تحقیقات سے ثابت کیا کہ جدید سائنس دانوں کی مذکورہ تحقیق بے سرو پا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ زمین اپنے مستقر میں ٹھہری ہوئی ہے اور سورج چل رہا ہے جیسا کہ قرآن پاک کا واضح لفظوں میں اعلان ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝
سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے یہ سادھا ہوا ہے زبردست علم والے کے لئے (قرآن عظیم پ)

marfat.com

چنانچہ جب مشہور سائنس داں پروفیسر حاکم علی پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور نے اپنے ایک مکتوب کے ذریعہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو جدید سائنسی نظریات کو قبول کر لینے کی دعوت دی اور اس کے مفاد کو بھی سمجھایا تو فاضل بریلوی نے اس کے جواب میں لکھا:

"محب فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونصوص میں تاویلات دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے اختلاف ہے سب میں مسئلۂ اسلامی روشن کیا جائے۔ دلائلِ سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔ جابجا سائنس ہی کے اقوال سے مسئلۂ اسلامی کا اثبات ہو سائنس کا ابطال ہو یوں قابو میں آئے گی۔ اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہٖ تعالیٰ دشوار نہیں آپ اسے بچشم پسند دیکھتے ہیں و عین الرضا عن کل عیب کلیلۃ" [۱]

چنانچہ مفتی تقدس علی خاں صاحب مولانا احمد رضا بریلوی اور پروفیسر حاکم علی کی ملاقات اور سائنس کے موضوع پر مذاکرات کا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"میں نے اپنے زمانہ طالب علمی میں دیکھا ہے کہ جب کبھی مولوی حاکم علی بریلی شریف تشریف لاتے تو مولوی صاحب اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں مختلف سائنسی آلات کو کوئیں میں معلق کر کے حرکت زمین یا عدم حرکت زمین کے متعلق تجربات کیا کرتے تھے اور اس مسئلہ پر مفصل و مدلل بحث ہوا کرتی تھی اگرچہ اس وقت مجھ میں اس بحث و دلائل کی سمجھ نہیں تھی مگر پھر بھی بغور اس دلچسپ کھیل کو دیکھا کرتا تھا" [۲]

مولانا احمد رضا بریلوی اپنی کتاب "فوز مبین در رد حرکت زمین" میں حرکت زمین کا رد و ابطال کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛

۱۔ معارف رضا ۱۹۸۳ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۷

۲۔ ” ” ” ” ص ۳۰۶

"اقول ہر عاقل جانتا ہے کہ جہات ستہ میں چپ و راست، پس و پیش پہلو بدلنے سے بدل جاتے ہیں۔ مشرق کو منہ کرو تو مشرق آگے مغرب پیچھے جنوب داہنے اور شمال بائیں ہے اور مغرب کی طرف متوجہ ہو تو سب بدل جائیں گے کہ ان میں تمہارے اعضاء منہ اور پیٹھ اور بازوؤں کا اعتبار ہے یہ جس طرف ہوں گے وہ سمت پیش و پس راست و چپ ہوگی مگر زیر و بالا میں تمہارے سر و پا کا اعتبار نہیں کہ جدھر سیدھے وہ اوپر ہے اور جدھر پاؤں ہے وہ نیچے بلکہ وہ جہتیں خود متعین ہیں۔ سیدھے کھڑے ہونے میں جو جانب فوق اور دوسری تحت ہے۔ الٹے ہو جاؤ جب بھی فوق و تحت وہی رہیں گے۔ اب یہ نہ ہوگا کہ سر کی طرف اوپر ہے اور پاؤں کی طرف نیچے بلکہ یہ ہوگا کہ اب تمہارا سر نیچے اور پاؤں اوپر ہے۔ اگر مرکز شمس جیسا کہ ہیئات جدیدہ کا گمان ہے وہ مرکز ساکن و تحت حقیقی ہو، زیر و بالا کی بھی وہی حالت ہو جائے گی جو ان چاروں جہات کی تھی۔ جب آفتاب طلوع سے ایک خفیف دوپہر کے بعد یا غروب سے ایک خفیف دوپہر سے پہلے افق حسی کی محاذات میں آئے تو اگر اس کی طرف پاؤں کر کے لیٹو تو سر اوپر ہے اور پاؤں نیچے کہ مرکز شمس سے قریب تر ہیں اور اسی وقت سر جانب شمس کر کے لیٹ جاؤ تمہارا سر نیچا ہو گیا اور ٹانگیں اوپر کہ اب سر مرکز شمس سے قریب ہے۔ اسی طرح جو سیارہ، یا ثابتہ یا قمر یہی حالت ہوگی سوائے زمین کے کہ اس مرکز کو تحت حقیقی ماننے سے سب شکلیں ٹھیک رہتی ہیں۔ لاجرم وہ مرکز ساکن ہے اور حرکت زمین باطل ہے۔ ؎۱

مولانا احمد رضا بریلوی کے مذکورہ بالا نظریات پر اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا بریلوی نے نیوٹن اور آئن اسٹائن کے نظریات کا تعاقب کیا ہے اور اپنے منطقی دلائل دیئے ہیں اس مخالفت میں وہ تنہا نہیں بلکہ اور سائنس داں بھی ہیں۔ جنوری ۱۹۸۲ء میں رائچور (صوبہ کرناٹک) میں ہندوستانی سائنس دانوں کی دو روزہ کانفرنس ہوئی جس میں بعض سائنس دانوں نے اپنے ۲۳ سالہ تجربے اور مشاہدے کی بنا پر نیوٹن کے نظریہ کشش ثقل کو رد کیا اور دوسرے

؎۱ نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان — ؟ فوز مبین در رد حرکت زمین۔ امام احمد رضا قادری۔ مکتبہ سنی دنیا بریلی ص ۱۴۷

marfat.com

سائنس دانوں کو دعوت فکر دی اسی طرح مسٹر برنٹ (Barnet) نے اپنی کتاب The Universe and Dr. Elnstien میں نظریہ اضافت کے حوالے سے لکھا ہے کہ آئن اسٹائن کی نظر میں "دنیا میں کوئی ایسا متعین ضابطہ اور معیار نظر نہیں آتا جس سے انسان حتمی طور پر زمین کی حرکت کا اندازہ کر سکے یا دوسرا کوئی متحرک نظام معلوم کر سکے نہ کوئی ایسا طبعیاتی تجربہ ہوا جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ واقعی زمین حرکت کر رہی ہے"۔[۱]

چنانچہ علامہ شبیر احمد مولانا احمد رضا بریلوی کی سائنسی بصیرت کی پذیرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

His contribution to scince are no less important he refuted the theories and conclusions of (Aristotle) Newton and kapler. He prosed with conclusive evidence that the earth was stationary and did not revolve round the sun.

ان کی خدمات سائنس میں کچھ کم اہمیت نہیں رکھتیں انہوں نے کیپلر، نیوٹن اور ارسطو کے فیصلوں اور نظریوں کو رد فرمادیا۔ انہوں نے تحقیق و تنقیح سے ثابت کر دیا کہ زمین ساکن ہے آفتاب کے گرد چکر نہیں کاٹتی۔[۲]

جہاں فاضل بریلوی کے مندرجہ ذیل رسائل خاص کر علم سائنس میں ہیں جیسے "فوز مبین در رد حرکت زمین" اور "معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین" —— وہیں ضمنی طور پر فاضل بریلوی کے چند ایسے رسالوں کا ذکر ملتا ہے جو علم سائنس سے متعلق ہیں مثلاً "البیان شافیا لفونو غرافیا" ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء۔ اس رسالے میں گراموفون میں تبدیل کی گئی آواز کے سننے اور ان پر عمل کرنے کے احکام واضح کیے گئے ہیں۔ فونو گرافی پر بحث کرتے ہوئے دو متعدد

۱۔ معارف رضا ۱۹۹۳ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی صفحہ ۱۲۸

۲۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ شمارہ اکتوبر ۱۹۸۵ء صفحہ ۲۷

marfat.com

قائم کئے گئے ہیں مقدمہ اولیٰ میں مندرجہ ذیل مباحث شامل ہیں۔

(۱) آواز کیا چیز ہے ؟

(۲) کیونکر پیدا ہوتی ہے ۔ ؟

(۳) کیونکر سننے میں آتی ہے ؟

(۴) اپنے ذریعہ حدوث کے بعد باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہو جاتی ہے۔

(۵) کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے۔

(۶) آواز کنندہ کی طرف اس کی اضافت کیسی ہے وہ اسکی صفت ہے یا کسی چیز کی ۔ ؟

(۷) اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں ۔ ؟

مندرجہ بالا نکات پر فاضلانہ اور محققانہ بحث کے بعد مقدمہ ثانیہ شروع ہوتا ہے جس میں ان امور پر بحث ہے۔

(۱) وجود فی الاعیان

(۲) وجود فی الاذہان

(۳) وجود فی العبارۃ

(۴) وجود فی الکتابت ؎۱

یوں ہی فاضل بریلوی کا رسالہ " رجب الساحت فی میاہ لا لیستوی وجہہا وجوبہا فی المساحۃ " مار جامد اور ما، جاری کی تعریف ۔ یہ فتویٰ علم طبیعات کا تحقیقی مقالہ معلوم ہوتا ہے ۔ الدقۃ و البیان بعلم الرقۃ والسیلان " ترکیب اجسام پانی کے رنگ اور شعاعوں کے انعکاس وانعطاف وغیرہ کے بارے میں بحثیں بھی علم طبیعات سے متعلق ہیں۔ جنس ارض کی تحدید و تعدید اور جنس ارض کے آثار سے متعلق یہ فتویٰ ارضیات سے متعلق ایک تحقیقی مقالہ معلوم ہوتا ہے " المطر السعید علیٰ بنت جنس الصعید ،

؎۱ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۱۴/۱۱۵

marfat.com

مندرجہ ذیل بحثیں بھی ارضیات وطبیعیات وغیرہ سے متعلق ہیں۔

(۱) پتھر کس طرح بنتا ہے؟

(۲) ضعیف الترکیب جسم منطبع بالنار نہیں ہو سکتا۔

(۳) پارہ آگ پر کیوں نہیں ٹھہرتا۔؟

(۴) آگ جسم میں کیا اثرات پیدا کرتی ہے؟

(۵) سونے چاندی کے پگھلنے کا سبب۔

(۶) جملہ معدنیات کا تکون گندھک اور پارہ کے ازدواج کے باعث ہے۔

(۷) کبریت نر ہے اور پارہ مادہ۔ انہیں کے اختلاف مقادیر واصناف واوصاف واحوال سے مختلف معدنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ ما

الغرض اگر "مولانا احمد رضا بریلوی اور علوم سائنس" کے موضوع پر تحقیقی مقالہ قلم بند کیا جائے تو ایک ضخیم تحقیقی مقالہ تیار کیا جا سکتا ہے جس سے اس بات کا بخوبی انکشاف ہو سکے گا کہ فاضل بریلوی کا علوم سائنس میں کیا مقام ہے وہ ایک مسلمان سائنس داں کی حیثیت سے عروج وارتقائی کس منزل پر فائز ہیں۔

ما حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۳۰/۱۳۱

marfat.com

علم ریاضی

مولانا احمد رضا بریلوی کو جہاں تمامی علوم و فنون پر دسترس و مہارت حاصل تھی وہیں علم ریاضی کے بھی وہ ایک ماہر استاد سمجھے جاتے تھے۔ جبکہ یہ علم انہوں نے کسی استاد سے حاصل نہیں کیا تھا بلکہ ملہم غیبی نے ان کو اپنی جانب سے عطا کیا تھا۔ اور جس کے لئے عطائے ربانی کے دروازے کھل جائیں پھر وہ محتاج نہیں رہ جاتا بلکہ غنی ہو جاتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ٥

چنانچہ سید ایوب علی کا بیان ہے کہ کسور اعشاریہ متوالی میں نصاری تیسری قوت سے زیادہ کا سوال حل کرنے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ فقیر کو بھی اسی قدر واقفیت تھی مگر حضور (مولانا احمد رضا خاں صاحب) نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جس قوت کا سوال دیا جائے حل کر دوں گا اس کے بعد مجھے اور برادرم قناعت علی کو وہ قاعدہ تفہیم فرما کر دو چار مثالیں بھی حل کرا دیں۔ اس کے بعد ہی ایک خط جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج کا حضور کی خدمت میں بایں مضمون آتا ہے کہ "ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جو ریاضی میں تقریباً ولایت کی تمام ڈگریاں اور تمغہ جات حاصل کئے ہوئے ہیں، عرصہ سے حضور کی ملاقات کے مشتاق ہیں چونکہ ایک جینٹل مین اور انگریزی وضع قطع کے آدمی ہیں اس لئے آتے ہوئے جھجکتے ہیں مگر اب میرے کہنے اور لیے اشتیاق ملاقات سے آمدگی ظاہر کی ہے۔ قیام نواب ضمیر احمد کے بنگلہ پر ہوگا۔ لہٰذا اگر وہ پہونچیں تو انہیں باریابی کا موقع دیا جائے۔

حضور نے مولانا صاحب کو جواب بھیج دیا کہ وہ بلا تکلف تشریف لے آئیں فقیر منتظر رہے گا۔

marfat.com

یہ وہ زمانہ تھا کہ بدایونی مقدمہ چل رہا تھا۔ دو چار روز کے بعد ڈاکٹر صاحب نے نواب صاحب کے بنگلہ سے اطلاع کی کہ میں پانچ بجے حاضر خدمت ہوں گا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر موٹر آگیا ہم دونوں اس وقت موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو اندر بلالیا گیا شاید نماز عصر ہونے والی تھی ....

.... بعد نماز کچھ باہمی گفتگو رہی۔ حضور نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں اکثر اشکال قلمی مثلث اور دوائر کے بنے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو دکھایا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب نہایت حیرت واستعجاب سے اسے دیکھ رہے تھے اور بالآخر فرمایا کہ میں نے اس علم کے حاصل کرنے میں غیر ممالک کے اکثر سفر کئے مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہیں ہوئیں میں تو اپنے آپ کو طفل مکتب سمجھ رہا ہوں۔ مولانا! یہ تو فرمایئے آپ کا اس فن میں استاد کون ہے۔

حضور نے ارشاد فرمایا میرا کوئی استاد نہیں۔ میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے صرف چار قاعدے جمع، تفریق، ضرب، تقسیم محض اس لئے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چغمینی شروع کی تھی کہ والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو مصطفےٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں یہ سب سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم ہے۔

اس کے بعد کسور اعشاریہ متوالیہ کی قوت کا تذکرہ آیا ڈاکٹر صاحب نے بھی وہی فرمایا کہ تیسری قوت تک ہے اس پر حضور نے ببری اور قناعت علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ میرے در بچے بیٹھے ہیں انہیں جس قوت کا آپ سوال دے دیں یہ حل کر دیں گے۔

ڈاکٹر صاحب متحیر ہو کر ہم دونوں کو دیکھنے لگے۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا کہ حضور اس کا کیا سبب ہے کہ آفتاب حقیقۃً طلوع نہیں ہوا گر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طلوع ہو گیا ہے۔ اس کا جواب علمی اصطلاح میں حضور نے دیا جسے فقیر بیان کرنے سے قاصر ہے۔ ہاں جو مثال بیان فرمائی وہ یہ تھی کہ کسی بند کمرے میں جھروکوں سے اگر روشنی پہونچتی ہو تو باہر کے چلنے پھرنے

marfat.com

والوں کا سایہ الٹا نظر آتا ہے یعنی سر نیچے اور پاؤں اوپر اس کے علاوہ اور مشاہدہ کیجئے۔

حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا حاجی صاحب! ایک طشت میں تھوڑا سا پانی ڈال کر ایک روپیہ اس میں ڈال دو۔

انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔

اب حضور نے ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ کھڑے ہو کر دیکھئے برتن میں روپیہ نظر آتا ہے کہ نہیں۔!

انہوں نے کچھ فاصلے سے دیکھ کر عرض کیا۔ ہاں نظر آرہا ہے۔

فرمایا ذرا پیچھے ہٹ آیئے۔

فرمایا اب دکھائی نہیں دیتا۔ حضور نے حاجی صاحب کو اشارہ کیا۔ انہوں نے تھوڑا سا پانی برتن میں ڈال دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا اب نظر آنے لگا۔

فرمایا اور دو قدم پیچھے کو آجایئے۔

پھر روپیہ نظر سے غائب تھا۔ حاجی صاحب نے اور پانی ڈالا پھر روپیہ نمایاں تھا۔

بعدہٗ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ افسوس یہ ہے کہ میں عربی سے ناواقف ہوں اور آپ انگریزی سے۔ کیا اچھا ہوتا کہ عربی کتب کا ترجمہ اردو میں ہو جاتا پھر میں انگریزی کرکے شائع کر دیتا۔ اور فرمایا میرے یہاں کالج کی لائبریری (کتب خانہ) میں ایک کتاب عربی میں ہے جس کا وجود دنیا میں معدودے چند نسخوں پر ہے۔" ۱؎

آگے چل کر مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں:

" جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ القوی کہتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے ان سوالوں کے جواب میں کہ کیا وجہ ہے کہ آفتاب قبل طلوع کے .... معلوم ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح غروب ہونے کے .... معلوم ہوتا ہے۔

۱؎ ماہنامہ مہرِ ماہ، لاہور، ماہ ستمبر ۱۹۹۰ء ص ۹/

marfat.com

غالباً اعلیٰ حضرت نے یہ جواب دیا ہوگا جو سید صاحب کی سمجھ میں نہ آیا اور اسے نہ لکھ سکے وجہ اس کی یہ ہے کہ علم المناظرہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ نگاہ جب دو ملار مختلف میں ہو کر گذرے جو کثافت میں اور لطافت میں اختلاف رکھتے ہوں۔ تو خطوط شعاعیہ جب ان دونوں ملار کے ملتقی پر پہونچیں گے ٹوٹ جائے گی اور جس سمت پر جارہی تھی اس کے نیچے ہو کر گذرے گی یہی وجہ ہے کہ اگر دریا یا تالاب میں کوئی لکڑی سیدھی اس طرح قائم کی جائے کہ اس کا ایک حصہ پانی میں ہو اور ایک حصہ باہر تو پانی کی سطح پر جو اس کا حصہ ہے نگاہ سے دیکھنے میں ٹوٹا ہوا معلوم ہوگا کہ پہلے نگاہ ملار ہوا میں گزری پھر ملار آب میں کہ بہ نسبت ملار ہوا کے کثیف تر ہے یوں ہی طلوع و غروب کے وقت آسمان کی طرف دیکھنے میں نگاہ کو دو ملار قطع کرنا پڑتا ہے ایک عالم نسیم کا کہ کثیف ہے دوسرا اس کے بعد ہوا کا کہ بہ نسبت اس کے لطیف ہے۔ لاجرم خطوط شعاعیہ ملتقی پر پہونچکر ٹوٹ جائے گی اور نیچے ہو کر گذرے گی تو افق حقیقی کہ بہ ظاہر نگاہ کو وہیں تک پہونچنا چاہیئے تھا۔ اس انکسار کے سبب نگاہ اس سے نیچے پہونچے گی اور آفتاب جانب شرق قبل اس کے کہ افق پر آئے ہمیں مرئی ہوگا اور جانب غرب بعد اس کے کہ افق سے گذر جائے مرئی رہے گا۔ واللہ اعلم [1]

---

[1] ماہنامہ مہر و ماہ لاہور ماہ ستمبر ۱۹۹۰ء ص ۱۰

marfat.com

علم نجوم وہیأت وتوقیت

مولانا احمد رضا بریلوی علم نجوم و علم ہیأت و توقیت میں ماہرانہ کمال رکھتے تھے جبکہ عصر حاضر میں ان علوم کے جاننے والے کرۂ ارض سے ناپید و محدود ہوتے جارہے ہیں اور خاص کر علماء کرام میں اس کی شرح تین چار فیصد سے زائد نہ ہوگی۔ جبکہ اکابر علماء کرام ان علوم کے غواص ہوا کرتے تھے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کا بھی شمار انہیں علماء کی فہرست میں ہوتا ہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی کے زمانہ میں سان فرانسکو امریکہ کا ایک مشہور منجم و ہیئت داں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا نے پیشین گوئی کی کہ:

"۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل، نیچون یہ چھ سیارے جنکی طاقت سب سے زائد ہے قران میں ہوں گے آفتاب کے ایک طرف ۲۶ درجے کے تنگ کے فاصلہ میں جمع ہو کر اسے بقوت کھینچیں گے اور وہ ان کے ٹھیک مقابلہ میں ہوگا اور مقابلہ میں آتا جائے گا۔ ایک بڑا کوکب یورینس سیاروں کا ایسا اجتماع تاریخ ہیأت میں کبھی نہ جانا گیا۔ یوریبنس اور ان چھ میں مقناطیسی لہر آفتاب میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کرے گی۔ ان چھ بڑے سیاروں کے اجتماع سے جو بیس صدیوں سے نہ دیکھا گیا۔ ممالک متحدہ کو دسمبر میں بڑے خوفناک طوفان آب سے صاف کر دیا جائے گا۔ یہ داغ شمس ۱۷ دسمبر کو ظاہر ہوگا جو بغیر آلات کے آنکھ سے دیکھا جائے گا۔ ایسا داغ کہ بغیر آلات کے دیکھا جائے آج تک ظاہر نہ ہوا اور یہ وسیع زخم آفتاب کے ایک جانب ہوگا۔ یہ داغ شمس کرۂ ارض میں تزلزل ڈالیگا طوفان بجلیاں اور سخت مینھ اور بڑے زلزلے ہوں گے زمین ہفتوں میں اعتدال پر آئے گی۔

marfat.com

امریکی منجم پروفیسر البرٹ. ایف پورٹا کی مذکورہ پیش گوئی بانکی پور پٹنہ کے انگریزی اخبار ایکسپریس میں ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو شائع ہوئی۔

مولانا احمد رضا بریلوی کے شاگرد و خلیفہ مولانا ظفرالدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس اخبار کے دوسرے ورق کا پہلا کالم تراش کر فاضل بریلوی کی خدمت میں ارسال کیا اور امر واقعہ کی صحیح صورت حال جاننا چاہا۔

فاضل بریلوی نے مولانا ظفرالدین بہاری کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے باضابطہ ایک رسالہ "معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین" تحریر کر ڈالا۔

فاضل بریلوی پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کی پیش گوئی کو لغو و باطل قرار دیتے ہوئے رسالہ کے آخر میں رقمطراز ہیں۔

"بالفرض یہ سب کچھ صحیح پھر آفتاب کے داغوں کو زمین کے زلزلوں، طوفانوں، بجلیوں اور بارشوں سے کیا نسبت ہے۔ کیا یہ احکام منجموں کے لئے بے سر و پا خیالات کے مثل نہیں کہ فلاں گردہ یا جوگ یا نچھتر کے اثر سے دنیا میں یہ حادثات ہوئے جس کو تم بھی خرافات سمجھتے ہو۔ اور واقعی خرافات ہیں۔ پھر آفتاب کیا امریکہ کی پیدائش یا دہیں کا ساکن ہے کہ اس کی مصیبت خاص ممالک متحدہ کا صفایا کر دے گی۔ کل زمین سے اس کا تعلق کیوں نہ ہوا یہاں منجم پر اور مواخذات بھی ہیں مگر ۱۷ دسمبر کے لئے ۱۷ پر ہی اکتفا کریں۔"[1]

چونکہ پروفیسر البرٹ ایف پورٹا نے اپنی پیش گوئی خاص کر ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کے لئے کی تھی۔ اس لئے فاضل بریلوی نے صرف ۱۷ دلائل قاہرہ پر اکتفا کیا۔ چنانچہ رسالہ مذکورہ میں دلیل نمبر ۶ کے تحت لکھتے ہیں،

"عطارد تو سب سے چھوٹا اور اس کے حساب سے باقی ۱۳ ہی درجے کے فاصلے میں ہیں ۲۶ کا آدھا ہے تو ایسی عظیم ہاتھی مع لوریس اس چھوٹی سی چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں۔ منجم نے اسی مضمون

---

[1] معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین امام احمد رضا قادری، مرکزی مجلس رضا لاہور ص۱۶

marfat.com

میں کہا ہے :

" دو سیارے ملے ہوئے کافی ہیں ایک چھوٹا داغ شمس میں پیدا کرنے اور ایک چھوٹا طوفان برپا کرنے میں تین ان میں سے بڑا طوفان اور بڑا داغ اور چار فی الحقیقۃ ایک بہت بڑا طوفان اور بہت بڑا داغ۔

جب آفتاب میں تین اور چار کا یہ عمل ہے تو بیچارے عطارد و مریخ چار اور پانچ کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں اور زحل پر تو اکٹھے چھ جمع ہیں تو جو نسبت ان کو آفتاب سے ہے اسی نسبت سے ان پر اثر زیادہ ہونا لازم تھا۔ کہ یہ کھینچنے والوں سے چمٹ جائیں لیکن ان میں نافریت بھی رکھی ہے اور وہ انہیں تتر بتر لائے گی جس کا صاف نتیجہ ان کا ریزہ ریزہ ہو کر جواذب میں گم ہو جانا ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ کمزور چیز نہایت قوت کے ساتھ کھینچی جائے اگر دوسری طرف اس کا تعلق ضعیف ہے کھینچ آئیگی ورنہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی یہ سب اگر نہ ہوگا تو کیوں بحالانکہ آفتاب پر اثر ضرب شدید کا مقتضیٰ یہی ہے اور ہوگا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان چھوٹی وہ آپس میں کٹ مر کر فنا ہوں گے نہ آفتاب کہ اس طرف چھر ہیں گے نہ اس کے زخم آئے گا۔ بالجملہ پیش گوئی محض باطل و پادر ہوا ہے۔ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خلق میں جو چاہے کرے۔ اگر اتفاقاً بمشیت الٰہی معاذ اللہ ان میں سے بعض یا فرض کیجیے کہ سب باتیں واقع ہو جائیں جب بھی پیش گوئی قطعاً یقیناً جھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کو اکب پر مبنی ہیں وہ اوضاع فرضی ہیں اور اگر بفرض غلط واقعی بھی ہوئے تو نتائج جن اصول پر مبنی ہیں وہ اصول محض بے اصل اور من گھڑت ہیں جن کا مہمل و بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا۔ اگر جاذبیت صحیح ہے اور اگر یہ اجتماع قائم ہو تو جاذبیت کا اثر غلط ہے بہر حال پیش گوئی باطل واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل "۔ [1]

علم ہیئت و نجوم کی طرح فاضل بریلوی کو علم توقیت میں بھی کمال درجہ مہارت حاصل تھی۔ گویا شب و روز کے چوبیسوں گھنٹے ان کی ہتھیلی پر رکھے ہوئے ہوں۔ وہ لمحہ بہ لمحہ گھنٹہ منٹ اور سکنڈ کی پوری خبر رکھتے تھے۔

---

[1] معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین ۔ امام احمد رضا قادری مرکزی مجلس رضا لاہور ص۲

marfat.com

چنانچہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا بریلوی) بدایوں تشریف لے گئے۔ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبد القادر صاحب قادری برکاتی عثمانی قدس سرہ کے یہاں مہمان تھے۔ مدرسہ قادریہ مسجد خرما میں خود حضرت تاج الفحول امامت فرماتے تھے جب فجر کی تکبیر شروع ہوئی تو حضرت مولانا عبد القادر صاحب نے عالم اہلسنت فاضل بریلوی کو امامت کے لئے آگے بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے نماز فجر کی امامت فرمائی اور قرأت اتنی طویل کردی کہ مولانا عبد القادر صاحب کو بعد سلام کے شک ہوا کہ آفتاب تو طلوع نہیں ہو گیا۔ مسجد سے نکل کر لوگ آفتاب کی جانب دیکھنے لگے۔

یہ حال دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آفتاب نکلنے میں ابھی ۳ منٹ ۴۸ سکنڈ باقی ہیں یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے"۔ ؎۱

؎۱ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ مرکزی مجلس رضا لاہور صفحہ ۱۶۰/۱۶۱

marfat.com

ادبی خدمات

marfat.com

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی ادبی خدمات کا دائرہ بہت ہی اہم اور وسیع ہے وہ مختلف اصناف ادب کے صاحب طرز اور صاحب اسلوب شاعر، ادیب، نثار و نقاد تھے۔ جب ہم ان کی تصنیفات و تالیفات اور تراجم پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو ادب سے متعلق متعدد کتابیں مختلف زبانوں میں مثلاً عربی، فارسی، اردو، ہندی وغیرہ میں ایک منفرد اسلوب نگارش کے ساتھ نظر آتی ہیں جو دوسرے ادیبوں کے ادبی سرمایہ پر فوقیت رکھتی ہیں اگر حضرت فاضل بریلوی کی ادبی خدمات کا تحقیقی جائزہ لیا جائے تو باقاعدہ ایک ضخیم اور مبسوط کتاب تیار ہو سکتی ہے اور ادب کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ پاکستان کے ایک مشہور اسکالر سید ریاست علی قادری حضرت رضا بریلوی کی ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:

" امام احمد رضا پچپن علوم و فنون پر نہ صرف عبور رکھتے تھے بلکہ انہوں نے علم و فن کی ہر صنف پر بے شمار کتابیں تحریر فرمائیں۔ ان کی کتب کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہر موضوع پر ادیبانہ اسلوب نگارش اختیار کرنے پر کتنی قدرت رکھتے تھے۔ ادب و شاعری میں ان کا مقام صف اول کے شہسواروں میں ہوتا ہے۔ ان کی ادبی خدمات سے کسی طرح صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ایک کہنہ مشق ادیب اور بے باک قلمکار تھے ان کی تحریروں میں بلا کی سلاست اور روانی پائی جاتی ہے ان میں جگہ جگہ ادبی شہ پارے نظر آتے ہیں کہ طبیعت جھوم جھوم اٹھتی ہے ان کا حسین انداز بیان زبان کی چستی و ٹھہراؤ، برمحل شیریں الفاظ کا دروبست، استعارات کی جودت، طرز ادا میں نفاست، جذبات میں خلوص، ادائیگی بیان میں مہارت، فکر میں گہرائی انتہا میں بے ساختگی اور رفعت، خیالوں میں شادابی و طہارت ان عناصر کے امتزاج سے وہ اپنی تحریروں کے چہرے کا غازہ تیار کرتے تھے۔ سرعت نگارش کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی نشست

marfat.com

میں پورا رسالہ قلمبند فرمایا ہے۔ نفس موضوع اور بندش الفاظ پر ایسی قدرت کہ ایک دفعہ کے لکھے ہوئے جملے کو قلم زد کرنے کی نوبت نہ آتی تھی۔[1]

جیسا کہ ابھی ابھی ذکر ہوا کہ حضرت فاضل بریلوی صاحب طرز اور صاحب اسلوب ادیب تھے اس دعوے کی دلیل میں حضرت فاضل بریلوی کی اس نعت کو پیش کیا جا سکتا ہے جس میں ذوق تلذذ کا سامان اور عربی، فارسی، اردو اور ہندی کی حسین آمیزش ہے ملاحظہ ہو ۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

البحر علا والموج طغیٰ من بیکس و طوفاں ہوشربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

یا شمس نظرت الیٰ لیلی چوں بطیبہ رسی عرض بکنی ۔
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

لک بدر فی الوجہ الاجمل خط ہالہ مہ زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پر و کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

انا فی عطش و سخاک اتم اے گیسوئے پاک اے ابر کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

یا قافلتی زیدی اجلک رحمے بر حسرت تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

واہا لسویعات ذھبت آں عہد حضور بار گہت
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت دردا وہ مدینہ کا جانا

---

[1] معارف رضا شمارہ ۱۹۸۴ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۶۱/۲۶۲

marfat.com

القلب شجٌ والھم شجون دل زار چناں جاں زیر چنوں
پت اپنی بپت میں کاسے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جانا

الروح فداک فزد حرقا یک شعلہ دیگر برزن عشقا
مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

بس خامہ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشادِ احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

مقالہ نگار نے جب "حضرت فاضل بریلوی کی ادبی خدمات" پر خامہ فرسائی کرنے کے لئے ان کی تصنیفات وتالیفات اور تراجم کا تحقیق وتجسس کے ساتھ مطالعہ کیا تو ادب سے متعلق مندرجہ ذیل کتابیں نظر آئیں جن کی تفصیل اس قدر ہے۔ مگر ان کتابوں میں کمی وبیشی بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ حضرت فاضل بریلوی سے متعلق یہ موضوع بذات خود تحقیق طلب ہے جس پر الگ سے مستقلاً تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے جو اس مقالہ کا دائرہ کار نہیں۔ ملاحظہ ہو ادبی کتابوں کی تفصیلی فہرست۔

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	کیفیت	موضوع
۱	حدائق بخشش	اردو، عربی، فارسی	مطبوعہ	منتخب دیوانِ نعت
۲	اکسیر اعظم	فارسی	مبیضہ	قصائد غوث پاک
۳	دیوان القصائد	عربی	مبیضہ	قصائد ونعت ومنقبت کا مجموعہ
۴	سلسلۃ الذہب ناقیۃ الادب	فارسی	مطبوعہ	شجرۂ عالیہ قادریہ منظومہ
۵	ذریعہ قادریہ	اردو	مطبوعہ	نظم ونعت ومنقبت غوث پاک
۶	فضائل فاروق	اردو	ناتمام	سیدنا فاروق اعظم کے مناقب در نظم
۷	نظم معطر	فارسی	مطبوعہ	رباعیات در شان غوث اعظم

marfat.com

۸	مشرقستانِ قدس	اردو	مطبوعہ	قصیدۂ مدحیہ حضرت نوری میاں
۹	چراغِ انس	اردو	مطبوعہ	قصیدۂ مدحیہ درشان تاج الفحول بدایونی
۱۰	وظیفۂ قادریہ	فارسی	مطبوعہ	قصیدۂ غوثیہ کا نظم ترجمہ مع دعا
۱۱	حضورِ جانِ نور	اردو	مطبوعہ	حاضری اقدس کے موقع پر نعت کہی
۱۲	نعت و استعارات	اردو	ناتمام	نعت شریف کا رسالہ پر مغز۔ استعاروں پر مشتمل
۱۳	سراپا نور	اردو	ناتمام	قصیدۂ نور ۶۰ مطلع پر مشتمل
۱۴	مناقب صدیقہ	اردو	ناتمام	ام المومنین کی منقبت
۱۵	ممادۂ فضل رسول	عربی	مطبوعہ	مولانا فضل رسول بدایونی کی مدح
۱۶	مدائحِ فضل رسول	عربی	مبیضہ	مولانا فضل رسول بدایونی کی مدح
۱۷	نذرِ گدا در تہنیت شادی اسریٰ	اردو	مطبوعہ	معراج اقدس کا بیان
۱۸	الزمزمۃ القمریہ فی الذب عن الخمریہ	اردو	مبیضہ	قصیدۂ غوثیہ پر اعتراضات کے جواب میں
۱۹	مشرقستان اقدس	اردو	مطبوعہ	قصیدۂ مشرقستان پر اعتراض کا جواب
۲۰	شرح مقالہ زاقیہ	•	•	ایک مدعی ادب کے جہالات عربی ادب کا جواب
۲۱	صنائع بدیعہ	عربی فارسی ہندی	مبیضہ مسودہ	دیوان صنائع و بدائع
۲۲	الاستمداد	اردو	مطبوعہ	

حضرت فاضل بریلوی کی مذکورہ ادبی کتابوں میں دو تین کتابیں بہت ہی وقیع معلوم ہوتی ہیں اول نعت واستعارات ۔ جو صنف نعت کا پر مغز اور معلوماتی رسالہ معلوم ہوتا ہے اگر آج یہ رسالہ فراہم ہوتا تو نعتیہ ادب پر کام کرنے والوں کے لئے بیحد مفید و کارگر ثابت ہوتا ۔ یقیناً اس میں فن نعت گوئی کے اسرار و رموز کو بیان کیا گیا ہوگا، واحسرتاہ ۔

دوسری کتاب صنائع بدیعہ جس میں صنائع و بدائع کی خوبیوں پر روشنی ڈالی گئی ہوگی جو

marfat.com

شاعری کے محاسن اور لوازمات سے ہے۔ حضرت فاضل بریلوی کا یہ رسالہ بھی فن شاعری کے اہم رسالوں میں معلوم ہوتا ہے۔ اس کی افادیت کا اندازہ خود اس کے نام ہی سے ہو سکتا ہے اور یہ دونوں رسالے وقعت و اہمیت کے اعتبار سے مولانا حالی کی کتاب "مقدمہ شعر و شاعری" کے ہم پلہ معلوم ہوتے ہیں۔ اگر یہ دونوں رسالے زیور طبع سے آراستہ ہو کر ارباب علم و فن کے ہاتھوں تک پہونچے ہوتے تو آج، اردو ادب کی تاریخ میں حضرت فاضل بریلوی کو ضرور وہ مقام خاص ملا ہوتا جس کے وہ یقیناً مستحق تھے۔

تیسری کتاب کا بھی تعلق ادب ہی سے ہے جس میں انہوں نے ادبی انداز میں عربی ادب کے ایک مدعی کے اعتراضات کے جواب دیئے ہیں۔

ادب کے بارے میں منقول ہے کہ:

"ادب کا بہت بڑا وصف یہ ہے کہ سخت سے سخت مسائل باتوں باتوں میں طے کر دیئے جائیں"[1]

حضرت فاضل بریلوی ادب کے اس مقولے پر بھی مکمل طور سے پورے اترتے ہیں۔ اگر ان کے ادبی کارناموں کا جائزہ لیا جائے تو یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ انہوں نے زندگی کے اہم سے اہم مسائل کو اس طرح نپے تلے، دو ٹوک جملوں میں حل کر دیا ہے کہ عقل محو تماشائے لب بام ہو کر رہ جاتی ہے چنانچہ اپنے زمانے کی سیاست پر تنقید و تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مسلمانو! تم نے دیکھا یہ حالت ہے ان لیڈر بننے والوں کے دین کی۔ کس کس طرح شریعت کو بدلتے، مسلتے، پاؤں کے نیچے کچلتے اور خیر خواہ اسلام بن کر مسلمانوں کو چھیلتے ہیں۔ موالات مشرکین۔ ایک۔ معاہدہ مشرکین۔ دو۔ استعانت بہ مشرکین۔ تین۔ مسجد میں اعلائے مشرکین۔ چار۔ ان سب میں بلا مبالغہ یقیناً قطعاً لیڈروں نے خنزیر کو دنبے کی کھال پہنا کر حلال کیا ہے۔ دین الٰہی کو دیدہ و دانستہ پامال کیا ہے اور پھر لیڈر ہیں، ریفارمر ہیں مسلمانوں کے بڑے راہبر ہیں جو ان کی ہاں میں ہاں نہ ملائے مسلمان ہی نہیں یعنی جب تک اسلام کو کند چھری سے ذبح نہ کرے ایمان ہی نہیں۔"[2]

---

[1] تنقیدی اشارے۔ پروفیسر آل احمد صدیقی ص۲۷   [2] معارف رضا شمارہ ۱۹۸۴ء کراچی ص۳۶

marfat.com

حضرت فاضل بریلوی کی تمام تر تصنیفات اور ادبی کتابوں میں۔ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" کو سب پر فوقیت اور برتری حاصل ہے جس کو اسلام کا انسائیکلوپیڈیا Encyclopaedia قرار دیا جا سکتا ہے جو بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ جس کی بعض جلدیں ایک ہزار صفحات سے زیادہ ضخامت کی حامل ہیں۔ جو ان کا سب سے عظیم ادبی کارنامہ ہے۔

marfat.com

سیاسی خدمات

marfat.com

سیاست کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

کانت بنی اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفھم نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون قالوا فما تامرنا قال فوا ببیعۃ الاول فالاول اعطوھم حقھم فان اللہ سائلھم عما استرعاھم متفق علیہ۔

انبیاء کرام ہی کے ہاتھ میں بنی اسرائیل کی سیاست تھی جب ایک نبی پردہ فرما جاتے تو دوسرے نبی ان کے جانشین ہوتے (اسی طرح تمہاری سیاست میرے ہاتھ میں ہے) میرے بعد چونکہ کسی قسم کا کوئی نبی نہیں اس لئے میری روپوشی کے بعد میرا جانشین کوئی نبی نہیں ہوگا ۱؎

غالباً علامہ اقبال اسی حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی ۲؎

چونکہ حضرت رضا بریلوی ایک جید عالم دین، عظیم شاعر و ادیب، بالغ نظر نقاد اور زبردست عاشق رسول تھے۔ اور عشق رسول تو ان کے وجود میں اس طرح سمایا ہوا تھا کہ ہر چہار جانب ان کو عشق رسول کی ہی جلوہ سامانیاں نظر آتی تھیں یہاں تک کہ عشق مصطفےٰ کو وہ جان قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

۱؎ الانوار رضا شرکت حنفیہ لمیٹڈ لاہور صفحہ ۲۲۴ ۲؎ کلیات اقبال۔ پرویز بکڈپو دہلی صفحہ ۳۰

marfat.com

اور محبت کا تقاضہ بھی محبوب کے نقش پا کی اتباع ہے اسی لئے فاضل بریلوی تاحیات سنت مصطفٰے پر سختی سے کاربند رہے ۔ چونکہ سیاست حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا اہم وطیرہ تھا اس لئے حضرت فاضل بریلوی جہاں دیگر سنتوں پر سختی سے کاربند رہے وہیں انہوں نے سیاست مصطفٰے کو بھی اپنا شیوہ قرار دیا تاکہ دین کو چنگیزی سے بچایا جا سکے ۔

جب ہم حضرت فاضل بریلوی کی سیاسی زندگی کا مطالعہ گہرائی و گیرائی کے ساتھ کرتے ہیں تو ولادت سے لیکر وصال تک کے تمام سیاسی پہلو بڑے ہی نازک ، پرپیچ اور ژولیدہ نظر آتے ہیں ان کے زمانے میں سیاست انتہائی اوتھل پتھل اور نشیب و فراز کی منزل سے گذرتی ہوئی نظر آتی ہے کبھی ترک موالات ، کبھی ہجرت تو کبھی ہندو مسلم اتحاد وغیرہ

مگر حضرت رضا بریلوی کی فکری جولان گاہ ، ان کا سیاسی تدبر بہت ہی واضح اور روشن تھا چنانچہ ترک موالات کے سلسلے میں وہ صرف انگریزوں سے ہی ترک موالات کے قائل نہ تھے بلکہ وہ ہندؤں سے بھی ترک موالات کا حکم صادر فرماتے تھے اس سلسلے میں ان کا موقف الکفر ملۃ واحدۃ تھا وہ فرماتے ہیں

"موالات مطلقاً ہر کافر مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہے ۔ اگرچہ اپنا باپ ، بیٹا ، بھائی یا قریب (عزیز) ہو ۔" ؎۱

حضرت فاضل بریلوی ہر کافر و مشرک کو اسلام کا دشمن اور صرف دشمن ہی نہیں بلکہ دشمن شدید سمجھتے تھے اس لئے کہ وہ ماضی و حال کی روشنی میں ان کی غداریوں مکاریوں کا مشاہدہ کر چکے تھے چنانچہ فرماتے ہیں ۔

کافر ہر فرد و فرقہ دشمن مارا
مرتد مشرک یہود و گبر و ترسا

؎۱ انوار رضا ۔ شرکت حنفیہ لمیٹیڈ لاہور ص ۲۷۵

کافر ہی نہیں بلکہ ہر فرد و فرقہ ہمارا دشمن ہے۔ خواہ وہ مرتد ہو، مشرک ہو، یہودی ہو، عیسائی ہو، یا آتش پرست۔ ۱؎

چنانچہ ایک دوسرے مقام پر حضرت رضا بریلوی دشمن کی نفسیات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ " دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔

(۱) اول اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

(۲) دوم یہ نہ ہو تو اس کی جلا وطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

(۳) سوم یہ بھی نہ ہو سکے تو آخر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔

مخالف نے یہ درجے ان پر طے کر دیئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں خیر خواہ ہی سمجھے جاتے ہیں:

اولاً جہاد کے اشارے ہوئے۔ اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا۔

ثانیاً: جب یہ نہ نبی ہجرت کا ابھارا کہ کسی طرح یہ دفع ہوں ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے یہ اپنی جائدادیں کوڑیوں کے مول بیچیں یا یوں ہی چھوڑ جائیں بہر حال ہمارے ہاتھ آئیں ان کی مساجد مزارات اولیا ہماری پامالی کو رہ جائیں۔

ثالثاً، جب یہ بھی نہ نبھی تو ترک موالات کا جھوٹا حیلہ کر کے معاملت پر ابھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو، کسی کونسل میں داخل نہ ہو، مال گذاری ٹیکس کچھ نہ دو، خطابات واپس کر دو اس آخر تصرف اس لئے ہے کہ ظاہر نام کا دنیاوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لئے نہ رہے اور پہلے تین اس لئے کہ ہر صیغہ اور محکمے میں صرف ہنود رہ جائیں "۲؎

چنانچہ جب ہندو مسلم اتحاد کی تحریک نے زور پکڑا اور اس کے سیلاب کی طغیانیوں نے عوام تو عوام خواص کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا یہاں تک کہ علماء بھی اس کے دام فریب میں گرفتار

۱؎ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۹۳

۲؎ انوار رضا۔ لاہور ص ۴۷۹/۴۸۰

marfat.com

ہو گئے تو فاضل بریلوی سے رہا نہیں گیا اور متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

"کیا ہم سے وہ دین پر نہ لڑے، کیا قربانی گاؤ پر ان کے سخت ظالمانہ فساد پر اپنے پڑ گئے کیا کٹار پور آرہ کہاں کہاں کے ناپاک دہولناک مظالم جو ابھی تازے ہیں دلوں سے محو ہو گئے بے گناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کئے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے۔ ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں قرآن کریم کے پاک اوراق پھاڑے اور جلائے اور ایسی ہی وہ باتیں جن کا نام لینے سے کلیجہ منہ کو آئے"

آگے چل کر فرماتے ہیں:

"کیا یہ مقدس بے گناہوں کے خون، یہ پاک مساجد کی شہادت یہ قرآن عظیم کی اہانتیں انہیں ناپاک رکشاؤں انہیں مجوعی سفاک سبھاؤں کے نتائج نہیں نہ سہی۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے، آپ جس شہر جس قصبے جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو اپنی مذہبی قربانی کے لئے گائے پچھاڑو اس وقت یہی تمہاری بائیں پسلی کے نکلے، یہی تمہارے سگے بھائی، یہی تمہارے منہ بولے بزرگ یہی تمہارے آقا یہی تمہارے پیشوا تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں؟ ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالئے۔ وہ جو آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے یعنی گاندھی صاف نہیں کہہ چکا ہے کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے۔" [۱]

حضرت رضا بریلوی کے دل میں قوم مسلم کی فلاح و بہبود کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا وہ قوم کو زبوں حالی سے بچانے کے لئے ہمیشہ سعی و کاوش کرتے رہے اور کفار و مشرکین کی چیرہ دستیوں کو آئینہ کی طرح اپنی قوم کو دکھاتے رہے۔ چنانچہ وہ ملت اسلامیہ کو طریقہ زندگی و رہ زیست عطا کرتے ہوئے چار نکاتی پروگرام پیش کرتے ہیں۔

۱۔ انوار رضا۔ لاہور ص۲۷۷

marfat.com

"(۱) مسلمان اپنے دین کی اشاعت کی طرف توجہ دیں۔

(۲) فضول خرچی نہ کریں اور مقدمات پر روپیہ پیسہ پانی کی طرح نہ بہائیں۔

(۳) مسلمان صرف مسلمان تاجروں سے خرید و فروخت کریں۔

(۴) اہل ثروت مسلمان، مسلمانوں کے لئے اسلامی طرز پر بینک کاری کا نظام قائم کریں"۔ ؎۱

اے کاش فاضل بریلوی کے مذکورہ چار نکاتی پروگرام پر عمل در آمد ہوگیا ہوتا تو آج ہماری قوم ترقی کی کس منزل پر فائز ہوتی اس کا فقط تصور ہی کیا جاسکتا ہے۔ آج ہم ذلت و رسوائی کی زندگی سے نجات پاگئے ہوتے اور عزت و وقار ہمارا مقدر ہوتا۔

اس طرح ہم فاضل بریلوی کو قوم کا بہترین غمگسار، بہی خواہ اور سیاست داں کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ فاضل بریلوی کے انہیں چار نکاتی منصوبوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالرشید استاد شعبۂ علوم اسلامی کراچی یونیورسٹی رقمطراز ہیں:

"اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا بریلوی) نے سنہ ۱۹۱۲ء میں مسلمانوں کے لئے الگ بینک کاری کی تجویز پیش کی تھی وہ اس لئے کہ اس وقت صرف انگریز اور ہندو بینک کاری کرتے تھے مسلمان زمیندار بینکوں سے قرض لیتے اور پھر سود در سود کے چکر میں اپنی زمینوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے اور اس طرح اپنے علاقے میں اپنا سیاسی اثر بھی زائل کر دیتے۔ معاشی استحکام وہ واحد حربہ ہے جو کسی بھی قوم کو سیاسی قوت بخشتا ہے۔ امریکہ کے حالات ہمارے سامنے ہیں کہ یہودی معیشت پر غالب ہونے کی وجہ سے امریکہ جیسی طاقت در حکومت سے اپنی مرضی کے فیصلے کرواتے ہیں۔ اور عرب ممالک معاشی قوت کو صحیح طور پر استعمال نہ کرنے کی وجہ سے اسرائیل کے سامنے بے بس نظر آتے ہیں"۔ ؎۲

چنانچہ میاں عبدالرشید صاحب فاضل بریلوی اور ان کے متبعین کی سیاسی خدمات کو

؎۱ معارف رضا شمارہ ۱۹۸۲ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص۴۶

؎۲ 〃 〃 〃 〃 〃 ص۴۹

marfat.com

پذیرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

When Pakistan resolution was passed in 1940 the eforts of Hazrat Barielvi bone frute and all his adherents and spritual leaders rose as one man to support Pakistan movement thus the contribution of Hazrat. Barelivi towords Pakistan is not less then that Allama Iqbal and Qaid-E-Azam.

نیز شعبہ ابلاغ عامہ (جامعہ کراچی) کے چیرمین ڈاکٹر محمد شمس الدین حضرت فاضل بریلوی کی سیاسی خدمات کو سراہتے ہوئے اپنے ایک تاثراتی پیغام میں رقم طراز ہیں:

"امام احمد رضا کا دور وہ دور ہے جس میں آپ نے مسلمانوں کے ساتھ انگریزوں کے رویے کو بخوبی اجاگر کیا ہے۔ آپ نے محسوس کیا کہ ہندو اپنی ترقی دنیاوی کے سبب مسلمان کے دل و دماغ پر چھا گیا ہے اور مسلمان اپنی عظمت اور خودی کا سودا کر چکا ہے۔ ہندو یہ بھی جانتا ہے کہ جب بھی انگریز برصغیر سے رخت سفر باندھے تو وہ اس کا جانشین بنے اور اپنی اکثریت کی آڑ میں مسلم کشی کا دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر کر سکے۔ مسلمانوں کو خواب خرگوش سے بیدار کرنے کے لیے آپ نے مسلمانوں کی جانب توجہ کی تاکہ انگریز اور ہندو کے فکری حملے سے نجات مل سکے۔ اور مذہب سے تعلق قائم ہو" ؎۱

یوں تو اب تک فاضل بریلوی کے سیاسی حوالے سے بہت ساری کتابیں اور مقالات منظر عام پر آچکے ہیں مگر اس ضمن میں خود ان کی تصنیف کردہ کتابیں کچھ کم اہمیت کی حامل نہیں ان کے سیاسی فہم و تدبر اور زیرکی کے مطالعہ کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں کافی ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

؎۱ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ڈاکٹر محمد مسعود احمد صفحہ ۲۰

؎۲ امام احمد رضا کانفرنس مجلہ ۱۹۹۳ء کراچی پاکستان ص ۲۱

marfat.com

(۱) النفس الفکر فی قربان البقر سنہ ۱۲۹۸ھ سنہ ۱۸۸۰ء

(۲) اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام سنہ ۱۳۰۶ھ سنہ ۱۸۸۸ء

(۳) تدبیر فلاح ونجات واصلاح سنہ ۱۳۳۱ھ سنہ ۱۹۱۳ء

(۴) دوام العیش فی الائمۃ من القریش سنہ ۱۳۳۹ھ سنہ ۱۹۲۰ء

(۵) المحجۃ الموتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ سنہ ۱۳۳۹ھ سنہ ۱۹۲۰ء

(۶) الطاری الداری لہفوات عبد الباری سنہ ۱۳۳۹ھ سنہ ۱۹۲۰ء ۲

---

۲ حیات مولانا احمد رضا بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص۱۷۰

marfat.com

طاق رکھ کر اپنی فکری پرواز کو روا رکھا اس سے لغزش ہو کر رہی جس کا ذکر انشاء اللہ ہم آگے چل کر اسی باب میں کریں گے۔

جن نعت گو شعراء نے اس پرخطر وادی کے خطرات کو محسوس کیا انہوں نے اپنے قلبی واردات اور محسوسات کو بایں طور بیان کیا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی

"حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے۔ جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت پابندی ہے۔"[۱]

عبدالکریم ثمر

"نعت نہایت مشکل صنفِ سخن ہے۔ نعت کی نازک حدود کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی آفاقیت قائم رکھنا آسان کام نہیں .... سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ذراسی بے احتیاطی اور ادنیٰ سی لغزش خیال و الفاظ اور ایمان و عمل کو غارت کر دیتی ہے۔"[۲]

مجید امجد

" حقیقت یہ ہے کہ جناب رسالت مآب کی تعریف میں ذراسی لغزش نعت گو کو

---

[۱] الملفوظ، امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ کانپور ص ۱۴۳ ج ۲
[۲] نقوش رسول نمبر جلد دہم۔ مطبوعہ لاہور ص ۲۴

marfat.com

حدود کفر میں داخل کر سکتی ہے۔ ذراسی کوتاہی مدح کو قدح میں بدل سکتی ہے۔ ذراسا شاعرانہ غلو ضلالت کے زمرے میں آسکتا ہے۔ ذراسا عجز بیان اہانت کا باعث بن سکتا ہے۔"[1]

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

"نعت کے موضوع سے عہدہ برآ ہونا آسان نہیں موضوع کا احترام کلام کی بے کیفی و بے رونقی کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ نقاد کو نعت گو سے بازپرس کرنے میں تامل ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف نعت گو کو اپنی فنی کمزوری چھپانے کے لئے نعت کا پردہ بھی بہت آسانی سے مل جاتا ہے۔ شاعر ہر مرحلہ پر اپنے معتقدات کی آڑ پکڑتا ہے اور نقاد جہاں کا تہاں رہ جاتا ہے لیکن نعت گوئی کی فضا جتنی وسیع ہے اتنی ہی اس میں پرواز مشکل ہے۔"[2]

ڈاکٹر اے۔ڈی نسیم

"نعت گوئی کا راستہ پل صراط سے زیادہ کٹھن ہے اس پر بڑی احتیاط اور ہوش سے چلنے کی ضرورت ہے اس لئے اکثر شاعروں نے نعت کہنے میں بے بسی کا اظہار کیا ہے جس ہستی پر خدا خود درود بھیجتا ہے انسان کی کیا مجال کہ اس کی تعریف کا احاطہ کر سکے۔"[3]

ڈاکٹر فرمان فتح پوری

نعت کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم و وسیع موضوع ہے اس کی

---

[1] نقوش رسول نمبر جلد دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۴

[2] نقوش رسول نمبر جلد دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۵

[3] نقوش رسول نمبر جلد دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۵

marfat.com

عظمت و وسعت ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہے۔ شاعر کے پائے فکر میں ذراسی لغزش ہوئی اور وہ نعت کے بجائے گیا حمد و منقبت کی سرحدوں میں اس لیے اس موضوع کو ہاتھ لگانا اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ حقیقی نعت کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ عرفی نے اپنے ایک نعتیہ قصیدہ میں جس کا مطلع ہے ؂

اقبال کرم می گزد ار باب ہمم را
ہمت نہ خورد نیشتر لا و نعم را

بہت صحیح کہا ہے ؂

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا
آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قدم را ؎۱

محمد عبداللہ قریشی

نعت ہماری شاعری کی محبوب اور پاکیزہ صنف ہے اس کے ڈانڈے ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتے ہیں مگر اس کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ نعت گو جب تک عشق رسول میں ڈوب کر توحید و رسالت اور عبودیت کے نازک رشتوں میں کامل ہم آہنگی پیدا نہ کرے، جذبات عالیہ، درد، سوز و گداز، رفعت بیان اور حسن ذوق سے آشنا نہ ہو اس وقت تک وہ نعت گوئی کے منصب سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا؎۲

؎۱ نقوش رسول نمبر جلد دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۵

؎۲ معارف رضا ۱۹۸۲ء ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۳۶

marfat.com

(الف)
احتیاط

نعت کا فن نعت نگار سے حدودِ شرع اور عظمتِ مصطفیٰ کی پاسداری کا سختی سے مطالبہ کرتا ہے جیسا کہ ابھی ابھی ذکر ہوا کہ نعت کا فن اصنافِ ادب میں سب سے زیادہ مشکل ہے اور اس پر خطر وادی میں بہت ہی زیادہ حزم و احتیاط کی ضرورت ہے اگر یک لخت بھی احتیاط کی زمام ہاتھ سے چھوٹی اور عظمتِ مصطفیٰ مجروح ہوئی تو نعت نگار کے سارے اعمالِ خیر مٹی میں مل گئے اور اجر و ثواب کے بجائے عذاب و عتاب کا مستحق قرار پاگیا۔ اور اس پر خطر وادی میں اچھے اچھوں کی قوتِ فکر میں لغزش پیدا ہو کر رہی۔ جیسے محسن کاکوروی، امیر مینائی اور شاعرِ مشرق علامہ اقبال وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ نعت گو شعراء ہیں جنہوں نے نعت ہی سے سخن گوئی کا سفر شروع کیا مگر اس نازک و مشکل وادی میں قدم رکھنے کے بعد وہ ثابت قدم نہ رہ سکے بلکہ ان کے پائے فکر کو ٹھوکر لگ کر رہی۔ دیکھئے محسن کاکوروی کے یہ اشعار ؎

عینیت غیر رب کو رب سے ‏ ‏ ‏ ‏ غیریت عین کو عرب سے
ذات احمد تھی یا خدا تھا ‏ ‏ ‏ ‏ سایہ کیا میم تک جدا تھا

کہاں اب جبہ سائی کیجئے کچھ بن نہیں پڑتا
احد کو کیجئے یا احمدِ بے میم کو سجدہ [۱]

---

[۱] نقوش رسول نمبر جلد دہم ص۵۴

امیر مینائی کے مندرجِ ذیل اشعار دیکھئے ؎

ظاہر ہے کہ لفظ احد و احمد بے میم
بے میم ہوئے عین خدا احمد مختار
قرآن ہے خورشید تو نجم اور صحیفے
اللہ گہر اور صدف احمد مختار

طور کا جلوہ تھا جلوہ آپ کا
لَنْ تَرَانِیْ تھی صدائے مصطفےٰ

طور رو منہ ہے تو میں صورت موسیٰ لیکن
اَرِنِیْ منہ سے نکالوں جو نظر آئے نظر ؎۱

متذکرہ بالا اشعار سے صاف صاف ظاہر ہے کہ محسن کاکوروی اور حضرت امیر مینائی سے لغزش ہوئی ہے اس لئے کہ ان اشعار میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے کہ جس سے مترشح ہونے والا مفہوم یہی بتاتا ہے کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا ہیں۔ جبکہ آقائے محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات کی سخت ممانعت فرمائی تھی کہ ہرگز ہرگز تم مجھ کو خدا نہ بنانا چنانچہ آقائے محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "مجھے حد سے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ کیا، میں تو خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں مجھے صرف خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو" ؎۲

۱؎ معارف رضا ۱۹۸۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۶۹/۱۷۰

۲؎ نقوش رسول نمبر جلد دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۷

marfat.com

چنانچہ اسی حدیث پاک کی ترجمانی کرتے ہوئے عاشقِ رسول عظیم نعت گو شاعر حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

ما ادعتہ النصاری فی نبیھم ✲ واحکم بما شئت مدحا فیہ واحکم

یعنی حضور علیہ السلام کی تعریف کرتے وقت وہ بات چھوڑ دو جو نصاریٰ اپنے نبی مسیح علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں (یعنی آنحضرت کو شانِ الوہیت نہ دو) ۱؎

یوں ہی شاعر مشرق علامہ اقبال کا یہ شعر دیکھئے جو ایک نعت کا مطلع ہے ؎

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردہ میم کو اٹھا کر

وہ بزم یثرب میں آکے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر ۲؎

اسی قبیل کے چند دوسرے اشعار بھی پیش ہیں جو دوسرے نعت نگار شعراء کے قلم سے صادر ہوئے ہیں ملاحظہ ہوں ؎

محمد نے خدائی کی خدا نے مصطفائی کی

کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے

جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے ۳؎

ہے خدا کو جس قدر اپنی خدائی پر گھمنڈ

مصطفےٰ کو اس قدر ہے مصطفائی پر گھمنڈ ۴؎

۱؎ نقوش رسول نمبر جلد دہم ص ۴۷ ۲؎ ارمغان نعت ص ۱۲۴

۳؎ اردو نعت کا شرعی محاسبہ دشمس بدایونی) ص ۳۳/۳۴ ۴؎ نقوش رسول نمبر جلد دہم ص ۵۳

marfat.com

عشق کی ابتدا بھی تم حسن کی انتہا بھی تم
رہنے دو راز کھل گیا بندے بھی تم خدا بھی تم (بیدم وارثی)

انسانیت کو بخشی وہ معراج آپ نے
ہر آدمی سمجھنے لگا ہے خدا ہوں میں (اعظم چشتی)

عقل کہتی ہے مِثلُنا کہیئے
عشق بے تاب ہے خدا کہیئے (اعظم چشتی)

نہاں تا بود در پردہ خدا بود
چوں ظاہر شد محمد مصطفےٰ بود (اعظم چشتی) [1]

اسی لئے تو کہا گیا ہے ؎

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اور بقول جگر ؎

ع اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں

چنانچہ ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں

"فن نعت، نعت نگار سے اس امر کا متقاضی ہے کہ وہ نعت لکھتے ہوئے حدود شرع کی پاسداری کرے، خدا اور بندے اور الوہیت و نبوت کے فرق کو پیش نظر رکھے دراصل حفظ مراتب کے ادراک کا ہی نازک مقام نعت، نگار سے اس پل صراط کو احتیاط کے ساتھ

---

[1] معارف رضا ۲۰۰۱ء ص ۱۴۲،۱۴۳

عبور کرنے کا متقاضی ہے۔" ۱؎

اور اس طرح کی لغزش سے عظیم نعت گو شاعر محسن کاکوروی بھی محفوظ و مامون نہ رہ سکے بلکہ ان سے بھی چوک ہو کر رہی چنانچہ وہ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

مفت حاصل ہے مگر اس کی یہ تدبیر نہیں
کھوٹے داموں بکے یوسف کی یہ تصویر نہیں

نیز اسی طرح کی لغزش مشہور مثنوی نگار میر حسن سے بھی ہوئی وہ لکھتے ہیں ؎

مسیح اس کے خرگاہ کا پارہ دوز — تجلی طور اس کی مشعل فروز
خلیل اس کے گلزار کا باغباں — سلیماں سے کئی مہر دار اس کے ہاں
خضر اس کی سرکار کا آب دار — زرہ ساز داؤد سے واں ہزار

اسی طرح مرزا محمد رفیع سودا کا بھی یہ شعر دیکھئے ؎

کرے جو ہمسری — کسے تاب
کہ نبیوں سے بڑھ کر ہیں اس کے صحاب ۱؎

نعت مضامین و مواد کے اعتبار سے اصناف ادب میں سب سے مشکل صنف گردانی جاتی ہے مگر ہیئت و ساخت کے اعتبار سے اس کی وسعت آفاقی ہے وہ اصناف ادب کی ہر صنف میں کہی جاتی رہی ہے اور کہی جاتی رہے گی۔ اور میں تو نعت کی اس آفاقیت کو حضور رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت و رافت اور ان کی نبوت و رسالت کی آفاقیت کا پرتو سمجھتا ہوں کہ جس طرح آپ کی رحمت و رافت اور نبوت و رسالت کائنات کے ذرے ذرے کے لئے ہے اسی طرح نعت نگاری کا دائرہ بھی جملہ اصناف ادب کیلئے ہے وہ کسی بھی صنف میں کہی جا سکتی ہے ہیئت و ساخت کی کوئی پابندی نہیں۔

۱؎ نقوش رسول نمبر جلد دہم صفحہ ۳۰

اس مقام پر ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ نعت کے ڈانڈے اور اس کی حدیں ایک طرف تو عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہیں اور نعت نگار غلو سے کام لیتے ہوئے ان حدود معبود میں داخل ہوتا ہے (جیساکہ اوپر ذکر ہوا) تو بھی عذاب و عتاب کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اور اگر فکر اسفل کا استعمال کرتا ہے تو بھی تنقیص کا مرتکب قرار پاتا ہے اور دونوں اعتبار سے بارگاہ مصطفےٰ کا مجرم و گستاخ ٹھہرتا ہے جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ اس کے اعمال تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ مگر ایک تیسری بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ کہ نعت نگار کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ہمارے نبی کی طرح کسی دوسرے نبی کی توہین بھی نہ کرے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب نعت نگار ہمارے نبی کے معجزات اور ان کے کمالات کا دیگر انبیاء کرام کے معجزات و کمالات سے موازنہ کرتا ہے تو دوسرے انبیاء کی تنقیص کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک بار ایک صاحب نے بارگاہ احمد رضا خاں بریلوی میں حاضر ہو کر نعتیہ اشعار سنانے کی تمنا ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا میں اپنے چھوٹے بھائی حسن میاں یا حضرت کافی مرادآبادی کا کلام سنتا ہوں (اسلئے کہ ان کا کلام میزانِ شریعت میں تلا ہوا ہوتا ہے) اگرچہ حضرت کافی کے یہاں لفظ رعنا کا استعمال موجود ہے۔ اگر وہ اپنی اس غلطی پر آگاہ ہو جاتے تو یقیناً اس لفظ کو بدل دیتے پھر خیال خاطر احباب کے پیش نظر ان صاحب کو کلام سنانے کی اجازت مرحمت فرما دی ان کا ایک مصرعہ یہ تھا ؎

" شانِ یوسف جو گھٹی ہے تو اسی در سے گھٹی "

آپ نے فوراً شاعر موصوف کو روک دیا اور فرمایا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی نبی کی شان گھٹانے کے لئے نہیں بلکہ انبیاء کرام کی عظمت و بزرگی میں چار چاند

ملہ نقوش رسول نمبر جلد دہم صہ ۲۶

marfat.com

لگانے کے لئے تشریف لائے تھے مصرعہ یوں بدل دیا جائے ؎

"شانِ یوسف جو بڑھی ہے تو اسی در سے بڑھی" ۲

حضرت فاضل بریلوی نے کس درجہ حزم واحتیاط برتا ہے اس کی ایک جھلک ابھی گذری۔ مگر چونکہ بات حزم واحتیاط کی چل رہی ہے اسلئے ہم خصوصیت کے ساتھ حضرت فاضل بریلوی کا حزم واحتیاط کا مناسب خیال کرتے ہیں۔

حضرت فاضل بریلوی کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" کی ترتیب وتدوین سے چند سال قبل آپ کی نعتوں کا ایک مجموعہ "گلزار نعت" مرتبہ رحمان علی طیش متوطن ڈھاکہ (مطبوعہ نظامی پریس کانپور) کے نام سے شائع ہوا تھا جو بعد میں آپ کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" میں شامل اشاعت کرلیا گیا۔ گلزار نعت اور حدائق بخشش دونوں نعتیہ مجموعوں کے تقابلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاضل بریلوی نے کس قدر حزم واحتیاط کو مشعل راہِ فکر بنایا تھا۔ حضرت فاضل بریلوی نے گلزار نعت کے بعض اشعار کو صرف معنوی سربلندی عطا کرنے کے لئے ترمیم وتنسیخ کی ہے جبکہ فنی اور شرعی نقطۂ نظر سے ان کا کلام ہر طرح کے سقم وثقالت سے پاک ہے۔ پیش ہے گلزار نعت اور حدائق بخشش کا تقابلی منظر نامہ۔ گلزار نعت کے لئے مخففاً لفظ "گ" اور حدائق بخشش کے لئے لفظ "ح" کا استعمال عمل میں لایا جارہا ہے۔

دھوم دیکھی ہے درِ کعبہ پہ بے تابوں کی
ان کے کشتوں کا بھی حسرت سے تڑپنا دیکھو (گ)

" " " "
ان کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو (ح)

شکل پروانہ پھرا کرتے ہیں جس شمع کے گرد
اس کو دل سوختہ پروانہ یہاں کا دیکھو (گ)

" " " "
اپنی اس شمع کو پروانہ یہاں کا دیکھو (ح)

طور ایمن میں تھا واں رکن یمانی کا فروغ
شعلۂ نور یہاں انجمن آرا دیکھو (گ)

ایمن طور میں تھا رکن یمانی کا فروغ
شعلۂ طور یہاں انجمن آرا دیکھو (ح)

مہر مادر کا مزہ دیتا ہے آغوشِ حطیم
جن پہ ماں باپ فدا یاں کرم ان کا دیکھو (گ)

مہر مادر کا مزہ دیتی تھی آغوشِ حطیم
" " " " (ح)

marfat.com

بے نیازی سے وہاں کانپتی ہوگی طاعت — جوشِ رحمت پہ یہاں ناز گنہ کا دیکھو (گ،)

بے نیازی سے وہاں کانپتی پائی طاعت — " " " (ح)

ملتزم سے تو گمٹ خوب نکالے ارماں — ادب و شوق کا یاں باہم الجھنا دیکھو (گ،)

ملتزم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں — " " " (ح)

حاجیو کعبے میں تم کو وہ صفا پر دوڑے — رہِ جاناں کی صفا کا بھی تماشہ دیکھو (گ،)[1]

خوب مسعیٰ میں بامید صفا دوڑ لئے — " " " " " (ح)

اسی طرح ان کا مشہور زمانہ قصیدہ "قصیدہ معراجیہ" ہے۔ اس میں بھی آپ نے حزم و احتیاط کے پیش نظر کافی حد تک ترمیم و تنسیخ کی ہے ملاحظہ ہو۔

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے — خدا نے مہمانوں کے ساماں عجب عجب طرز سے کئے تھے (گ)

" " " " — نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے (ح)

عجب وہ تھا رخش کا چمکنا غزالِ رم خوردہ سا بھڑکنا — کہ برقِ جلوے سے لاکھوں بلکے تڑپ کے آنکھوں سے گر رہے تھے (گ)

عجب تھا رخش کا چمکنا غزالِ رم خوردہ سا بھڑکنا — شعاعیں بکے اڑا رہی تھیں تڑپتے آنکھوں پہ صاعقے تھے (ح)

ابھی نہ آئے تھے پشت زیں تک کہ واں نسیم کرم نے یک یک — جو پڑ رہے روئے گل قدم سے الٹنے کو تھے الٹ دیئے تھے (گ،)

" " کہ سر ہوئے مغفرت کی شلک — صدا شفاعت نے دی مبارک گناہ مستانہ جھومتے تھے (ح)

تجلی حق کا سہرہ سر پہ صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور — درود یہ قدسی پرے جاکر سلامیوں کے لئے کھڑے تھے (گ،)

" " " " — کھڑے سلامی کے واسطے تھے (ح)

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہو معنیٔ اول آخر! — کہ دست بستہ کھڑے تھے پیچھے جو سلطنت آگے کر گئے تھے (گ)

" " " " — کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت " " (ح)

نقاب الٹی وہ مہر انور جلال عارض وہ گرمیوں پر — کہ ساتوں گردوں و نور ہیبت سے آبلہ سا تپک رہے تھے (گ،)

نقاب الٹے وہ مہر انور جلالِ رخسار گرمیوں پر — فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی تپکتے انجم کے آبلے تھے (ح)

١۔ معارف رضا شمارہ ١٩٨٢ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی صفحہ ١٥٧/١٥٨

marfat.com

زباں کو تھا انتظارِ گفتن تھی گوش کو حسرتِ شنیدن — کہ یاں جو کہنا تھا کہہ چکے تھے جو بات سننی تھی سن چکے تھے (گ)

زباں کو تھا انتظارِ گفتن تو گوش کو حسرتِ شنیدن — یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا " " " (ح)

وہ برجِ خوبی کا ماہ پارہ برائے سیرِ جناں سدھارا — چمکتا تھا خلد کا ستارہ کہ اس قمر کے قدم گئے تھے (گ)

وہ برجِ بطحا کا ماہ پارہ بہشت کی سیر کو سدھارا — " " " " " (ح)

جھلک سی اک قدسیوں پہ آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی — سواری دولھا کی دور پہنچی براتی بے خود پڑے ہوئے تھے (گ)

" " " " " " " — براتی میں ہوش ہی گئے تھے (ح)

سرورِ مقدم کی روشنی تھی کہ تابشوں سے مہِ عرب کے — جناں کے گلبن تھے جھاڑ فرشی جو پھول تھے سب کنول ہوئے تھے (گ)

" " " " " "

طرب کی تابش کہاں کہ بجلی تو ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکتی — عجب ہوا تھا کہ کشمکش میں یہ جناں کے گلبن بھرے ہوئے تھے (گ)

طرب کی نازش کہ ہاں لچکیے ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکتے — یہ جوشِ ضدین تھا کہ پودے کشاکشِ ارہ کے تلے تھے (ح)[1]

+ اگر مذکورہ نعت اور قصیدے کے خط کشیدہ الفاظ پر غور و فکر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت فاضل بریلوی نے نعت نگاری میں کس قدر حزم و احتیاط سے کام لیا ہے۔ اسی طرح دوسری نعتوں میں بھی حضرت فاضل بریلوی نے حزم و احتیاط اور ترمیم و تنسیخ سے کام لیا ہے۔ یہاں پر مشتے نمونہ از خروارے کے تحت صرف مذکورہ تمثیلات پر اکتفا کیا گیا ہے۔

---

[1] معارفِ رضا شمارہ ۲ سنہ ۱۹۸۲ء ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی ص ۱۵۸/۱۵۹

marfat.com

(ب)

ہیئت

نعت کی ہیئت و ساخت کے بارے میں ڈاکٹر ابو محمد سحر لکھتے ہیں:

" نعت کی کوئی مستقل ساخت نہیں ہے بلکہ وہ اردو میں مروجہ جملہ اصنافِ سخن کی ساخت میں کہی جاتی ہے۔ نعت ابتدا میں قصیدہ کی شکل میں کہی جاتی تھی وجہ یہ کہ عربی کی شاعری میں جہاں نعت کی پیدائش ہوئی ہے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے قصیدے کی شکل مروج تھی۔" ؎۱

جیسا کہ ماقبل میں اس بات کا ذکر ہوا کہ نعت ایک آفاقی صنفِ سخن ہے اور اس کی یہ آفاقیت حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور رحمت و رافت کے تناسب سے ہے جس طرح حضور رحمتِ عالم کے بارے میں قرآن پاک کا یہ اعلان عام ہے قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ۨالَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ٥ بایں سبب نعت کسی ہیئت و ساخت کی پابند نہیں ہاں داخلی پہلو اور موضوع و مواد کی پابندی ضرور لازمی ہے۔ ورنہ یہ ہر صنفِ سخن میں کہی جاتی رہی ہے اور کہی جاتی رہے گی اور جس جس طرح اصنافِ سخن میں اضافہ ہوتا جائے گا اس کی آفاقیت میں بھی ترقی ہوتی جائے گی۔ نعت عصری اور زمانی تقاضے کے ہم مزاج صنفِ سخن ہے جس عہد اور جس زمانے میں جس صنفِ سخن کی روش و رواج عام تھی اسی

؎۱ نعتیہ شاعری کا ارتقاء۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری۔ مطبوعہ الہ آباد ص

marfat.com

صنفِ سخن میں یہ بھی پرورش پاتی رہی۔

چنانچہ ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں: "خطابیہ نعت، نثری نعت اور نثری و شعری نعت کے بعد ہم اپنے اصل موضوع یعنی شعر و شاعری (اصنافِ نظم) کے حوالے سے نعت کا جائزہ لیتے ہیں۔ نعت کا موضوع شاعری کی کسی ایک صنف سے مخصوص نہیں حضور اکرم کی توصیف اور ان کی سیرت کا تذکرہ شعر کی کسی بھی صنف اور ہیئت میں ہو سکتا ہے۔ نعت کے مضامین کو شاعروں نے کم و بیش تمام اصنافِ سخن میں قلم بند کیا ہے جو صنفِ شعر جس عہد میں زیادہ مقبول و مروج رہی ہے اس صنف کو نعت کے لئے بھی اسی اعتبار سے استعمال کیا گیا۔ غزل چونکہ ہماری شاعری کی مقبول ترین صنف ہے اور ہر دور میں اپنی داخلی خصوصیات اور ہیئت کے سبب پسندیدہ رہی ہے لہٰذا نعت کے مضامین کے لئے بھی سب سے زیادہ غزل کی صنف ہی مستعمل رہی۔ ساجد لکھنوی کے بقول "ابتدائے اردو شاعری سے اگر آپ بنظرِ غائر مطالعہ کریں تو آپ کو پچانوے فیصد نعتیں غزل کے فارم میں ملیں گی"۔ ۱

اور بالکل یہی حال صنفِ نظم کا بھی ہے۔ نظم کی آفاقیت اور اس کی ہمہ گیری پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر سید عبداللہ رقم طراز ہیں:

"اردو میں نظم ازابتدا چلی آتی ہے مگر نظم کا جو ترکیبی تصور اس دور میں پیدا ہوا وہ پہلے موجود نہ تھا اصلاً نظم مسلسل خیالات کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ وسیع معنوں میں ہر وہ شے جو غزل نہیں وہ نظم ہے اس میں قطعہ، قصیدہ، رباعی، مثنوی، چھوٹی نظمیں اور حکایتیں وغیرہ سب آجاتی ہیں"۔ ۲

چنانچہ آگے چل کر نعت کے اجزائے ترکیبی کا تجزیاتی مطالعہ کرتے ہوئے احتشام حسین کا قول نقل کرتے ہیں کہ احتشام حسین نے نظم کے لئے چار چیزیں ضروری قرار دی ہیں۔

۱۔ نقوش رسول نمبر جلد دہم ص ۳۹

۲۔ اردو ادب کی ایک صدی۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، چمن بک ڈپو دہلی ص ۱۹۷

marfat.com

(۱) نظم میں ایک مرکزی خیال ہوتا ہے۔
(۲) ارتقائے خیال کی وجہ سے تسلسل کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک خیال سے دوسرا خیال خود بخود نکلتا رہتا ہے۔
(۳) نظم کی کوئی ہیئت معین نہیں
(۴) اس کے لئے موضوع کی بھی کوئی قید نہیں۔[1]

حضرت فاضل بریلوی نے بھی ہر ایک صنف میں نعت کہی ہے۔ پیش ہے ہر ایک صنف سخن سے نعتیہ نمونہ کلام۔

صنفِ غزل میں نعت

یاد میں جس کی نہیں ہوشِ تن و جاں ہم کو
پھر دکھا دے وہ رخ اے مہرِ فروزاں ہم کو

دیر سے آپ میں آنا نہیں ملتا ہے ہمیں
کیا ہی خود رفتہ کیا جلوۂ جاناں ہم کو

جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی
پھر دکھا دے وہ ادائے گلِ خنداں ہم کو

کاش آویزۂ قندیلِ مدینہ ہو وہ دل
جس کی سوزش نے کیا رشکِ چراغاں ہم کو

عرش جس خوبیٔ رفتار کا پامال ہوا
دو قدم چل کے دکھا سروِ خراماں ہم کو

شمعِ طیبہ سے میں پروانہ رہوں کب تک دور
ہاں جلا دے شررِ آتشِ پنہاں ہم کو

خاک ہو جائیں درِ پاک پہ حسرت مٹ جائے
یا الٰہی نہ پھرا بے سر و ساماں ہم کو

خارِ صحرائے مدینہ نہ نکل جائے کہیں
وحشتِ دل نہ پھرا بے سر و ساماں ہم کو

تنگ آئے ہیں دو عالم تری بے تابی سے
چین لینے دے تپِ سینۂ سوزاں ہم کو

پاؤں غربال ہوئے راہِ مدینہ نہ ملی
اے جنوں اب تو ملے رخصتِ زنداں ہم کو

میرے ہر زخمِ جگر سے یہ نکلتی ہے صدا
اے ملیحِ عربی کر دے نمک داں ہم کو

---

[1] اردو ادب کی ایک صدی۔ ڈاکٹر سید عبداللہ ص۱۹۸

marfat.com

جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینہ کی بہار — نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستاں ہم کو
گر لبِ پاک سے اقرارِ شفاعت ہو جائے — یوں نہ بے چین رکھے جوششِ عصیاں ہم کو
نیّرِ حشر نے اک آگ لگا رکھی ہے — تیز ہے دھوپ ملے سایۂ داماں ہم کو
رحم فرمائیے اے شاہ کہ اب تاب نہیں — تابکے خون رلائے غمِ ہجراں ہم کو

اے رضا وصفِ رخِ پاک سنانے کے لئے
نذر دیتے ہیں چمن مرغِ غزل خواں ہم کو ۱؎

صنفِ قصیدہ میں نعت

صبحِ طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارا نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

میں گدا تو بادشہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

میل سے کس درجہ ستھرا ہے یہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

۱؎ حدائقِ بخشش۔ امام احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۹۳ تا ۹۵

marfat.com

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

کیا بنا نام خدا اسریٰ کا دولہا نور کا
سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا

بزم وحدت میں مزا ہوگا دوبالا نور کا
ملنے شمعِ طور سے جاتا ہے اِکّا نور کا

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسہ نور کا
ماہِ نو طیبہ میں بٹتا ہے مہینہ نور کا

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

صاف شکلِ پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خطِ توام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

۱۔ حدائق بخشش:۔ امام احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ کراچی ص۱۱ تا ۱۸

marfat.com

صنفِ مثنوی میں نعت

گریہ کن بلبلا از رنج و غم — چاک کن اے گل گریباں از الم

سنبلا از سینہ برکش آہ سرد — اے قمر از فرطِ غم شو روئے زرد

ہاں صنوبر خیز و فریادے بکن — طوطیا جز نالہ ترکِ ہر سخن

چہرہ سرخ از اشکِ خونی ہر گلیست — خوں شو اے غنچہ زبانِ خندہ نیست

پارہ شو اے سینۂ مہ ہمچوں من — داغ شو اے لالۂ خونیں کفن

خرمنِ عیشت بسوزا اے برقِ تیز — اے زمیں بر فرقِ خود خاکے بریز

آفتابا آتشِ غم برفروز — شب رسیدا اے شمعِ روشن خوش بسوز

ہمچو ابر اے بحر در گریہ بجوش — آسمانا جامۂ ماتم بپوش

خشک شو اے قلزم از فرطِ بکا — جوش زن اے چشمۂ چشمِ زکا

کن ظہور اے مہدیِ عالی جناب — بر زمیں آ عیسیِٔ گردوں قباب

آہ آہ از ضعفِ اسلام آہ آہ — آہ آہ از نفسِ خود کام آہ آہ

مرزباں شہوات را دیں ساختند — صد ہزاراں رخنہا انداختند

ہر کہ نفسش رفت از راہِ ہوا — ترکِ دیں گفت و نمودش اقتدا

بہر کارے ہر کرا گفتہ تعال
سر قدم کردہ نمودش امتثال ؎۱

؎۱ حدائق بخشش۔ امام احمد رضا قادری۔ مطبوعہ کراچی ص ۲۸۷/۲۸۸

marfat.com

صنفِ رُباعی میں نعت

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
اور ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ [۱]

ہے دوشِ نبی کا نِ صفا صلِّ علیٰ
خاتم ہے لطافت پہ گواصلِّ علیٰ
تھا بارِ نبوت جو اٹھایا شہ نے
یہ نیل نزاکت سے پڑا صلِّ علیٰ [۲]

صنفِ مستزاد میں نعت

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا
تمہیں حاکمِ برایا تمہیں قاسمِ عطایا
تمہیں دافعِ بلایا تمہیں شافعِ خطایا
کوئی تم سا کون آیا

---

[۱] حدائق بخشش۔ امام احمد رضا قادری مطبوعہ کراچی صـ ۲۲۳
[۲] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 صـ ۲۳۲

marfat.com

وہ کنواری پاک مریم وہ نَفَختُ فِیہِ کا دَم
ہے عجب نشانِ اعظم مگر آمنہ کا جایا
وہی سب سے افضل آیا

یہی بولے سدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

کبھی خندہ زیرِ لب ہے کبھی گریہ ساری شب ہے
کبھی غم کبھی طرب ہے نہ سبب سمجھ میں آیا
نہ اسی نے کچھ بتایا

کبھی خاک پر پڑا ہے سرِ چرخ زیرِ پا ہے
کبھی پیش درکھڑا ہے سرِ بندگی جھکایا
تو قدم میں عرش پایا

کبھی وہ تپک کہ آتش کبھی وہ ٹپک کہ بارش
کبھی وہ ہجومِ نالش کوئی جانے ابر چھایا
بڑی جوششوں سے آیا

کبھی زندگی کے ارماں کبھی مرگِ نو کا خواہاں
وہ جیا کہ مرگ قرباں وہ موا کہ زیست لایا
کہے روح ہاں جلایا

کبھی گم کبھی عیاں ہے کبھی سرد گہ تپاں ہے
کبھی زیرِ لب فغاں ہے کبھی چپ کہ دم نہ پایا
رخِ کامِ جاں دکھایا

marfat.com

ہمیں اے رضا ترے دل کا پتہ چلا بمشکل
درِ روضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا
یہ نہ پوچھ کیسا پایا [1]

صنف قطعہ میں نعت

عالم ہمہ صورت اگر جاں ہے تو تو ہے
سب ذرّے ہیں گر مہرِ درخشاں ہے تو تو ہے
پروانہ کوئی شمع کا، بلبل کوئی گل کا
اللہ ہے شاہد مرا جاناں ہے تو تو ہے
طالب میں ترا، غیر سے ہرگز نہیں کچھ کام
گر دین ہے تو تو ہے ایماں ہے تو تو ہے [2]

---

[1] حدائق بخشش۔ امام احمد رضا قادری مطبوعہ کراچی ص ۱۸۹-تا ۱۹۱
[2] ” ” ” ” ص ۲۲۱

marfat.com

(ج)

ضمائر کا استعمال

نعت کے فن میں ضمائر کا استعمال اور ان کے مراجع کا تعین ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ضمائر کا استعمال غایت درجہ سلیقہ اور قرینہ کا متقاضی ہے۔ اس لئے کہ ضمائر کے استعمال میں اس بات کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے کہ کون سی ضمیر کس ذات کے لئے استعمال ہوئی ہے۔ آیا اس کا تعلق عبد سے ہے یا معبود سے۔ نیز اسی کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہوتی ہے کہ کس ضمیر کا مرجع کیا ہے۔ اور ضمائر سے زیادہ توجہ اور حزم و احتیاط تو مرجع کے تعین میں دامن گیر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جن اشعار میں ضمائر کا استعمال ہوتا ہے ان میں مرجع کے تعین کے بعد ہی شعری معنویت کا تعین ممکن ہوتا ہے۔ اور اگر نعت کے فن میں ضمیر و مرجع کے تعین میں کسی طرح کی کوتاہ اندیشی ہوئی تو فوراً معانی و مفاہیم تخریب کاری کے شکار ہوں گے اور جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ عبد کا اطلاق معبود پر اور معبود کا اطلاق عبد پر ہوکر رہ جائے گا۔ جو دارین کی روسیاہی اور آخرت کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ چنانچہ حضرت امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر دیکھئے ؎

پاک تھی رنگ دورنگی سے وہ خلوت گہہ خاص
وہی شیشہ وہی میخوار تھا معراج کی رات

حضرت امیر مینائی کے اس شعر میں دو طرح کی خرابیاں جھلکتی ہیں اول یہ کہ اس میں شیشہ و میخوار جیسے سوقیانہ اور غیر مہذب الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے جو نعت کی نازک

marfat.com

طبیعت کے مناسب نہیں۔ نیز ان الفاظ کا استعمال نہ تو ذات باری تعالیٰ کے لئے روا ہے اور نہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کے لئے۔

دوسری خرابی یہ کہ لفظ "وہ" کا مرجع و مشارٌ الیہ کون سی ذات ہے کچھ پتہ نہیں چلتا کہ سرکار دو عالم کی ذات گرامی ہے یا اللہ جل شانہٗ کی۔ غرض مرجع اور مشارٌ الیہ کے مجہول ہونے کی وجہ سے شعر چیستاں ہو کر رہ گیا ہے۔

چنانچہ ضمائر کے استعمال پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری لکھتے ہیں:

"آدابِ نعت میں یہ بھی داخل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس صفت یا جن ضمائر سے تخاطب کیا جائے وہ احترام و اکرام اور ادب کو اپنے معنی میں سموئے ہوئے ہوں عربی اور اسی طرح فارسی میں ضمائر کے امتیازات نہیں ہیں لیکن اردو میں کچھ ضمیریں معظم و مکرم شخصیتوں کے لئے استعمال کی جاتی ہیں جو اپنے مراجع کی علو شانی اور رفعت مکانی کو ظاہر کرتی ہیں نعت میں اسی قبیل کے ضمائر اور الفاظ استعمال کئے جانے چاہئیں۔

سب سے پہلے جنگ بہادر خاں تابش نے اپنے نعتیہ مجموعۂ کلام "نسیم طیبہ" میں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ ضمائر کا استعمال توجہ طلب ہے۔ اردو زبان میں بہت سے کلمات تعظیم کے لئے مستعمل ہیں اسی لئے ضمائر "تو" اور "تم" واحد حاضر کے صیغہ کے لئے لائق احتراز ہیں اس لئے تابش صاحب کا کہنا ہے کہ "تو" اور "تم" ضمائر کا استعمال ذوق صحیح پر جو شریعت کا بھی رہین منت ہے کسی قدر گراں گزرتا ہے اگر چاہیں تو اس کی جگہ ضمیر غائب کے الفاظ یعنی "وہ" اور "ان" مستعمل ہو سکتے ہیں واحد حاضر کے لئے کم از کم "آپ" کا لفظ آسکتا ہے"[1]

حضرت رضا بریلوی نے اپنی نعتوں میں کثرت کے ساتھ ضمائر کا استعمال کیا ہے مگر بڑے ہی حسن و خوبی اور سلیقہ سے کہ کہیں بھی اس کے مرجع کے تعین میں کسی طرح کی کوئی دقت محسوس نہیں

---

[1] نعتیہ شاعری کا ارتقاء۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری ص ۴۳

marfat.com

ہوتی۔ چنانچہ وہ ایک مقام پر "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے مفہوم کو اپنے پیرایہ میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

خدا تیرا خدا ہے تو خدا کا پاک بندہ ہے
خدا تو تو نہیں لیکن خدا ظلِ خدا تو ہے

تری تعریف میں جتنا بڑھیں سب تجھکو شایاں ہے
فقط اک نار وا یہ ہے کہ یوں کہیئے خدا تو ہے[1]

مذکورہ شعر کو دیکھئے کس حسن و خوبی کے ساتھ ضمائر کا استعمال کیا ہے مگر مرجع و معنی کے تعین و تفہیم میں کسی طرح کی کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی۔ چند اشعار اسی قبیل کے اور ملاحظہ ہوں ؎

انہیں کی بو مایۂ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

وہی نور حق وہی ظلِ رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں
وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

---

[1] کلام رضا۔ اصغر حسین نظیر لدھیانوی۔ المجمع الاسلامی مبارکپور اعظم گڈھ ص ۱۲

marfat.com

تمہاری چمک تمہاری دمک تمہاری جھلک تمہاری مہک
زمین و فلک سماک و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لئے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

تمہیں حاکم برایا تمہیں قاسم عطایا
تمہیں دافعِ بلایا تمہیں شافعِ خطایا
کوئی تم سا کون آیا

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حسن و ادا کی قسم
تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا ہے تجھی پہ بھروسہ تجھی سے دعا
مجھے جلوۂ پاکِ رسول دکھا تجھے اپنی ہی عز و علا کی قسم
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم
یہی عرض ہے خالقِ ارض و سما وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ ترا
مجھے ان کے دیار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم
مرے گرچہ گناہ ہیں حد سے سوا مگر ان سے امید ہے تجھ سے رجا
تو رحیم ہے ان کا کرم ہے گواہ وہ کریم ہیں تیری عطا کی قسم

مذکورہ اشعار میں ضمائر کے استعمال کی کثرت اور گہما گہمی کو دیکھنے کے بعد ایسا محسوس

marfat.com

ہوتاہے کہ حضرت رضا بریلوی نے متاثر کی زبان میں نعت نگاری کی ہے۔ جو ان کی انفرادیت کا بیّن ثبوت ہے۔

marfat.com

(د)

خیال آوری

نعت گوئی میں خیال آوری، مضمون آفرینی، معنی آفرینی، جدت وندرت، علوِ فکر اور تنوع شکوہ الفاظ، الفاظ کے در وبست، بندش وچستی، طرز ادا کی بے ساختگی ونیرنگی یہ ساری چیزیں احتیاط کی پابند ہیں اگر ایک آن کے لئے بھی حزم واحتیاط کی زمام ہاتھ سے چھوٹی تو دارین کی روسیاہی مقدر بن کر رہ گئی اسلئے کہ نعت گوئی وہ راہ ہے جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے جس کی نازکی اور باریکی سے متعلق مقتدر نعت گوؤں کی رائے اور آپ بیتی گذر چکی ہے۔

حضرت مولانا احمد رضا خاں رضا بریلوی نے اپنی نعت گوئی میں اس کا التزام قدم قدم پر فرمایا ہے کہیں بھی ان کے پائے فکر میں ارتعاش کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔ وہ اس پر پیچ اور کٹھن راہ سے بڑے ہی حزم واحتیاط کے ساتھ تیز گامی وسبک خرامی سے گذر گئے ہیں جسے دیکھ کر ہر نقاد انگشت بدنداں رہ جاتا ہے کہ یہ کیسے اور کس طرح صاف بچ کر نکل گئے۔ مگر یہ رب اللہ کے فضل پر مبنی ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ۔ یہ وہ فضل وکمال ہے جس نے ان کو اس پر خطر وادی میں ٹھوکر لگنے سے محفوظ ومامون رکھا چنانچہ جناب نظیر لدھیانوی حضرت رضا بریلوی کی خیال آوری، مضمون آفرینی وندرت بیانی کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"غزل گو شاعر ہو یا نعت گو اس کا تخیل عموماً مضامین کے محدود دائرے میں گھومتا ہے وہ بہ تبدیلی الفاظ ایک ہی مضمون کو بار بار بیان کرتا ہے۔ نعت گو شعرا میں

marfat.com

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے اشعار میں ندرت ہے۔ چونکہ انہوں نے نعت گوئی بقول خود قرآن مجید سے سیکھی ہے اس لئے انہوں نے حضور کی صفات کو قرآن کریم کی روشنی میں نئے نئے انداز سے پیش کیا ہے۔ عام طور سے مضمون آفرینی شعراء کے شعر کو شکل بنا دیتی ہے کبھی وہ مضمون کی تلاش میں اتنا اونچا اڑتے ہیں کہ نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں یعنی کلام مہمل ہو کر رہ جاتا ہے مگر مولانا کے کلام میں یہ نقص کہیں نہیں پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے نہایت نازک مضامین عام فہم انداز میں بیان کئے ہیں۔" ؎۱

پیشِ نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بیقرار
روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے ؎۲

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں ؎۳

مذکورہ بالا اشعار کو دیکھئے حضرت رضا بریلوی کا طائر فکر ان کی خیال آوری، جدت و ندرت عروج و ارتقاء کی آخری منزل پر گامزن ہے مگر کس درجہ حزم و احتیاط کے ساتھ کہ شعر کو پڑھنے کے بعد عقل حیرت کے گرداب میں چکر کاٹنے لگتی ہے کہ وہ اس مقام پر کیسے ثابت قدم رہ گئے۔ چنانچہ وہ اس مقام پر حزم و احتیاط کی زمام کو چابک دستی اور مضبوطی سے پکڑے ارشاد فرماتے ہیں ؎

اے شوقِ دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجے کہ سر کو خبر نہ ہو ؎۴

؎۱ کلامِ رضا۔ نظیر لدھیانوی مطبوعہ اعظم گڈھ ص ۱۹/۲۰

؎۲ حدائق بخشش مطبوعہ کراچی ص ۱۳۸

؎۳ " " " ص ۸۴

؎۴ " " " ص ۹۹

marfat.com

حق یہ کہ ہیں عبدِ الٰہ اور عالمِ امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سرِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں [1]

چنانچہ علامہ شمس بریلوی اس پرخطر وادی کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:
"نعتِ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں طرزِ ادا کی رنگینی کے اظہار کے لئے میدان بہت تنگ ہے وہاں نہ مبالغہ کی گنجائش ہے اور نہ اغراق و غلو کی۔ نہ وہاں شوخی کا گذر ہے اور نہ بیباکی کا دخل، نہ معشوق کا جور و ستم ہے کہ اس کے لئے نت نئے مضامین پیدا کیجئے اور نہ بوس و کنار کا گذر ہے۔ ہجر و فراق کی کیفیات ضرور ہیں لیکن ہجر و فراق کی وہ واردات نہیں جو تغزل کے لئے مخصوص ہے بلکہ بہت محدود جہاں قدم قدم پر ادب کے پہریدار ہیں اور اسلامی احکام کے نقیب کھڑے ہیں۔ ذرا سی لغزش اعمال حسنہ کی تباہی کا نتیجہ بن جاتی ہے اور ادنیٰ سی بے راہ روی دارین کی روسیاہی کا موجب اور معمولی سے معمولی بے باکی آخرت کی تباہی کا پیش خیمہ۔ پس ان حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے اگر کسی نعت نگار کا خامہ زبان کی سادگی کا لطف اور طرزِ ادا کی رنگینی کو پیش کر دے تو یہ اس کی نعت گوئی کا ایسا رخ ہے جس کو اس کا منتہائے کمال کہنا چاہیئے اور یہ ہر کسی کا کام نہیں ہے" [2]

حضرت رضا بریلوی نے صنف قصیدہ میں ہی نہیں بلکہ علم ہیئت و نجوم کی اصطلاحات میں اس طرح جدت و ندرت اور نازک خیالی کی بوقلمونیوں کا مظاہرہ کیا ہے جسے دیکھ کر پڑھ کر یا سن کر اہل سخن دم بخود رہ جاتے اور سر دھنتے ہیں۔

اس طرح کی شعری تخلیقات عصر حاضر میں تو ناپید اور عنقا ہو چکی ہیں ہاں البتہ دور قدیم یا دور متوسط کے شعراء مثلاً غالب، سودا، ذوق، مومن اور اقبال وغیرہ کے یہاں ضرور اس کے نمونے دیکھنے کو مل جاتے ہیں مگر صرف تمثیلی طور پر بحیثیت فن نہیں اور وہ بھی صنف نعت میں تو ناممکن ہے کہ کہیں نظر آجائیں۔ مگر حضرت رضا بریلوی کے یہاں بحیثیت صنف سخن ان اصطلاحوں کا استعمال ہوا ہے

---

[1] حدائق بخشش مطبوعہ کراچی ص۲۳

[2] تحقیقی اور ادبی جائزہ۔ علامہ شمس بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۱۲۳/۱۲۰

marfat.com

اور پھر اس صنفِ سخن میں جو نازک مزاجی کے اعتبار سے جملہ اصنافِ سخن میں سب سے زیادہ دقیق اور مشکل صنفِ سخن گردانی جاتی ہے یعنی صنفِ نعت اس میں وہ بہت ہی کامیابی کے ساتھ گذر گئے ہیں۔

حضرت بریلوی نے ایک قصیدہ خالص علم ہیئت و نجوم کی اصطلاح میں لکھا ہے۔ جس کی مشکل پسندی کا اعتراف اہل سخن کو بھی ہے مگر اسی کے ساتھ اس کے تناسب لفظی، سلاست و روانی اور بحر کی ترنم ریزی کا بھی اعتراف ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق اپنے تحقیقی مقالہ "اردو میں نعتیہ شاعری" میں اس کی مشکل پسندی کا اعتراف کرتے ہوئے قصیدۂ نوریہ پر تبصرہ کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

"یہ ۵۹ شعروں کا قصیدہ اسی شان کے ساتھ ہے۔ یہ قصیدہ اگرچہ آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجائے تو یہ دوسرا قصیدہ بغیر شرح کے یقیناً مشکل ہے۔" [۱]

ملاحظہ ہوں اس قصیدے کے چند منتخب اشعار مع شرح ؎

خالقِ افلاک نے طرفہ کھلائے چمن ۔۔۔ اک گلِ سوسن میں ہیں لاکھوں گلِ یاسمن

شرح خالقِ افلاک نے اپنی صناعی سے نہ افلاک کے یہ حسین و نادر باغ ایسے کھلائے کہ ان کا جواب نہیں اور نہ کوئی ایسا طرفہ اور حسین باغ کھلا سکتا ہے کہ ایک گلِ سوسن یعنی فلکِ ثوابت میں اس نے صناعی سے لاکھوں ستارے پیدا کر دیئے ہیں جو اپنے حسن میں گلِ یاسمن کی طرح دلکش اور نظر نواز ہیں اور صرف نظر نواز ہی نہیں بلکہ تاریکی اور اندھیارے میں تمہارے رہنما ہیں وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ تمہارا رب وہی ہے اور وہی تمہارا خالق ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے جن سے تم خشکی کے اندھیرے میں اور سمندر میں راستہ پا لیتے ہو (اور بھٹکتے نہیں)

موتیے بیلے کے پھول زیبِ گریبانِ شام ۔۔۔ جوہی چنبیلی کے گل زینتِ جیبِ سمن

شرح راس شمالی کو دیکھئے موتیے اور بیلے کے ہزاروں پھول (ستارے) اس کے گریبان کی

---

[۱] اردو میں نعتیہ شاعری۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق مطبوعہ کراچی صفحہ ۳۶۴

marfat.com

زینت بنے ہوئے ہیں اور کچھ یہی حال جیبِ چمن یعنی راس جنوبی کا ہے کہ وہاں بھی جوہی چنبیلی کے پھول یعنی ستارے اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہے ہیں اور اس کی جیب ان پھولوں سے بھری ہوئی ہے۔ راس شمالی اور جنوبی دائرہ معدل النہار کی سمتیں ہیں افلاک کی سمتوں کے لئے راس کا لفظ اصطلاحاً مستعمل ہے۔ ؎۲

لائی رو پہلی بنت تیری سنہری کرنے ؎ آئینہ سیم میں ہے ترے آنچل کی جوت

حلِ لغات آئینہ سیم تن۔ قمر یا ماہ۔ آنچل دوپٹہ کا کنارہ۔ جوت، چمک دمک۔ روپہلی بنت (سفید رنگ کی بنت، دگوٹا کناری) میں ایک قسم کے لچکے کو بنت کہتے ہیں۔ کرن ریشہ دار گوٹا۔ خواتین کرن لچکا وغیرہ اپنے کپڑوں خصوصاً دوپٹوں میں استعمال کرتی ہیں۔

شرح چاند کی اس سفید روشنی تیرے ہی آنچل کی جوت اور چمک دمک ہے۔ تیری سنہری کرنوں ہی نے چاند کی روشنی کو بنت سفید بنادیا ہے۔ چاند کی یہ روشنی تیری ہی روشنی کا صدقہ ہے۔

ابر تنک پر جو تو جھک کے ہو پر تو فگن ؎ سر دی کلیوں میں ہو کیا ہی پیاز کی گوٹ

حلِ لغات سب سے پہلے آپ ایک امر کو ذہن نشین کر لیجئے۔ موسم برشگال میں دوپہر کے بعد جب سورج مغرب کی طرف قدرے جھک جاتا ہے اور آسمان پر ہلکے بادل سورج کے مطلع پر چھائے ہوئے ہوں تو دوسری طرف ان سب ہلکے ابر (ابر تنک سلیہ) سے جب سورج کی کرنیں چھنتی ہیں تو سطحِ فلک پر دوسری سمت ہم کو قوس و قزح (دھنک) نظر آتی ہے۔ سائنس کے طلبہ کو معمل خانہ (لیبارٹری) میں اس کا تجربہ کرایا جاتا ہے اسکو طیف کہتے ہیں۔ یہ مسلمہ ہے کہ روشنی سات رنگوں کا مجموعہ ہے اسے جب طیف سے گذارتے ہیں تو اس کے تمام رنگ نمایاں ہو جاتے ہیں اس طرح سورج کی روشنی جب ہلکے اور غیر دبیز

؎۱ تفصیل کے لئے دیکھئے معارف رضا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی شمارہ ۱۹۸۲ء

؎۲ معارف رضا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی شمارہ ۱۹۸۲ء صفحہ ۱۵۸/۱۵۹

marfat.com

بادل سے گذرتی ہے تو سطح افلاک پر دوسری سمت قوس قزح (دھنک) کمان کی شکل میں نظر آتی ہے۔" ابر تنک پر جو تو جھک کے ہو پرتو فگن " کا یہی مفہوم ہے۔

خواتین عموماً اپنے غراروں میں پٹاخے کی گوٹ لگاتی ہیں۔ پٹاخے کی گوٹ چند رنگین چمکیلے کپڑے کے ٹکڑوں کو ترچھا کاٹ کر بنائی جاتی ہے۔

پٹاخے کی گوٹ

سردئی کلیاں۔ سروے کی تاشیں مراد ہیں۔ بروج فلک۔ ابر تنک۔ ہلکا بادل پر تو فگن، سایہ فگن تجلی فگن، نور افشاں۔

شرح اگر ابر تنک مایہ پرتو سے جھک کر اپنا سایہ ڈالے تو عجیب بہار آجائے یعنی قوس و قزح نظر آنے لگے۔ اور ایسا محسوس ہو کہ سردئی کلیوں (غرارے میں کلیاں ہوتی ہیں) پر کسی نے پٹاخے کی گوٹ لگائی ہے۔

مدحتِ غائب ہوئی شوق کی آتش فروز ؎ گل کی حضوری میں ہو بلبلِ جاں نغمہ زن

شرح اب تک میں صیغۂ غائب میں سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدحت کر رہا تھا۔ اس مدحت طرازی نے جو مدحت غائبانہ تھی میرے شوق کو اور بھڑکا دیا پس اب اے بلبلِ جاں اس مدحتِ غائب کو ترک کر کے مدحت حاضر میں مصروف ہو (قصیدہ نگاری کا یہ اسلوب خاص ہے کہ پہلے مدحت غائب کرتے ہیں پھر گریز کا شعر پیش کر کے مدحت حاضر یعنی صیغۂ حاضر میں مدحت طرازی کی جاتی ہے جس قدر قصائد مدحیہ، تمہیدیہ وخطابیہ عربی، فارسی اور اردو زبان میں کہے گئے ہیں ان کا اسلوب یہی ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے بھی قصیدہ نگاری کے اس اسلوب کو ترک نہیں فرمایا ہے چنانچہ یہ شعر اور اس کے بعد شعر نمبر ۵۲

marfat.com

تک جتنے اشعار ہیں بطور گریز قصیدہ ہیں)

جانِ دو عالم نثار وہ ہے مرا تاجدار ✿ جس کو کہیں جانِ دیں جانِ من ایمانِ من

شرح فرماتے ہیں میرا تاجدار سرورِ کونین شہنشاہ دوسرا ایسا تاجدار ہے جس پر دونوں عالم اپنی جانیں نثار کرنے کے لئے تیار اور آمادہ ہیں یا اس پر نثار ہیں۔ وہ گرامی ذات جس کو جان و دین کہتے ہیں وہ میری جان اور میرا ایمان ہے کہ یہ دونوں ان کا ہی صدقہ اور طفیل ہیں

مدحِ حسیناں نہ کہہ وصفِ امیراں نہ کر ✿ خلق انہیں کی حسیں خلق انہیں کا حسن

شرح آپ کے حسن کے سامنے حسینانِ جہاں کی مدح بیکار و عبث ہے اور آپ جیسے سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے مقابل امرائے جہاں کا وصف اس قابل نہیں کہ بیان کیا جائے کہ آپ کی تخلیق آپ کی خلقت تمام جہاں کی خلقت سے زیادہ حسین ہے آپ جیسا حسین کوئی دوسرا خلق ہی نہیں ہوا اور نہ آپ کے خُلق کے سامنے کسی کا خلق قابلِ ذکر ہے کہ آپ کا خلق کائنات میں ہر فرد سے بڑھ کر اعلیٰ و افضل ہے۔ آپ کی ذات گرامی تمام اخلاق فاضلہ کی متمم ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا اِنِّیْ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ (میری بعثت مکارم اخلاق کی تکمیل اور اتمام کے لئے ہوئی ہے) اور ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ (بیشک آپ کا اخلاق بہت عظیم ہے)

بر درِ خاقاں مناز در برِ قاآں مناز ✿ یک درِ واگیر و باز جملہ بہ دیوار زن

شرح آپ کے دربارِ دُربار کے ہوتے ہوئے کسی خاقان کے دروازے کی طرف دوڑنے کی کیا حاجت، آپ کی ذات گرامی کی موجودگی میں کسی قاآن (بادشاہ منگول) تک اپنی رسائی پر ناز نہ کر کہ اصل رسائی جو سرمایۂ افتخار ہو سکتی ہے وہ آپ کی ذات گرامی ہے۔ بس آپ کا ایک در پکڑ لے کہ سرمایۂ سعادت دارین ہے اور خاقان (شاہ چین) قاآن (شاہ منگول) تک رسائی کا خیال دل سے نکال دے جملہ بہ دیوار زن" سب کو ترک کر دے ان کا خیال چھوڑ دے۔

marfat.com

نعل شرف تاج سر تاجِ شہاں خاکِ نعل ✿ یہ تن الطف ہے جاں جانِ جہاں ظلِ تن

حلِ لغات نعل شرف۔ بزرگی کی حامل کفش۔ الطف لطیف سے اسم مبالغہ۔ آپ کی نعلین مبارک کی بزرگی کا کیا بیان کروں کہ وہ سروں کا تاج ہے۔ بلکہ نعلین کی خاک بادشاہوں کے سر کا تاج ہے۔ آپ کا یہ بہت ہی لطیف جسم عاشقوں اور آپ کے نام لیوا غلاموں کی جان ہے اور آپ کا سراپا اپنی تقدیس ورفعت کے اعتبار سے تمام جہان کی جان ہے۔ آپ کے جسم مبارک کا سایہ چونکہ جانِ جہاں ہے اسی لئے کسی کو نظر نہیں آتا کہ جان مرئی شئے نہیں ہے جیسا کہ اس ناچیز نے عرض کیا ہے۔ ؎۱

تلوے ترے سیپ کو دیں اگر اک بوند سیت ✿ بڑھ کے لآلی کی آب خلد کا سینچے چمن

شرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کفِ پا کی تابانی کا یہ عالم ہے کہ کفِ پا دھونے کے بعد اس سے جو نورانی قطرے ٹپک رہی ہیں اگر صدف میں اس کی ایک بوند پڑ جائے تو موتیوں کی آب کی فراوانی کا یہ عالم ہو کہ ان موتیوں کی آبِ خلد کا سارا چمن سینچ ڈالے اور پھر بھی وہ آب ختم نہ ہو۔ یہ امر ذہن نشین رہے کہ عدن جو ملکِ یمن کا ساحلی علاقہ ہے اس کے تمام بحیرہ میں ایسی صدف کثرت سے پائی جاتی ہے جس کے بطن میں موتی ہوتا ہے۔

پانی ہو سارا گلاب بلبلے بلبل بنیں ✿ گائیں ملاروں میں نعت نور کی برسے پھرن

شرح غسالۂ کفِ پا کی ایک بوند کی عطر بیزی سے عدن کا سارا پانی گلاب بن جائے اور اس کے تمام بلبلے یعنی حباب بلبلوں کی طرح نغمہ سرائی کرنے لگیں اور ملار کے سروں میں یہ بلبلیں نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم گانے لگیں اور نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض سے نور کی پھوار گرنے لگے۔

چرخ پہ جائے اگر ذکر سگِ کوئے یار ✿ پہلے چرن لینے آئے جبۂ کا پہلا چرن

۱؎ معارف رضا شمارہ ششم ۱۹۸۶ء صفحہ ۹۶/۹۹ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

marfat.com

حلِّ لغات | چرن لینا۔ قدم چومنا۔ قدم لینا (ازراہِ تعظیم و تکریم) جَبْہَہ بالفتح۔ پیشانی اور برج اسد کی پیشانی (قریب اوپر کی جانب) چار ستارے ہیں اور یہ منازلِ قمر سے منزل دہم ہے۔ پہلا چرن۔ پہلا قدم۔

شرح | اس محبوب (سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی گلی کے کتے میں ہے کہ اگر اس کا ذکر چھیڑ دیا جائے تو قمر کی منزلِ دہم کے چار ستارے جو برج اسد کی پیشانی پر واقع ہیں اس جبہ کا پہلا قدم یہ ہو کہ وہ سگِ کوئے یار کے قدم لینے کو آگے بڑھے اور قدم چھو کر شرف و بزرگی حاصل کرے۔ منزلِ قمر ہونے میں یہ شرف نہیں جتنا شرف سگِ کوئے دوست کے قدم چھونے میں ہے۔ [1]

اے مدنی آفتاب پردہ ز رخ بر فگن   یہ شب و شبنم نجوم ڈالے ہیں ہستی کی دھوم

حلِ لغات | ہستی کی دھوم۔ اپنی ہستی کا دعویٰ زور و شور سے کر رہے ہیں۔ آفتاب کے سامنے، شب کا، نجوم اور شبنم کا دعویٰ وجود ہیں جس طرح باطل ہو جاتا ہے کہ خورشید کے طلوع ہوتے ہی نہ شب باقی رہتی ہے نہ نجوم کا وجود باقی رہتا ہے اور نہ شبنم کہ سورج کی کرنوں کی تمازت سے شبنم بھاپ بن کر اڑ جاتی ہے۔

شرح | یہ شب، نجوم اور شبنم بڑے زور و شور سے اپنے وجود کا دعویٰ کر رہے ہیں اے مدینے کے آفتاب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ذرا اپنے رخ سے دم بھر کے لئے پردہ اٹھا دیجیے تاکہ ان کے دعوے کا بھرم کھل جائے۔ کہنا یہ ہے کہ آپ کے روئے انور کی تجلی کے سامنے نہ شب کی سیاہی باقی رہتی ہے نہ نجوم کی تابانی اور نہ شبنم کی درخشانی۔ ان سب کا وجود آپ کے پرتوِ جمال کے سامنے آن کی آن میں فنا ہو جائے اگر آپ رخِ انور سے پردہ اٹھائیں۔ [2]

---

[1] معارف رضا شمارہ ۱۹۸۵ء ص ۱۰۱/۱۰۲ مطبوعہ کراچی

[2] ” ” ” ” ص ۱۰۴/۱۰۵

marfat.com

رنگ نے مینا کیا تاروں نے ہیرے جڑے ۔ بازوئے در کو فلک ہو نہ سکے نورتن

حلِ لغات مینا کا کام۔ سونے چاندی کے زیور میں اس کی سطح میں خلا پیدا کر کے مختلف رنگ بھرتے ہیں۔ اور پھر رنگ کے ابھار کو چھیل کر باقی سطح کے برابر کر دیتے ہیں اس طرح سونے چاندی کے زیوروں پر خوبصورت نقش و نگار بن جاتے ہیں خواتین میں مینا کے کام کا زیور بہت پسند کیا جاتا ہے۔ نورتن بازو پر پہننے کا ایک زیور ہے۔ دست بند کڑے پہنچی ہاتھ میں پہننے کے زیور ہیں اور نورتن یا نورتنگے بازو بند اور جوشن وغیرہ بازو پر پہننے کے زیور ہیں اس کی شکل اس طرح ہوتی ہے۔

بازوبند ——— یا ——— نورتن

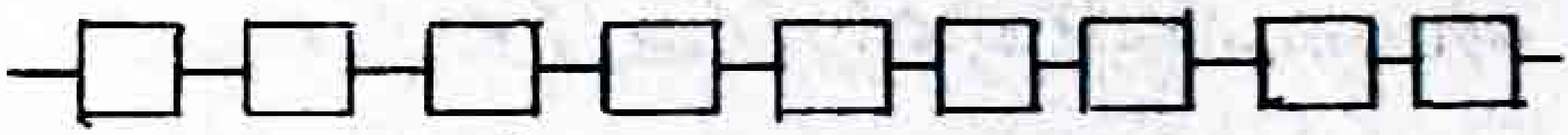

اس نورتن یا بازو بند کے ہر خانے میں از قسم جواہر ایک ایک قسم کا جوہر پیوست کیا جاتا ہے اس اعتبار سے یہ نہایت قیمتی زیور ہے اور امراء و سلاطین کی خواتین ہی استعمال کرتی ہیں نورتن یا نو جواہر یہ ہیں (۱) لعل (۲) الماس (۳) زمرد (۴) یاقوت (۵) فیروزہ (۶) مرجان (۷) نیلم (۸) عقیق (۹) عین الہر۔ اس کے علاوہ حجر الیہود اور مروارید وغیرہ بھی جواہر میں شمار ہوتے ہیں

اس شعر میں نورتن بازو بند کی رعایت سے زیور ہے اور نورتن سے مراد جواہر ہیں جن کے اسماء اوپر پیش کر دیئے گئے ہیں۔

شرح فلکِ نیلگوں نے تیرے شبستاں میں اپنے رنگ سے مینا کاری کی ہے اور تاروں نے اس میں الماس یا ہیرے جڑے ہیں لیکن بایں ہمہ تابانی و رنگینی تیرے شبستاں کے در کے بازو کے لئے یہ نو فلک نورتن کا زیور نہ بن سکے۔

جتنے دو عالم کے کام ان سے فزوں تیرا جود ۔ جتنے مرادوں کے نام ان سے زیادہ منن

حلِ لغات فزوں زیادہ۔ جود۔ کرم۔ احسان۔

marfat.com

حلِ لغات چرن لینا۔ قدم چومنا۔ قدم لینا (از راہِ تعظیم و تکریم) جبہ بالفتح۔ پیشانی اور برج اسد کی پیشانی (قریب اوپر کی جانب) چار ستارے ہیں اور یہ منازلِ قمر سے منزل دہم سے پہلا چرن۔ پہلا قدم۔

شرح اس محبوب (سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی گلی کے کتے ہیں یہ کہ اگر اس کا ذکر چھیڑ دیا جائے تو قمر کی منزلِ دہم کے چار ستارے جو برج اسد کی پیشانی پر واقع ہیں اس جبہ کا پہلا قدم یہ ہو کہ وہ سگِ کوئے یار کے قدم لینے کو آگے بڑھے اور قدم چھو کر شرف و بزرگی حاصل کرے۔ منزلِ قمر ہونے میں یہ شرف نہیں جتنا شرف سگِ کوئے دوست کے قدم چھونے میں ہے۔ [1]

اے مدنی آفتاب پردہ ز رخ بر فگن ‌‌‌‌‌‌ یہ شب و شبنم نجوم ڈالے ہیں ہستی کی دھوم

حلِ لغات ہستی کی دھوم۔ اپنی ہستی کا دعویٰ زور و شور سے کر رہے ہیں۔ آفتاب کے سامنے، شب کا، نجوم اور شبنم کا دعویٰ وجود ہیں جس طرح باطل ہو جاتا ہے کہ خورشید کے طلوع ہوتے ہی نہ شب باقی رہتی ہے نہ نجوم کا وجود باقی رہتا ہے اور نہ شبنم کہ سورج کی کرنوں کی تمازت سے شبنم بھاپ بن کر اڑ جاتی ہے۔

شرح یہ شب، نجوم اور شبنم بڑے زور و شور سے اپنے وجود کا دعویٰ کر رہے ہیں اے مدینے کے آفتاب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ذرا اپنے رخ سے دم بھر کے لئے پردہ اٹھا دیجئے تاکہ ان کے دعوے کا بھرم کھل جائے۔ کہنا یہ ہے کہ آپ کے روئے انور کی تجلی کے سامنے نہ شب کی سیاہی باقی رہتی ہے نہ نجوم کی تابانی اور نہ شبنم کی درخشانی۔ ان سب کا وجود آپ کے پرتوِ جمال کے سامنے آن کی آن میں فنا ہو جائے اگر آپ رخِ انور سے پردہ اٹھائیں۔ [2]

---

[1] معارف رضا شمارہ ۱۹۸۶ء ص ۱۰۱/۱۰۲ مطبوعہ کراچی

[2] 〃 〃 〃 ص ۱۰۴/۱۰۵

marfat.com

رنگ نے مینا کیا تاروں نے ہیرے جڑے　　　بازوئے در کو فلک ہو نہ سکے نورتن

حلِ لغات مینا کا کام ۔ سونے چاندی کے زیور میں اس کی سطح میں خلا پیدا کر کے مختلف رنگ بھرتے ہیں ۔ اور پھر رنگ کے ابھار کو چھیل کر باقی سطح کے برابر کر دیتے ہیں اس طرح سونے چاندی کے زیوروں پر خوبصورت نقش و نگار بن جاتے ہیں خواتین میں مینا کے کام کا زیور بہت پسند کیا جاتا ہے۔ نورتن بازو پر پہننے کا ایک زیور ہے۔ دست بند کڑے پہنچی ہاتھ میں پہننے کے زیور ہیں اور نورتن یا نورتنگے بازو بند اور جوشن وغیرہ بازو پر پہننے کے زیور ہیں اس کی شکل اس طرح ہوتی ہے۔

بازوبند ______________ یا ______________ نورتن

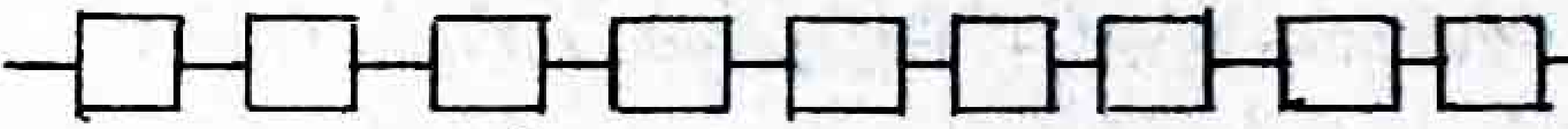

اس نورتن یا بازوبند کے ہر خانے میں از قسم جواہر ایک ایک قسم کا جوہر پیوست کیا جاتا ہے اس اعتبار سے یہ نہایت قیمتی زیور ہے اور امراء و سلاطین کی خواتین ہی استعمال کرتی ہیں نورتن یا نو جواہر یہ ہیں (۱) لعل (۲) الماس (۳) زمرد (۴) یاقوت (۵) فیروزہ (۶) مرجان (۷) نیلم (۸) عقیق (۹) عین الہر ۔ اس کے علاوہ حجرالیہود اور مروارید وغیرہ بھی جواہر میں شمار ہوتے ہیں

اس شعر میں نورتن بازوبند کی رعایت سے زیور ہے اور نورتن سے مراد جواہر ہیں جن کے اسماء اوپر پیش کر دیئے گئے ہیں۔

شرح فلکِ نیلگوں نے تیرے شبستاں میں اپنے رنگ سے میناکاری کی ہے اور تاروں نے اس میں الماس یا ہیرے جڑے ہیں لیکن بایں ہمہ تابانی و رنگینی تیرے شبستاں کے در کے بازو کے لئے یہ نو فلک نورتن کا زیور نہ بن سکے۔

جتنے دو عالم کے کام ان سے فزوں تیرا جود　　　جتنے مرادوں کے نام ان سے زیادہ منن

حلِ لغات فزوں زیادہ ۔ جود ۔ کرم ۔ احسان ۔

marfat.com

شرح اے شہنشاہِ دیں میں آپ کے جود و بخشش کی کیا کیفیت بیان کروں، دونوں عالم میں جس قدر بھی کام ممکن ہیں تیری سخاوت تیرا جود ان سے بڑھ کر ہے۔ یعنی دو عالم کے کاموں کو تیرا جود پورا کرتا ہے جس قدر بھی مرادوں کے نام لئے جا سکتے ہیں یعنی جتنی بھی مرادیں ہیں ان سے کہیں زیادہ تیرا کرم اور احسان ہے۔ مدعا یہ ہے کہ ہر ایک کی جائز مرادیں تیرے کرم سے پوری ہوتی ہے اور ہر ایک مراد تیرے لطف و احسان سے بر آتی ہے ۱؎

حضرت رضا بریلوی نے مذکورہ قصیدہ میں خیال آفرینی، جدت و ندرت، رفعت تخیل، تشبیہات و استعارات، صنعتوں کا استعمال، شکوہ الفاظ، بندش و چستی، الفاظ کا در و بست، محاوروں اور علاقائی بولیوں کی گھما گھمی سے ایسی ایسی گل کاریاں کی ہیں اور وہ بھی صنفِ نعت میں کہ جس کو پڑھنے کے بعد ایک طرف تعجب ہوتا ہے تو دوسری طرف روح گوش بر آواز ہو جاتی ہے۔

علم ہیئت و نجوم کی اصطلاحات میں نعت نگاری کوئی آسان بات نہیں بلکہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اکثر نعت نگار حضرات عام بول چال کی زبان میں نعت کہنے سے عاجز و قاصر رہے ہیں۔ علم ہیئت و نجوم کی اصطلاحات میں تو نعت کہنا بہت دور کی بات ہے اور اگر ہمت کر کے پیش رفت بھی کی تو ان کے پائے فکر کو ٹھوکر لگی اور دارین کی روسیاہی ان کا مقدر بن کر رہ گئی۔

مگر حضرت رضا بریلوی نعت کے پلِ صراط سے نغمہ سنجی کرتے کرتے چشم زدن میں اس طرح ثابت قدمی کے ساتھ گذر گئے ہیں کہ عقل ورطۂ حیرت میں ہچکولے کھانے لگتی ہے اور دل کو کسی طرح یقین ہی نہیں آتا کہ ابھی ابھی کوئی اس پرخطر وادی سے نعت رسول گنگناتا ہوا گذرا ہے اور اگر یقین آتا بھی ہے تو بے ساختہ زبان سے نکل پڑتا ہے "اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں"۔ مقالہ نگار کے نزدیک حضرت رضا بریلوی کا مذکورہ قصیدہ اولیاتِ رضا سے تو ہے ہی مگر شعری اصنافِ ادب بالخصوص نعتیہ ادب میں بھی اس کو اولیت کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔

۱؎ معارف رضا، شمارہ ۱۹۸۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص۱۰۱

marfat.com

تیسرا باب

(الف)

فنِ نعت گوئی

فاضلِ بریلوی کے خصوصی حوالے سے

marfat.com

مولانا احمد رضا بریلوی کے عہد تک پہنچتے پہنچتے نعت گوئی کا فن ترقی کر کے کمالِ بلوغ کو پہنچ گیا تھا۔ زبان بھی عروج و ارتقار کی سرحدوں کو عبور کر گئی تھی۔ صفائی، ستھرائی، متانت، سنجیدگی لطافت اور شستگی زبان کا مقدر بن چکی تھی۔ مگر ان سب کے باوجود نعت کے فن یا نعتیہ شاعری میں عشق رسول کی جو سچی تڑپ اور کسک ہونا چاہیئے اس سے ہنوز یہ فن محروم تھا۔ حضرت رضا بریلوی نے نعت کے فن میں عشق رسول کی سچی تڑپ اور کسک پیدا کر کے اس فن کو سرحدِ کمال سے آگے کا سفر کرا دیا۔

حضرت رضا بریلوی فن نعت کے اسرار و رموز سے پوری طرح واقف تھے اور صرف واقف ہی نہ تھے بلکہ وہ اس فن کے شناور، غواص اور ایک ماہر فن استاد تھے۔ چنانچہ ایک بار ۸ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء میں ایک صاحب محمد آصف نے مولانا بریلوی کو خط لکھا کہ وہ دیوان (حدائق بخشش) کے ایک مصرعہ ع

"حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو"

میں لفظ "شہنشاہ" کو حذف کر کے یوں بنا دیں ع

"حاجیو آؤ مرے شاہ کا روضہ دیکھو"

محمد آصف صاحب کو لفظ شہنشاہ پر اعتراض تھا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے استعمال کرنا مناسب نہیں۔ مولانا بریلوی کا موقف یہ تھا کہ یہ لفظ مناسب ہے چنانچہ انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں مندرجہ ذیل حضرات علمار و صوفیار کی نگارشات سے ۳۳- حوالے پیش کئے اور یہ ثابت کیا کہ ان حضرات نے شہنشاہ، ملک الملوک، سلطان السلاطین وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں:

(۱) امام رکن الدین ابو بکر محمد بن ابی المفاخر بن عبد الرشید کرمانی (جواہر الفتاویٰ)

(۲) علامہ خیر الدین زرکلی (فتاویٰ خیریہ)

(۳) مولانا جلال الدین رومی (مثنوی شریف)

marfat.com

(۴) شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی
(۵) حضرت امیر خسرو (قران السعدین)
(۶) مولانا نور الدین جامی (تحفۃ الاحرار)
(۷) شمس الدین شیرازی
(۸) مولانا نظامی گنجوی
(۹) شیخ شہاب الدین (بحر مواج)، وغیرہ

یوں ہی ایک دفعہ مولانا احمد بخش تونسوی علیہ الرحمہ نے ۱۱۴۔ اشعار کا ایک مدحیہ قصیدہ برائے اصلاح حاضر کیا تو بیماری کے باوجود اور کتب حوالہ کی عدم دستیابی کے باوصف ۱۰۱ شعروں میں ترمیم واصلاح فرمائی ۲۶۔ اشعار بدل دیئے اور اپنی جانب سے اضافہ کر دیا۔ اصلاح کا ایک ایک لفظ شہادت دے رہا ہے کہ لغوی، صرفی، نحوی اور عروضی کوئی بھی پہلو نظر انداز نہیں ہوا اور سب سے بڑھ کر قیام کی عظمت کے خیال سے مجموعی تاثر کی بھی اصلاح فرمائی۔ مولانا عقائد اور نظریات میں رعایت کے قائل نہ تھے اسلئے جہاں ایسا محسوس ہوا فوراً ترمیم کی مثلاً ایک شعر تھا ؎

ان کنت عونانی ایا مالکی
من قدرك الا على فلا یقلل

اس میں اولاً "عونانی" کو "عون العبد" بنایا کہ معاونت سرکار رحمدیت کا شکار نہ ہو پھر "ایا مالکی" کو "یا مالکی" کیا۔ اور آخر میں "من قدرک الموفور یقلل" کر دیا۔ حاشیہ پر ترمیم کی وجہ لکھی ایا و ھیا وہمزہ کے ساتھ اللہ ورسول کو ندا مجھے پسند نہیں۔ یونہی اردو میں "او" کے ساتھ گراں گذرتی ہے اور معمولات جزا کی ف پر تقدیم نہیں ہوتی۔

محبوب کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ کو ہر لمحہ قریب تر جاننے والے پر بعید کی ندا گراں گذرتی

---

(۱) حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد بمبئی صہ ۱۶۱

marfat.com

ہے ایک شعر ہے ؎

لکننی ابنی شغفت بلہ
حیا و ملکن قد یتساھل

اس شعر کو مکمل طور پر بدل دیا اور لکھا ؎

موالی لی ابن قد شغفت
حبا و لکن ارٰی یحمل

وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ ابنی میں ہمزۂ وصل ہے اور یہاں فاعلن نامطبوع اور تساھل غالبًا متعدی بنفسہٖ نہیں اور تاسیس بھی تھی اور پہلا لکن بے محل تھا۔ ۱؎

مندرجہ بالا اقتباس کی روشنی میں اس بات کا حکم قطعی لگایا جا سکتا ہے۔ کہ آپ نعت گوئی کے فن پر ماہرانہ قدرت رکھتے تھے اور جس کی وجہ سے اپنے ہمعصر نعت گو شعراء کے مرجع بھی رہے۔ چنانچہ مشہور شاعر جناب اکبر ہاپوڑوی مرحوم نے حضرت رضا بریلوی کی خدمت میں ایک نعت ارسال کی جس کا مطلع تھا ؎

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلیٰ کے سامنے

حضرت فاضل بریلوی نے برہم ہو کر فرمایا۔ مصرعۂ ثانی منصب رسالت سے فروتر ہے حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لیلیٰ سے، گنبد خضریٰ کو خیمۂ لیلیٰ سے تشبیہ دینا سخت بے ادبی ہے اور یوں قلم برداشتہ اصلاح فرمائی ؎

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرش معلیٰ کے سامنے ۲؎

۱؎ معارف رضا شمارہ ۱۹۹۱ء مطبوعہ کراچی صفحہ ۱۰۱
۲؎ " " " ۱۹۸۶ء " " صفحہ ۱۶۵

marfat.com

ایک مرتبہ ایک سائل نے مندرجہ ذیل اشعار کے بارے میں آپ سے سوال کیا کہ فنی و شرعی نقطۂ نظر سے ایسے اشعار کا پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟ جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

سوال :۔ عبدالرحمٰن طالب علم مدرسہ چھیپوں احمد آباد گجرات ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص کی موجودگی میں ایک مرید نے اپنے پیر کی شان میں یہ قصیدہ پڑھا اور پیر نے اس قصیدے کو سن کر پڑھنے والے سے کہا کہ تو میرا حبیب ہے اور اس کے بعد یہ قصیدہ وہ مرید منبر پر پڑھنے لگا ۔ اور یہ کہا کہ اس قصیدے کا جواز میرے پیر کے پاس ہے اس کے چند اشعار اس طرح ہیں ؎

مرحبا یا مرحبا شاہ لواری مرحبا — نور الہدیٰ خیر الوریٰ یا شاہ لواری مرحبا
یا امام العالمین وانتخاب اوّلیں — ختم ولایت مقتدا یا شاہ لواری مرحبا
پیشوائے اولیاء تو برگزیدہ ذوالجلال — شافع ہر دو سرا یا شاہ لواری مرحبا
کن عطا فضل و کرم امروز فردا اے کریم — صانع بیز تو نیست کس یا شاہ لواری مرحبا
یا بشیر و نذیر والے شہ اولوالعزم — ملجائے والاصفت یا شاہ لواری مرحبا
منعم و مسجود قیوم جہاں بہر کرم — طالب و مطلوب و مقتدر یا شاہ لواری مرحبا
ذات تو احد و بے میم موجودات او — خلق عالم را سبب یا شاہ لواری مرحبا
قاب قوسین تو تی گفت مازاغ البصر — جائے تو اشک مدینہ یا شاہ لواری مرحبا
سید کونین سالار رسل گنج نہاں — یا محمد الزماں یا شاہ لواری مرحبا
ہست مدعا مظہر ذات تو مسند نشین — لا یموت و لم یزل یا شاہ لواری مرحبا
مشکل کشا احمد زماں العاہ اللہ بہر ما — آوازہ پر در حافظا یا شاہ لواری مرحبا

الجواب :۔ یہ خالص کفر ہے اور اس کا قائل اس کا اجازت دہندہ اس کا پسند کنندہ سب مرتد ہیں۔ کسی امتی کو آں سرور عالم کہنا علیہ الصلوٰۃ کہنا، مسجود و مخلوق کہنا، خیر الوریٰ کہنا، انتخاب اولیں کہنا، شافع ہر دو سرا کہنا، سید کونین کہنا حرام و جزاف تھا یوں ہی خلق

marfat.com

عالم راسبب اور قاب قوسین، مازاغ البصر اور جائے تورشک مدینہ کہنا ان میں بہت کلمات موہم کفر یا منجر بکفر ہیں، مگر ذات لتو احد اور سالار رسل اور مسند نشین لم یزل کہنا قطعاً یقیناً کفر ہے یوں ہی فقہائے کرام نے قیوم جہاں غیر خدا کو کہنے پر تکفیر فرمائی ہے۔ مجمع الانہر اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصۃ بالخالق جل وعلا نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرھا یکفر واللہ اعلم۔ ۱؎

حضرت فاضل بریلوی نے مقتدر سخن ور اور شعراء کے کلام کی شرح بھی قلمبند کی ہے اور معانی ومفاہیم کے ایسے ایسے زاویئے متعین کئے ہیں کہ جس کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر فن شاعری پر ملکہ رکھتے تھے۔

حضرت فاضل بریلوی کی شعر گوئی یا نعت کے فن پر قدرت ومہارت کو سمجھنے کیلئے مندرجہ ذیل شعر کافی ہے جس کو انہوں نے تحدیث نعمت کے طور پر ایک نعت کے مقطع میں قلم بند کیا ہے فرماتے ہیں ؎

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

چنانچہ سید شاہ نور عالم نے مارہرہ سے مرزا محمد رفیع سوداؔ کے قصیدے کا شعر لکھا ؎

ہوا جب کفر ثابت ہے یہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

اور ساتھ ہی یہ لکھا کہ احباب میں یہ مصرعہ زیر بحث ہے بہت غور وفکر کیا کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ مولانا امجد علی نے یہ خط پڑھ کر سنایا اور عرض کیا کہ اس شعر کا مفہوم کیا ہے۔؟

۱؎ فتاوی رضویہ جلد ۶ امام احمد رضا بریلوی قادری۔ مطبوعہ اعظم گڈھ ص ۱۹۵/۱۹۶

مولانا بریلوی نے سید شاہ نور عالم کو مندرجہ ذیل خط املا کرایا۔

بشرف ملاحظہ حضرت والا دامت برکاتھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

ظاہر مطلب شعر، جہاں تک شاعر نے مراد لیا ہوگا صرف اتنی مناسبت دیکھ لینا ہے کہ دانۂ سلیمانی میں جس کی تسبیح عباد و زہاد رکھتے ہیں شکل زنار موجود ہے شاعر کہ مذہبا سنی نہ تھا اور بدگمانی مقتضائے شعرا ہے۔ غالبا اس سے زائد کچھ نہ سمجھا ہوگا اور یہ ایک بیہودہ معنی تھے مگر اتفاقا اس کے قلم سے ایک ایسا لفظ نکل گیا جس نے اس شعر کو بامعنی اور پرمغز کردیا۔ وہ کیا؟ یعنی لفظ "ثابت"۔ زنار کہ کفار باندھتے ہیں۔ زنار زائل ہے کہ ایک جھٹکے میں ٹوٹ سکتا ہے اور دانۂ سلیمانی میں اس کی تصویر ثابت ہے کہ جب تک دانہ رہے گا قائم رہے گی۔ یوں ہی کفر کی دو قسم ہے ایک کفر کفار ہے اور جس کی سزا خلود فی النار ہے ہر کافر موت کے بعد اس سے باز آتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واتخذوا من دون اللہ الھۃ لیکونوا لھم عزا کلا سیکفرون بعبادتھم و یکونون علیھم ضدا ۰

دوسرا کفر ثابت جو ابد الآباد تک قائم رہے گا جسے علماء دین نے جزو ایمان فرمایا ہے جیسے قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے۔ فمن یکفر بالطاغوت و یؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم ۰

ابراھیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ انا براء ؤا منکم و مما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم ہم بیزار ہیں تم سے اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں سے ہم تم سے کفر و انکار رکھتے ہیں۔

صحیح حدیث میں ہے جب مینہ برستا ہے اور مسلمان کہتا ہے ہمیں اللہ کے فضل و کرم سے مینہ ملا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے مومن بی و کافر بالکواکب مجھ پر ایمان رکھتا

marfat.com

ہے اور پختہ سے کفر و انکار۔

الحمد للہ طاغوت و شیطان و بت جملہ معبودان باطل کے ساتھ مسلمانوں کا یہ کفر و انکار ابد الآباد تک قائم رہے گا۔ بخلاف کفر کفار کے کہ اللہ و رسول سے ان کا کفر قیامت بلکہ برزخ بلکہ سینے پر دم آتے ہی جس وقت ملائکۂ عذاب کو دیکھیں گے زائل ہو جائے گا مگر کیا فائدہ آلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ اب معنی واضح ہو گئے کہ جو کفر ثابت ہے وہ تمنائے مسلمان بلکہ جزو ایمان ہے۔ بخلاف کفر زائل کے والعیاذ باللہ تعالیٰ ۱۔

۱۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ کراچی ص ۱۶۲/۱۶۳

marfat.com

(۳)

حضرت مولانا احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ

کے عہد میں

نعت گوئی کا معیار اور عام روش۔

marfat.com

مولانا احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے عہد میں نعتیہ شاعری کا معیار کم و بیش وہی تھا جو انیسویں صدی کے نصف آخر میں نظر آتا تھا جس کا ذکر دور ثالث کے تحت آچکا ہے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کا تعلق بھی اسی عہد انتشار و افتراق امت مسلمہ ہند سے تھا۔ اس لئے ان کی شاعری میں بھی وہی تمام عوامل کارفرما نظر آتے ہیں۔

مولانا احمد رضا کے عہد میں نعت گوئی کا جو معیار قائم ہو چکا تھا اسے آسانی سے نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ فاضل بریلوی نے بیسویں صدی کی ابتدائی دو دہائیاں بھی دیکھی تھیں وہ معیار جو محسن، حالی، شبلی اور نظم طباطبائی نے قائم کیا تھا اس میں کچھ مزید رنگوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔

ہم اس حقیقت سے واقف ہیں کہ تمام اصنافِ سخن بلکہ تمام اصنافِ ادب اپنے جزوی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے اثر پذیر بھی ہوتے ہیں۔

اس دور میں نعتیہ شاعری واضح طور پر دو خیموں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ نعت گو شعرا کا ایک حلقہ حالی، شبلی، محسن، نظم طباطبائی کے زیر اثر تھا تو دوسرا طبقہ شعرا نعت، گو امیر مینائی اور داغ دہلوی کے زیر اثر تھا اول الذکر کے یہاں مسائل حاضرہ بھی نعت کے دامن میں جگہ پاتے تھے جبکہ آخر الذکر شعرا کے یہاں نعت میں تغزل کا فنی اور لسانی دروبست نظر آتا ہے اور آخر الذکر شعرا کے یہاں نعت کا روایتی اسلوب بھی خاصہ نمایاں ہے گویا گردشِ ایام پیچھے کی طرف لوٹ رہی تھی اس کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے زخم اب اتنے تازہ نہیں رہے تھے۔ لیکن اول الذکر شعرا نے اس کسک کو اپنے نعت گوئی میں قائم رکھا جو زوال امت مسلمہ سے دلوں میں پیدا ہوئی تھی۔

marfat.com

ایک گروہ کی زمام میلا واکبر والے اکبر بیرسٹی کے ہاتھ میں تھی تو اول الذکر کی قیادت مولانا ظفر علی خاں اور اقبال وغیرہ کے ہاتھوں میں تھی۔

اس منظر نامے میں فاضل بریلوی کی آواز ایک تیسری آواز کے طور پر شامل تھی اس آواز میں عشق رسول کی کچھ ایسی سمتیں شامل ہو گئی تھیں جو اس سے پہلے نعتیہ شاعری کا مقدر نہ بن سکی تھیں۔

دنیا کی تمام زبانوں میں نعت پاک رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذخیرے موجود ہیں اور ساری دنیا میں مسلمان اور شمع رسالت کے پروانے موجود ہیں۔ نعت مسلمانوں کیلئے سرمایۂ آخرت ہے اور غیر مسلم اس محفل میں شرکت کو اپنے لئے اپنے طور پر باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ کرۂ ارض پر جہاں بھی ذی روح موجود ہے وہاں ذکر پاک رسول بھی موجود ہے ہندوستانی یا ہندوی زبانوں کی تو بات ہی دیگر ہے دنیا کی ساری زبانیں اور بولیاں بھی حب نبی کی گواہ ہیں۔ فاضل بریلوی کے علم و فضل و کمال سے تو سب واقف ہیں حالانکہ واقف ہونے کی حد تک واقفیت کا ادّعا نہیں کیا جا سکتا۔ بہر کیف یہ سب جانتے ہیں کہ ان سے بڑا مستشرق اس عہد میں کوئی دوسرا نہ تھا عربی، فارسی، اردو، ہندی، ترکی تو خیر وہ جانتے ہی تھے اور دسترس کی ہی حد تک نہیں بلکہ وہ ان زبانوں کے غواص کی حیثیت رکھتے تھے لیکن ان سب پر مستزاد یہ کہ وہ شمالی ہندوستان کی مختلف بولیوں اور لہجوں پر ماہرانہ قدرت رکھتے تھے اودھی اور برج سے بھی ان کی واقفیت محض رسمی نہ تھی انہوں نے اپنے ماہر لسانیات ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ان سے ایک ماہر لسانیات کی طرح واقف تھے۔ ہر بالو ہی جسے ہم کھڑی بولی کہتے ہیں اس پر بھی وہ دستگاہ رکھتے تھے تمام مقامی بولیاں ان کے لئے گھر کی چیز تھیں ان زبانوں کا برملا اردو کے ساتھ رشتہ و پیوند ماہر قدرت کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ انہوں نے اپنی نعتوں میں جس طرح عربی، فارسی، ہندی، اودھی، برجی

marfat.com

پنجابی اور برج یا پوربی لفظوں کے ساتھ ہم آہنگ کیا ہے اور جس طرح ان سب کے اتصال سے ایک نئے لہجے کو جو جنم دیا ہے وہ دیدنی ہے۔

فاضل بریلوی سے پہلے ایسے نمونے شاذ ہی نظر آسکتے ہیں مگر جو نمونے ہیں بھی وہ برائے بیت ہی ہیں یا تفنن طبع کے طور پر وجود میں لائے گئے ہیں۔ فاضل بریلوی کا معاملہ بالکل الگ ہے انہوں نے اس طرح کے تجربات کو تفنن طبع کے طور پر نہیں لیا بلکہ ایک سنجیدہ فطری تقاضے کے طور پر اس تجربے کو آگے بڑھایا ہے۔ ان کے یہاں تجربات عالمانہ شان کے ساتھ وجود میں آتے ہیں۔

شمال مغرب، شمال مشرق، شمال جنوب کا احاطہ بولیوں کی سطح پر ان کی نعتوں میں عکس ریز ہے۔ شمال مغرب میں یہ سلسلہ پنجاب تک ہی نہیں کشمیر کے نواح تک پہنچ سکتا ہے۔ اسی طرح شمال مشرق میں بلیا گورکھپور اور اعظم گڑھ تک یہ سلسلہ دراز ہے جنوب میں بندیل کھنڈ کی پہاڑیوں سے یہ سلسلہ جا ملتا ہے۔ اس پورے علاقے کے نوع بہ نوع لسانی تصورات کا ان کی فکر فلک پیما احاطہ کرتی تھی۔ فاضل بریلوی نے اپنے تمام ہم چشموں اور ہمعصروں کو اسی وادی سرجوش میں بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے کوئی بھی ان کے دامن تک تو کیا ان کی گرد سفر تک بھی نہیں پہونچتا۔

نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن وسیع پوری کائنات پر اس طرح پھیلا ہوا ہے کہ اس کی بیکرانی وسعتوں کا قیاس عقل انسانی کے بس میں نہیں۔ اس کا حق ادا کرنا یا اس کا احاطہ کرنا ارباب عقل و فہم سے ماورا ہے اس میں حضرت فاضل بریلوی کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہاں اس راہ میں جو تگ و تاز اور جست و خیز فاضل بریلوی کے حصے میں آئی اس میں ان کا کوئی شریک و سہیم نہیں انہوں نے نعت گوئی میں نئے نئے گوشوں اور نئی نئی یافتوں سے ہمیں روشناس کرایا ہے مقامی زبانوں کا عربی و فارسی کے ساتھ جس طرح ایک مخصوص آمیزہ نعت نبی میں تیار کیا ہے وہ زبانوں کے لئے باعث فخر ہے۔ مختلف نسلوں کی زبانوں کو باہم ارتباط دیکر جس طرح

marfat.com

جوڑا گیا ہے وہ دیدنی ہے۔

مندرجہ بالا تحریر اس لئے وقیع ہے کہ یہ کامیاب تجربہ بن گیا ہے۔ ورنہ ہمارے بہت سے تجربات جو محض جودت فکر کو چمکانے اور اس کی نمائش کرنے کے لئے وجود میں لائے جاتے ہیں وہ اکثر ناکامی کا منہ دیکھتے ہیں مگر جو تجربے نعت نبی کے حوالے سے فاضل بریلوی نے پیش کئے ہیں وہ چمک اٹھے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ تجربات خود ملہم غیبی کے اشارے پر وجود میں آئے ہیں اس سلسلہ کی سب سے مشہور نعت سے

لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا

نوائے سروش بن کر قلب مسلم پر نگراں ہے۔

فاضل بریلوی کی ہمہ دانی ایک طرف لیکن اس نعت کا پڑھنے والا فن کے رموز سے آشنا قاری اس نتیجے پر پہونچے گا کہ اس میں برائے شاعری اور چیز بھی شامل ہے جس کا کوئی تعلق فضل وکمال یا ہمہ دانی سے نہیں اور وہ چیز سوائے عشق رسول کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ ساری تراکیب اور سارے مختلف النسل لفظوں کا اتحاد اسی نکتے کی غمازی کرتا ہے۔

marfat.com

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعت

الحمد للہ المتوحد | بجلالہ المتفرد
وصلوتہ دوما علی | خیر الانام محمد
والآل والاصحاب ہم | ماوی عند الشدائد
فالی العظیم بتوسلی | بکتابہ و باحمد
وادام صلوتک والسلام | علی الحبیب الاجود
والآل امطار الندی | والصحب سحب عوائد
وجعل بہا احمد رضا | عبدا بجوث السید

(۱) تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں جو یکتا اور جلیل القدر ہے۔ اور درود کا ملی ہو اس ذات گرامی پر جن کا نام نامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور جو ذات کائنات میں سب سے افضل ہے۔
(۲) اور ان کے آل و اصحاب پر جو مصائب کے وقت میں ہماری پناہ گاہ ہیں۔
(۳) پس اللہ العظیم کی طرف میں دو چیزوں کو وسیلہ بناتا ہوں۔ ایک اس کی کتاب (۴) (قرآن) اور ایک اس کے پیارے نبی جن کا اسم گرامی احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے
(۵) اور اے اللہ تو اپنا درود وسلام اپنے سب سے زیادہ سخی اور کرم والے نبی پر قائم ودائم رکھ۔
(۶) اور ان کی اولاد پر جن کی حیثیت باران رحمت کی ہے اور ان کے اصحاب پر جنکی حیثیت نفع بخش بادل کی سی ہے (۷) اور اسمیں احمد رضا کو بھی بنائے تو ایسا بندہ جو اپنے سردار کے حفظ وامان میں ہو۔

سے معارف رضا شمارہ نہم ۱۹۸۹ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۱۳/۲۱۴

marfat.com

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے اس قصیدے کے بارے میں ڈاکٹر حامد علی خاں لیکچرار شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ رقم طراز ہیں۔

"امام احمد رضا کے ایک خلیفۂ اجل مولانا شیخ ضیاء الدین مدنی نے مولانا حافظ احسان الحق صاحب دگو برانوالہ سے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ مصر کے فاضل ترین علماء کرام کے اجتماع میں میں نے اعلیٰ حضرت کا درج ذیل (مندرجہ بالا) عربی قصیدہ پڑھا تو انہوں نے بیک زبان کہا کہ یہ قصیدہ کسی فصیح اللسان عربی النسل عالم دین کا لکھا ہوا ہے۔

میں نے بتایا کہ اس قصیدے کے لکھنے والے مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں جو عربی نہیں بلکہ عجمی ہیں۔ علماء مصر حیرت کے سمندر میں ڈوب گئے۔ وہ عجمی ہو کر عربی میں اتنے ماہر ہیں۔"[1]

پروفیسر مجید اللہ قادری نے اپنے مقالہ "فقیہ اسلام بحیثیت عظیم شاعر و ادیب" میں مولانا احمد رضا بریلوی کی عربی نعت کے درج ذیل چار اشعار اور نقل کئے ہیں

وکل خیر من عطاء المصطفیٰ	صلی علیہ اللہ مع من یصطفیٰ
اللہ یعطی والحبیب القاسم	صلی علیہ القادۃ الاکارم
ما نال من سورۃ فائل	کل ولا یرجی لغیر فائل
منہ الرجی منہ العطا منہ المدد	فی الدین والدنیا ولاحزی الابد

ترجمہ :۔ ہر خیر ہر نعمت ہر مراد ہر دولت دین و دنیا میں آخرت میں روز ازل سے آج تک آج سے ابد الآباد تک جسے ملے یا ملتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے ملی اور ملتی ہے۔ معطی حقیقی اللہ عزوجل ہے اور اس کی تمام نعمتوں کے بانٹنے والے آپ ہیں دوسرے سے کوئی نعمت کوئی مراد کسی کو کبھی ملی نہ ملے۔[2]

---

[1] ماہنامہ قاری دہلی (امام احمد رضا نمبر) ص ۲۳۵

[2] فقیہ اسلام بحیثیت عظیم شاعر و ادیب۔ پروفیسر مجید اللہ قادری۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱

marfat.com

مولانا احمد رضا بریلوی کے عربی اشعار کی تعداد کا تعین ممکن نہیں اس لئے کہ آپ کا عربی دیوان ضائع ہو چکا ہے۔ حدائق بخشش حصہ سوم کے فاضل مرتب نے تحریر کیا ہے کہ آپ کا عربی دیوان گم ہو گیا۔ [ا]

ڈاکٹر حامد علی خاں لیکچرار شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے آپ کے مجموعی عربی اشعار کی تعداد تین سو نوے ۳۹۰ تحریر کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"مجھے اب تک اپنی تلاش میں مجموعی طور پر تین سو نوے عربی اشعار حسب ذیل کتب میں دستیاب ہو سکے ہیں" [۲]

اور ڈاکٹر محمد اسحق قریشی نے اپنی تحقیق سے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے عربی اشعار کی تعداد میں اضافہ کیا ہے۔ بقول ان کے۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی عربی شاعری برصغیر کے بہت سے بزرگوں سے تعداد شعر کے لحاظ سے زیادہ ہے۔ اگرچہ آپ کی عربی شاعری پر کوئی مستقل تالیف سامنے نہیں آئی۔ مگر پھر بھی جو کچھ ان کی تحریروں میں بکھرا ہوا ملتا ہے وہ ایک مستقل دیوان کا حجم ضرور رکھتا ہے۔ اب تک جو اشعار دستیاب ہو چکے ہیں ان کے مطابق مراثی، تقاریظ، مدحیہ اشعار اور مناظرانہ انداز کے شعر کا مجموعہ چار سو کے قریب ہے جبکہ نعتیہ شاعری کی مناسبت سے ۳۵۳۔ اشعار موجود ہیں۔ اس طرح آپ کے عربی اشعار کی مجموعی تعداد ۷۵۱۔ شعر ہے۔ اور یہ تعداد ایک عربی دیوان کے عمومی حجم سے بھی زیادہ ہے"۔ [۳]

مگر مولانا محمود احمد قادری جو برسہا برس سے مولانا احمد رضا بریلوی پر تحقیقی اور تصنیفی کام انجام دے رہے ہیں وہ اپنی تحقیق انیق سے مولانا احمد رضا کے عربی اشعار

[ا] ماہنامہ قاری دہلی (امام احمد رضا نمبر) ص ۴۳۳

[۲] " " " "

[۳] معارف رضا جلد نہم ۱۴۰۹ھ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا قادری کراچی ص ۹۵

کی تعداد ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کی تعداد سے بھی زیادہ بتاتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

" احقر نے اعلیٰ حضرت کے مخطوطات اور عربی اشعار کے حصول کی طرف بھی خاص توجہ کی جس کا نتیجہ ۵۰۰ مخطوط اور گیارہ سو پینتالیس ۱۱۴۵ اشعار کا ذخیرۂ عظیم ہے " ۔ ملے

غرضیکہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی عربی کے ایک قادر الکلام اور پُر گو شاعر تھے جن کی عربی شاعری فن شاعری کے جمیع اوصاف و محامد کی شاہکار ہے۔

ملے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے گیارہ عربی اشعار ۔ محمود احمد قادری ۔ ادارہ اصلاح پبلیکیشنز کالونی ملز خانیوال ملتان ص ۳

marfat.com

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی

بکارِ خویش حیرانم اغثنی یا رسول اللہ
پریشانم پریشانم اغثنی یا رسول اللہ

ندارم جز تو ملجائے ندارم جز تو ماوائے
توئی خود ساز و سامانم اغثنی یا رسول اللہ

شہا بیکس نوازی کن طبیبا چارہ سازی کن
مریض دردِ عصیانم اغثنی یا رسول اللہ

زفتم راہ بینایاں فتادم در چہِ عصیاں
بیا اے حبل رحمانم اغثنی یا رسول اللہ

گنہ بر سر بلا بارد دلم دردِ ہوا دارد
کہ داند جز تو درمانم اغثنی یا رسول اللہ

اگر رانی اگر خوانی غلامم انت سلطانی
دگر چیزے نمی دانم اغثنی یا رسول اللہ

بجیفِ رحمتم پر در زقطمیرم منہ کمتر
سگِ درگاہِ سلطانم اغثنی یا رسول اللہ

گنہ در جانم آتش زد قیامت شعلہ می خیزد
مدد اے آبِ حیوانم اغثنی یا رسول اللہ

چوں مرگم نخل جاں سوزد بہارم را خزاں سوزد
نہ ریزد برگ ایمانم اغثنی یا رسول اللہ

marfat.com

چوں محشر فتنہ انگیزد و بلائے بے اماں خیزد
بجویم از تو در ماتم اغثنی یا رسول اللہ

پدر را نفرتے آید پسر را وحشت افزاید
تو گیری زیر داماتم اغثنی یا رسول اللہ

عزیزاں گشتہ دور از من ہمہ یاراں نفور از من
دریں وحشت ترا خوانم اغثنی یا رسول اللہ

گدائے آمدا سلطاں باامید کرم نالاں
تہی داماں مگردانم اغثنی یا رسول اللہ

اگر میرانیم از در بمن بنما درے دیگر
کجا نالم کرا خوانم اغثنی یا رسول اللہ

گرفتارم رہائی دہ مسیحا مومیائی دہ
شکستم رنگ ساماتم اغثنی یا رسول اللہ

رضا یت سائل بے پر توئی سلطان لاتنہر
شہا بہرے ازیں خوانم اغثنی یا رسول اللہ[۱]

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی فارسی کے بھی قادر الکلام تھے۔ ان کی قادر الکلامی کا جائزہ پہلے باب میں ان کی فقاہت کے تحت لیا جائے گا۔ ان کی فارسی کی نعتیں مکمل طور سے عشق رسول میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ ان کی فارسی نعتوں کو پڑھنے کے بعد یہ قطعی محسوس نہیں ہوتا کہ ہم کسی غیر فارسی گو کا کلام پڑھ رہے ہیں زبان و بیان سادگی و پرکاری، اثر و تاثیر، معانی و بیان غرضیکہ ہر اعتبار سے فاضل بریلوی کا کلام جامع اور معیاری ہے۔ مگر افسوس کہ عربی دیوان کی طرح آپ کا فارسی دیوان بھی مرتب ہو کر شائع نہیں ہو سکا۔ اور نہ ہی کسی فارسی اسکالر نے اس کام کی طرف توجہ ہی کی۔ اگر آج ان کا عربی

---

[۱] حدائق بخشش۔ دیوان مولانا احمد رضا بریلوی۔ رضوی کتاب گھر بھیونڈی صفحہ ۱۱۸

marfat.com

وفارسی دیوان مرتب ہو کر منظر عام پر آگیا ہوتا تو اہل علم خود ہی اس بات کا فیصلہ کرتے کہ عربی و فارسی نعت گو کی حیثیت سے حضرت فاضل بریلوی کا مقام کیا ہے۔ ابھی مقالہ نگار نے جب فارسی کی نعتیہ شاعری پر کام کرنا شروع کیا تو فاضل بریلوی کی ایک غیر مطبوعہ فارسی نعت ملی جو درج ذیل ہے ۔

وحدت عیاں ز جلوۂ شانِ محمد است
توحید کشف راز نہانِ محمد است

دانی کہ چیست رونق تقدیر کائنات ؟
حق جلوہ گر ز نام و نشانِ محمد است

آں جانِ جاں کہ پردہ ز روحانیاں گرفت
جانِ محمد است و جہانِ محمد است

تنویر علم غیب بہر جوہرے کجا
ایں شب چراغ گوہر کانِ محمد است

حرفے کہ جز خدائے نگوید حدیث اوست
قرآن گرتمام زبانِ محمد است

مشیت اندر رضا بندگانِ عشق
تقدیر ناوکے ز کمانِ محمد است ۱۰

اس طرح مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کی نہ معلوم کتنی نعتیں اور فارسی تخلیقات زمانے کی دست برد کی نذر ہو گئی ہوں گی۔ جن کی حفاظت اور تدوین و ترتیب کی سخت ضرورت ہے جو فاضل بریلوی کی شخصیت کو ابھارنے میں ایک نمایاں کردار ادا کر سکتی ہیں ۔

---

۱۰ نور کی تعبیر۔ مولانا محبوب علی خاں بمبئی صفحہ ۵۹

marfat.com

(ب)

نعت اور منقبت کے

درمیان

حدِ فاصل

marfat.com

حضرت رضا بریلوی نے نعتوں کے علاوہ صحابۂ کرام، ازواجِ مطہرات، خاتونِ جنت اور بزرگانِ دین کی شان میں وافر مقدار میں منقبتیں اور مدحیہ قصائد قلم بند کئے ہیں۔ مگر نعت کی فضا اور اس کے وقار کو کہیں مکدر و مجروح نہیں ہونے دیا ہے اور منقبت کے اسلوب و وقار کو بھی برقرار رکھا ہے۔

ان کے نعتیہ دیوان "حدائقِ بخشش" اول و دوم اور خاص کر تیسرے حصے کے مطالعے سے انکشاف ہوتا ہے کہ قرونِ اولیٰ سے لیکر اپنے دور تک کے تمام مشاہیر بزرگانِ دین کی شان میں اپنی عقیدتوں کا خراج مدحیہ قصائد اور منقبتوں کی شکل میں پیش کیا ہے۔ جس کی ایک تجلی یہاں پر مثال کے لئے پیش ہے

حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی شان میں

منقبت

نور و بنتِ نور و زوجِ نور و اُمِّ نور و نور
نورِ مطلق کی کنیز اللہ دے لہنا نور کا

بادلے کی اوڑھنی ہے تار بارانِ درود
گوکھرو چٹکی بنت لچکا مالہ نور کا

تابشِ عقدِ انامل سے ہے جھلے پور پور
ہے ملی بند اس کفِ انور میں سبحہ نور کا

مجھ کو کیا منھ عرض کا لیکن ملائک یوں کہیں
شاہزادی در پہ حاضر ہے یہ منگتا نور کا

marfat.com

کہدو فقہ دے دیں سوئے کا نوالہ نور کا
اپنے بچوں کا تصدق دے دو صدقہ نور کا ۱؎

حضرت فاضل بریلوی نے اسی طرز و آہنگ اور اسی زمین میں ایک نعتیہ قصیدہ "قصیدۂ نور" بھی لکھا ہے مگر نعت و منقبت کے ملحوظات اور آداب کو قائم رکھا ہے۔ دونوں کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد نعت و منقبت کے درمیان حد فاصل قائم کرنے میں کوئی تکلف نہیں محسوس ہوتا جس سے حضرت فاضل بریلوی کے شاعرانہ تدبر و دانش کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر نعت و منقبت کے نازک رشتہ سے آشنا تھے ورنہ ایک ہی بحر و وزن اور ایک ہی زمین میں نعت و منقبت کہنا کوئی آسان کام نہیں۔ پیش ہیں نمونے کے طور پر قصیدۂ نور کے چند اشعار ۲؎

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

ان کے قصرِ خلد سے خلد ایک کمرا نور کا
سدرہ پائیں باغ میں ننھا سا پودا نور کا

عرش بھی فردوس بھی اس شاہ والا نور کا
یہ مثمن برج وہ مشکوئے اعلیٰ نور کا

آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا
ماہِ سنت مہرِ طلعت لے لے بدلہ نور کا

۱؎ حدائق بخشش حصہ سوم۔ امام احمد رضا بریلوی ص۔ مطبوعہ بریلی۔

marfat.com

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

میں گدا تو بادشہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا[1]

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں

منقبت

ایا دلے کہ رسیدت غم والم بسیار
بیا بہ حضرت صدیق شاہ صدق شعار

یہی ہیں اَکْرَمُکُمْ اور یہی ہیں اَتْقٰی کُمْ
یہی ہیں ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ہُمَا فِی الْغَار

وہ دو یہی ہیں کہ جن دو کا تیسرا ہے خدا
یہ دو وہی ہیں کہ جن کا خدا ہے وصف شعار

نہیں ہے ان پہ کچھ احساں کسی کا دنیا میں
کہ اس کے بدلے میں جو کرتے ہیں رحمتیں ایثار

غرض ہے صرف رضائے حق اس سخاوت سے
خدا گواہ ہے شاہد ہیں احمدِ مختار

---

(۱) حدائق بخشش کامل مطبوعہ کراچی ص۱۱/۱۲

جو اُن سے دل میں رکھے پیچ وتاب اغنی سال
خدائی مار ہو اس پر شقی ہو وہ فی النّار

امیرِ خیلِ صحابہ قوامِ دینِ الٰہ
وزیرِ خسروِ عالم امامِ اہلِ وقار

نظامِ بزمِ خلافت حسامِ رزمِ جہاد
خدا کے لشکرِ جرّار کے سپہ سالار

نہیں ہے بعد رسل ان کا مثل عالم میں
یہی ہے میرا عقیدہ یہی ہے راہِ خیار

یہ اہل بیت کے واصف وہ ان کے مدح طراز
یہ ان پہ جان سے قربان وہ ان پہ دل سے نثار

ریاض قدس میں جو گلِ نسیم کھلائے
وہ پہلے آ کے بنے ان کا طرّہ و دستار

انہیں کے واسطے شایاں ہے اَلّذِینَ مَعَہ
وہ جوش بحرِ معیت رہا کہ حد نہ کنار

ملا ہے نشو ونما گلبنِ حجاز کے ساتھ
رہی ہے تا دمِ آخر حضوریِ دربار

نہ چھوڑا بعد فنا بھی نبی کے قدموں کو
اٹھیں گے دست بدستِ جنابِ روزِ شمار ۔۱

۱۔ حدائق بخشش حصہ سوم مطبوعہ بریلی صفحہ ۲۶/۲۵

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں

منقبت

عمر وہ عمر جس کی عمرِ گرامی
ہوئی صرفِ ارضائے خلاقِ وہاب

عمر قصرِ دینِ نبی کی عمارت
عمر عمرِ باقیِ دینِ اطائب

عمر راحتِ روحِ شرعِ الٰہی
عمر آفتِ جانِ ادیانِ کاذب

عمر درِ مکنونِ درجِ کنانہ
عمر کوکبِ دُرّیِ برجِ غالب

وہ ملکِ خدا کا اولوالعزم ناظم
وہ شرعِ رسالت کا ذوالقدر نائب

شہا عینِ ذاتِ الٰہی کا پرتو
ترا تاجِ سر ہو یہی تھا مناسب

تجلّیِ رحمت کا چشمہ سمٹ کر
ہوا تیرے میم کمر کا مصاحب

اگر چشمۂ میم مضروب پی لے
ضروب اور ہو جائے ہے عرق خارب

marfat.com

یہاں عین شمس اور ماہ نو ہے
سرِ میم تصویر باقی کواکب

ترے نام کے بھیں میں گر نہ آتی
نہ ہوتا کوئی عمرِ فانی کا راغب

رہا نام نامی یہ بھی عدل شیدا
یہ وصفِ عدالت ہے اے ابن خطاب

سیہ زاغ ظلماتِ ظلم و جفا پر
سیاست کا ٹوٹا عتابِ معاقب

فقط اک الف لفظِ عامر سے کم ہے
کہ تھا شکل ناوک ہوایاں سے غائب ۱؎

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں

منقبت

آج فردوس میں کس کانِ حیا کا ہے گذر
حکم ہے سبزہ بیگانے کو باہر باہر

پنجہ تار نگہ و سوزنِ مژگاں سے کرے
آج آنکھوں میں ہے اک بلبلِ بیباک نظر

۱؎ حدائق بخشش حصہ سوم۔ امام احمد رضا بریلوی مطبوعہ بریلی ۱۳۷۰ھ

marfat.com

نہ اٹھے آنکھ رب زمیں بات آج نگاہ
ہے یہ خود بینی خدا بینی کی جانب منجر

پتلی اندھا نہ بنا سب میں فلک سے شفاف
سات پردے ہیں نمائش کے زحل سال تجھ پر

مردم دیدہ نظر بند ہیں اب لے کے عصا
پہرہ دیتا رہے دنبالۂ سرمہ در پر

ہیں جو بے پردہ عنادل میں عروسانِ چمن
شرم سے لیتی ہیں دامانِ صبا اب منھ پر

چلمنیں چھوڑ دو پلکوں کی چکیں ڈال دو جلد
کہہ دو مردم کو کہ دامانِ نگہ لیں منھ پر

نیل ڈھل جائے گا آنکھوں کا فلک یاد رہے
وا اگر یوں ہی رہے آج بھی چشمِ اختر

گرچہ دستِ ہوس دہر سے دامن ہے بری
مگر آوارۂ ہر جا ہے عروسِ خاور

روحِ معشوقۂ بے خوش بھی پر اب دخل نہیں
بار پائے مزے آغوشِ بدن میں پیکر

شوخ دیدہ کو رکھیں اہلِ چمن آنکھوں میں
نرگس از بس ہے پریشاں نظری کی خوگر

خاک اڑاتی پھری آوارۂ ہر دشت چمن
اب حضوری کی ہوا سر میں ہے اے بادِ سحر

marfat.com

خدمتِ گشت معاف آج رہے گوشہ نشیں
حکم سرکار ہے اے بندۂ داعیِ قمر[۱]

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی شان میں

منقبت

السلام اے احمدت صہر و برادر آمدہ
حمزہ سردارِ شہیداں عمِ اکبر آمدہ

جعفرے کو می پرد صبح و مسا با قدسیاں
با تو ہم مسکن بہ بطنِ پاکِ مادر آمدہ

بنت احمد رونقِ کاشانہ و بانوئے تو
گوشت و خونِ تو بہ لحمش شیر و شکر آمدہ

ہر دو ریحانِ نبی گل ہائے تو زاں گل زمیں
بہر گل چینت زمین باغ برتر آمدہ

می چمیدی گلبنا در باغ اسلام و ہنوز
غنچہ ات نشگفتہ ورے نخلے دیگر بر آمدہ

---

[۱] حدائق بخشش حصہ سوم ۔ امام احمد رضا قادری بریلوی ۔ مطبوعہ بریلی ص ۳۶

marfat.com

زمزم از بزم دامن چیدہ رفتہ باد تند
یا علی چوں بر زبانِ شمع مضطر آمدہ

حلِ مشکل کن بروئے من درِ رحمت کشا
اے بنامِ تو مسلم فتحِ خیبر آمدہ

مرحبا اے قاتلِ مرحب امیر الاشجعین
در ظلالِ ذوالفقارت شورِ محشر آمدہ

سینہ ام را مشرقستاں کن بنورِ معرفت
اے کہ نامِ سایہ ات خورشیدِ خاور آمدہ

کے رسد مولیٰ بہ مہرِ تابناکت قیم شام
گو بہ نورِ صحبتِ او صبح انور آمدہ

ناصبی را بغض تو سوئے جہنم رہ نمود
رافضی از حبِ کاذب در سقر در آمدہ

من ز حق می خواہم اے خورشیدِ حق آں مہرِ تو
کز ضیا رشش عالمِ ایماں منور آمدہ

بہر استر چادرِ مہتاب وایں زریں پرند
ناپذیرائے گلیم بختِ قنبر آمدہ

تشنہ کامِ خود رضائے خستہ راہم جرعۂ
شکر آں نعمت کہ شاہِ کوثر آمدہ [1]

---

[1] حدائقِ بخشش (کامل) امام احمد رضا قادری بریلوی. مطبوعہ کراچی ص ۵۰۱

اس کے علاوہ بھی حضرت رضا بریلوی نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں منقبتیں تحریر کی ہیں مگر ایک ہی ردیف وقافیہ اور ایک ہی زمین میں حضرت فاضل بریلوی نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ، سید الشہداء حضرت امام حسین، حضرت غوث اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور دیگر بزرگوں کی شان میں بھی منقبتیں قلمبند کی ہیں نیز اسی ردیف وقافیہ اور اسی زمین میں ایک نعتیہ استغاثہ بھی لکھا ہے۔ مگر حضرت فاضل بریلوی پر تن من دھن لٹا دینے کو جی چاہتا ہے کہ انہوں نے کس قدر جگر کاویوں اور حزم واحتیاط کو شعلِ راہِ فکر بنایا ہے کہ ایک دوسرے کے مضامین ومواد میں کسی طرح کا کوئی تشابہ یا تناسب نہیں پایا جاتا۔ استغاثہ کی فکری جولانی الگ اور منقبتوں کی شعوری پرواز الگ ہر ایک نے فرقِ مراتب اور حدِ فاصل کو قائم کرکے ردیف وقافیہ کی آبرو کی حفاظت کی ہے اور اپنی فنی بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑی ہی چابک دستی کے ساتھ اس دشوار گذار راہ سے گذر گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو ہر ایک سے نمونۂ کلام۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت

مرتضیٰ شیرِ خدا مرحب کش و خیبر کشا
سرورِ لشکر کشا مشکل کشا امداد کن

حیدرا اژدر درا ضرغام ہائل منظرا
شہرِ عرفاں را درا روشن درا امداد کن

ضیغما غیظ وغما زیغ وفتن را راغما
پہلوانِ حق امیرِ لافتیٰ امداد کن

marfat.com

اے خدارا تیغ واے اندامِ احمد را سپر
یا علی یا بوالحسن یا بوالعلیٰ امداد کن

یا یداللہ یا قوی یا زور بر بازوئے نبی
من زپا افتادم اے دستِ خدا امداد کن ؎

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں

منقبت

یا شہید کربلا یا دافعِ کرب و بلا!
گل رعنا شہزادۂ گلگوں قبا امداد کن

اے حسین اے مصطفےٰ را راحتِ جاں نورِ عین
راحتِ جاں نورِ عینم دہ بیا امداد کن

اے زحسنِ خلق وحسنِ خلقِ احمد نسخۂ
سینہ تا پا شکلِ محبوبِ خدا امداد کن

جانِ حسن، ایمانِ حسن اے کانِ حسن اے شانِ حسن
اے جمالت لمعِ شمعِ من رائی امداد کن

جانِ زہرا و شہیدا و زور و ظہیر
زہرت از ہار تسلیم و رضا امداد کن

؎ حدائق بخشش از کاملِ امام احمد رضا قادری بریلوی۔ مطبوعہ کراچی ص ۳۲۱

marfat.com

اے بواقع بیکسانِ دہر را زیبا کسے
وے بظاہر بیکسِ دشت جفا امداد کن

اے گلویت گہہ لبانِ مصطفےٰ را بوسہ گاہ
گرلبِ تیغِ لعیں واحسرتا امداد کن

اے تنِ تو کہ سوارِ شہسوارِ عرش ناز
گہ چناں پامالِ خیلِ اشقیا امداد کن

اے دل و جاں ہا فدائے تشنہ کامیہائے تو
اے لبت شرح رَضِینَا بِالْقَضَا امداد کن

اے کہ سوزت خانمانِ آب را آتش زدے
گرنہ بودے گریہ ارض و سما امداد کن

ہے چہ بجرو تفتگی کوثر لب وایں تشنگی
خاک بر فرقِ فرات از لب مرا امداد کن

ابر گوہر گر مبارد نہر گوہر گر مریز
خود لبت تسلیم و فیضت حبذا امداد کن [۱]

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں

منقبت

آہ یا غوثاہ یا غیثاہ ما امداد کن
یا حیوۃ الجود یا روح المنا امداد کن

[۱] حدائق بخشش کامل. امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی صفحہ ۳۲۳/۳۲۴

marfat.com

یا ولی الاولیا ر ابن نبی الانبیا
اے کہ پایت بر رقاب اولیا امداد کن

دست بخش حضرت حماد زیب دست خود
از تو دستے خواہد ایں بے دست و پا امداد کن

مجمع ہر دو طریق و مرجع ہر دو فریق
فاضلاں و واصلاں را مقتدا امداد کن

وا شیاں بر بندہ از ہر سو ہجوم آوردہ اند
یا عزو نا قاتلا عند الوغا امداد کن[1]

نعتیہ استغاثہ

یا خدا بہر جناب مصطفے امداد کن
یا رسول اللہ از بہر خدا امداد کن

یا شفیع المذنبین یا رحمۃ للعالمین
یا امان الخائفین یا ملتجیٰ امداد کن

حرز من لا حرز لہ یا کنز من لا کنز لہ
عز من لا عز لہ یا مرتجے امداد کن

اے ثروت بے ثروتاں اے قوت بے قوتاں
اے پناہ بیکساں اے عزم را امداد کن

---

[1] حدائق بخشش کامل، ام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۳۲۶/۳۲۷

اے مفیض الجود یا سرّ الوجود اے تخم بود
اے بہائے ابتدا و انتہا امداد کن

نعمتِ بے محنتا اے منتِ بے منتہا
رحمتِ بے رحمتا عین عطا امداد کن

نیّر نور الہدیٰ بدر الدجیٰ شمس الضحیٰ
اے رُخت آئینۂ ذاتِ خدا امداد کن

اے قریشی، ہاشمی، طیبی، تہامی، ابطحی
عزّ بیت اللہ و عذرِ او قبا امداد کن [1]

نیز حضرت رضا بریلوی نے ایک ہی طرز و آہنگ اور ایک ہی ردیف و قافیہ میں حضرت سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں نعت اور حضرت غوث اعظم محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں منقبت کو فکری جامہ پہنایا ہے۔ مگر نعت و منقبت کے ملحوظات و آداب اور دونوں کے امتیازات اور حدود فاصل کو یہاں بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ جس سے نعت و منقبت کے فن پر حضرت فاضل بریلوی کی فنی بالغ نظری کا اندازہ ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو نمونۂ کلام۔

نعت پاک

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحیٰ تیرا
نہیں، سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

---

[1] حدائق بخشش کامل۔ امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی صفحہ ۳۱۶/۳۱۷

marfat.com

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا
فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

آسماں خوان زمیں خوان زمانہ مہماں
صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا ؎

منقبت

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

؎ حدائق بخشش کامل امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۹

marfat.com

تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدیں ہو
اے خضر مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا

فخر آقائیں رضا اور بھی اک نظم رفیع
چل لکھا لائیں ثنا خوانوں میں چہرہ تیرا[1]

ایک دوسری منقبت میں یوں رقمطراز ہیں ؎

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افقِ نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

مرغ سب بولتے ہیں بول کے چپ رہتے ہیں
ہاں اصیل ایک نوا سنج رہے گا تیرا

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا[2]

اسی زمین میں ایک اور منقبت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

الاماں قہر ہے اے غوث وہ تیکھا تیرا
مر کے بھی چین سے سوتا نہیں مارا تیرا

بادلوں سے کہیں رکتی ہے کڑکتی بجلی؟
ڈھالیں چھنٹ جاتی ہیں اٹھتا ہے جو تیغا تیرا[3]

---

[1] حدائق بخشش کامل امام احمد رضا قادری بریلوی - مطبوعہ کراچی ص ۲۳۲/۲۳۳
[2] " " " " " " ص ۲۳۶/۲۳۷
[3] " " " " " " ص ۲۴۰

marfat.com

اس بحر و وزن کے علاوہ دوسری بحور و اوزان میں بھی ان کی دوسری منقبتیں پائی جاتی ہیں چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

بندہ قادر کا بھی، قادر بھی ہے عبد القادر
سرِ باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبد القادر
مفتیِ شرع بھی ہے قاضیِ ملت بھی ہے
علم اسرار سے ماہر بھی ہے عبد القادر
منبعِ فیض بھی ہے مجمعِ افضال بھی ہے
مہرِ عرفاں کا منور بھی ہے عبد القادر
رشکِ بلبل ہے رضا لالۂ صد داغ بھی ہے
آپ کا واصف و ذاکر بھی ہے عبد القادر [۱]

ایک دوسری زمین میں منقبت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

طلب کا منہ تو کس قابل ہے یا غوث
مگر تیرا کرم کامل ہے یا غوث
دُہائی یا محی الدیں دُہائی
بلا اسلام پر نازل ہے یا غوث
وہ سنگیں بدعتیں وہ تیزیِ کفر
کہ سر پر تیغ دل پر سِل ہے یا غوث
خدارا ناخدا، آ، دے سہارا
ہوا بگڑی بھنور حائل ہے یا غوث [۲]

۱؎ حدائق بخشش کامل امام احمد رضا قادری ۔۔۔ مطبوعہ کراچی ص ۲۴۳/۲۴۴

۲؎ " " " " ص ۲۵۴/۲۵۵

marfat.com

حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری کی شان میں

منقبت

برتر قیاس سے ہے مقامِ ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو رفعتِ بامِ ابوالحسین

وارستہ پائے بستہ دامِ ابوالحسین
آزاد نار سے ہے غلامِ ابوالحسین

خطِ سیہ میں نورِ الٰہی کی تابشیں
کیا صبح نوربار ہے شامِ ابوالحسین

ساقی سنا دے شیشۂ بغداد کی ٹپک
مہکی ہے بوئے گل سے مدامِ ابوالحسین

بوئے کباب سوختہ آئی ہے میکشو
چھلکا شرابِ چشت سے جامِ ابوالحسین [1]

انہیں کی شان میں ایک منقبت کے چند اشعار اور پیش ہیں ۔

ماہِ سیما ہے احمدِ نوری — مہر جلوہ ہے احمدِ نوری
نورِ والا ہے احمدِ نوری — نور والا ہے احمدِ نوری
نہ کھلا کیا ہے احمدِ نوری — رازِ بستہ ہے احمد نوری
دور پہنچا ہے احمد نوری — بہت اونچا ہے احمد نوری [2]

---

[1] حدائقِ بخشش کامل امام احمد رضا قادری ص ۲۵۸

[2] حدائقِ بخشش حصہ سوم مطبوعہ بریلی ص ۶۰

حضرت سید شاہ اچھے میاں صاحب مارہروی کی شان میں

منقبت

اے بدورِ خود امامِ اہلِ ایقاں آمدہ
جانِ انس و جانِ جان و جانِ جاناں آمدہ

قامتِ تو سروِ نازِ جویبارِ معرفت
روئے تو خورشیدِ عالم تابِ ایماں آمدہ

بوئے زلفِ عنبرینت قوتِ روحِ ہدیٰ
رنگِ رویت غازۂ دینِ مسلماں آمدہ

رنگ از دلہا زداید خاک بوسیِ درت
تابناک از جلوہ ات مرأتِ احساں آمدہ

ناشتا آلِ احمد وا احمد شفیع المذنبیں
زاں دل از دستِ گنہ پیشِ تو نالاں آمدہ ؎۱

؎۱ حدائقِ بخشش کامل امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۳۱۵/۳۱۴

marfat.com

حضرت شاہ عبدالقادر بدایونی کی شان میں منقبت

قصیدہ مسمیٰ باسمِ تاریخی "چراغِ انس"

۱۳۱۵ھ

اے امام الہدیٰ محبِّ رسول
دین کے مقتدا محبِّ رسول

نائبِ مصطفےٰ محبِّ رسول۔!
صاحبِ اصطفا محبِّ رسول

خادمِ مرتضےٰ محبِّ رسول
مظہرِ ارتضا محبِّ رسول

عینِ حق کا بنا محبِّ رسول
عینِ حق کی بنا محبِّ رسول

زبدۃ الاتقیا محبِّ رسول
عمدۃ الاذکیا محبِّ رسول ؎۱

۱؎ حدائق بخشش کامل ۔ امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۲۹/۳۰

marfat.com

(ج)

صنائع بدائع اور

علمِ عروض

سے

ماہرانہ واقفیت

marfat.com

صنائع و بدائع کی تحقیق کے سلسلے میں ایک فاضل سید اسماعیل رضا بیج ترمذی لکھتے ہیں:

"بدیع کا مادہ "بدع" ہے جس کے معنی ہیں نئی بات کرنا اہل علم اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ البدیع والبدع الشئ الذی یکون اولاً۔ یعنی وہ شے جو سب سے پہلے پیدا ہوئی ہو اور اس سے پہلے کچھ نہ ہو۔ بدیع کے معنی "المحدث العجیب" (عجیب نئی چیز) کے بھی ہیں۔ اور بدیع بمعنی "مُبدع" بھی آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ بدیع السمٰوٰت والارض۔ گویا بدیع اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اس کے علاوہ بدیع اپنے مفعولی معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی نئی معلوم کی ہوئی یا نئی ایجاد کی ہوئی چیز۔ اسی بنا پر خلفاء عباسیہ کے دور میں نئی نئی ادبی تشبیہات و استعارات اور صنائع کو بدیع کہنے لگے اس کے بعد یہ اصطلاح اپنے وسیع تر مفہوم میں ہر ادبی حسن کے لئے استعمال ہونے لگی۔ یہاں تک کہ بدیع ایک علم کی حیثیت سے مرتب ہوا اور ادبی دنیا میں بلاغت کا ایک ایسا شعبہ قرار پایا جس کا تعلق ادبی اسلوب میں حسن پیدا کرنے سے رہا ہو۔

دوسری صدی ہجری میں بشار اور مسلم بن ولید العتابی جیسے عہد عباسی کے شعراء نے شعری صنعت گری کے اس فن کو اس قدر وسعت دی کہ صنائع کا استعمال وسیع پیمانے پر ہونے لگا اس کے بعد ابن المعتز نے اس علم پر محققانہ کام کیا اور بدیع کو پانچ بڑی انواع میں تقسیم کیا یعنی استعارہ، تجنیس، طباق و تضاد، رد العجز علی الصدر اور لف و نشر۔

فن بدیع کو ان پانچ قسموں میں تقسیم کرنے کے باوجود ابن المعتز کو احساس ہوا کہ یہ تعداد کم و بیش بھی ہو سکتی ہے۔ اس احساس کی بنا پر اس نے بارہ محاسن کا اور اضافہ کیا اس کے ایک صدی کے بعد یعنی چوتھی صدی ہجری میں ابو ہلال عسکری نے فن بدیع کو ایک قدم اور آگے بڑھایا اور اس کی پینتیس انواع بیان کیں۔

marfat.com

ابن رشیق نے اپنی کتاب "العمدہ" میں المترع والبدیع کے عنوان کے تحت ساٹھ سے زائد انواع بدیع کی توضیح کی ہے۔ بقول ابن خلدون مغربی ممالک اسلامیہ شمالی افریقہ اور اندلس میں ابن رشیق کی کتاب "العمدہ" بہت مقبول ہوئی چنانچہ وہاں علم بدیع کی بڑی قدر دانی اور ترویج ہوئی۔

چھٹی صدی ہجری کے اواخر اور ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں السکاکی کی بدولت علم بدیع کی تاریخ کا علم البلاغت کی ایک جداگانہ شاخ کی حیثیت سے دور شروع ہوا۔

آٹھویں صدی ہجری میں علم بدیع کے دو حصے بیان کئے گئے یعنی صنائع لفظی اور صنائع معنوی۔ پھر ان کی متعدد قسمیں اور صورتیں متحقق ہوئیں۔ پس کلام کا حسن اور شاعری کا جمال صنائع و بدائع کا معتدل استعمال قرار پایا"۔ [۱]

صنائع و بدائع شاعری کا حسن اور زیور ہے جس سے کلام میں جان اور لطف پیدا ہوتا ہے اس کے بغیر شاعری جسد بے روح معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس کے استعمال میں بڑے ہی قرینے اور سلیقے کی ضرورت ہے اعتدال شرط اولین ہے۔ اس لئے کہ اگر شاعر اعتدال کو خیر باد کہہ کر صرف صنعتوں کی دنیا میں کھو کر شعر کی تکلیق کرے گا تو ایسی صورت میں یقیناً شاعری تخلیق آمد کے بجائے آورد کی نذر ہو جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شاعر کی تخلیق میں بے کیفی اور کم مائیگی کی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی جو شاعری کے معائب سے ہے۔ انہیں خدشات کا احساس دلاتے ہوئے سید عابد علی عابد اپنی کتاب "شعر اقبال" میں لکھتے ہیں :

"معانی لطیف کو لفظوں کا پیراہن حریری پہنانے کی کوششوں میں کبھی کبھی تانا بانے الجھ جاتے ہیں اور کبھی یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ پیراہن پھٹ جاتا ہے اور معا

---

[۱] معارف رضا شمارہ ۱۹۸۶ء مطبوعہ کراچی ص ۱۳۶/۱۴۷

marfat.com

کا جسم عریاں الفاظ کے پیراہن سے جھانکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔" ۱

پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب لکھتے ہیں۔

"جو صنعتیں کلام کا زیور ہیں ان کے استعمال کے لئے بھی ایک خاص سلیقے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ سلیقہ بھی فطرت کی تائید کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ خالی زیور نہ حسن کی آرائش کر سکتا ہے نہ افزائش، جب تک سلیقہ اس کا ساتھ نہ دے اگر کوئی گلے کا زیور پاؤں میں اور پاؤں کا زیور کان اور ناک میں لٹکا دے یا زیوروں اور اعضا میں تناسب کا خیال نہ رکھے یا مناسب مقدار سے زیادہ پہن لے تو نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی حال صنعتوں کا بھی ہے کہ اگر محل اور مقدار کی مناسبت کا لحاظ نہ رکھا جائے تو ان کا استعمال کلام کا حسن نہیں بلکہ عیب بن جائے گا۔" ۲

حضرت رضا بریلوی کے دور میں صنائع، بدائع، عروض و بلاغت اور معانی و بیان وغیرہ کو شاعری کی جان تصور کیا جاتا تھا۔ اس دور میں جناب حسرت موہانی ایک رسالہ "نکاتِ سخن" کے نام سے نکالتے تھے جس کے مضامین شاعری کے فنی لوازمات ہی ہوتے تھے حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے زمانے میں شعر و سخن کا بڑا غلغلہ تھا ان کے معاصر شعراء صنائع و بدائع، علمِ معانی و بیان اور دیگر لوازمات شاعری سے اپنی تخلیقات کو سنوارنا اپنا نصب العین سمجھتے تھے اس لئے وہ اس پر بڑی گہری نظر اور وسعتِ مطالعہ رکھتے تھے اس زمانے کا ہر شاعر اس موضوع پر بیسیوں سے زائد کتابوں کو اپنے مطالعہ میں رکھتا تھا ردیف و قوافی کو نوک پلک سے آراستہ رکھتے تھے۔ غرضیکہ آدابِ شاعری کی بجا آوری میں ایک لمحہ بھی فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں رضا بریلوی کے تبحر علم اور ان کی عبقریت نے ہر صاحبِ علم و

---

۱ شعر اقبال۔ سید عابد علی عابد۔ بزم اقبال قلب روڈ لاہور صفحہ ۳۶۵ طبع دوم جون ۱۹۷۷ء

۲ ہماری شاعری معیار و مسائل۔ پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب۔ مطبوعہ لکھنو صفحہ ۱۱۱/۱۱۲

marfat.com

دانش کے درِ گوش پہ دستک دے کران کو اپنی جانب ہمہ تن متوجہ کر لیا تھا۔ اور ہر ایک نے ہوش و خرد کے عالم میں ان کے تبحر علمی کو بسر و چشم تسلیم بھی کر لیا تھا۔ اپنے اور بیگانے ان کے تبحر علمی کے تسلیم کرنے کے نقطۂ نظر سے ایک ہی صف میں دست بستہ نظر آنے لگے تھے ایسے عالم میں نغماتِ رضا نے سبکو مسحور کر دیا اور ان کی صناعی، فن سے واقفیت اور رموز و نکات نے یہ تاثر قائم کر دیا کہ اس جذبے میں ڈوب کر جو کہا گیا اس کی کیا بات عالم کرامت ہے، طلسمات ہے اور استاد غزل جناب داغ دہلوی نے جب حضرت رضا بریلوی کا یہ شعر سنا ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

تو عش عش کر اٹھے اور کہنے لگے۔

" مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے "[۱]

ملاحظہ ہوں حضرت رضا بریلوی کے کلام سے صنائع و بدائع کی دلکش اور حسین جھلکیاں۔

۱۔ صنعتِ تجنیس کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو تعداد نقاط و اعراب میں ایک ہی جیسے ہوں لیکن ان کے معنی الگ الگ ہوں۔ تجنیس کی کئی قسمیں ہیں لیکن ان کا استعمال تکلف اور تصنع سے پاک ہو۔ ؎

سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

۱۔ معارف رضا شمارہ ۱۹۸۳ء مطبوعہ کراچی ص ۱۵۵

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی سے نکلا ہمارا نبی

۲۔ صنعت اشتقاق وہ صنعت ہے کہ کلام میں ایسے الفاظ لائے جائیں جو آپس میں ملتے جلتے ہوں لیکن ایک ماخذ سے نہ ہوں بظاہر ایک ماخذ سے معلوم ہوتے ہوں ؎

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ "لا" ہے نہ حاجت اگر کی ہے

۳۔ صنعت اقتباس قرآن پاک کی کسی آیت یا اس کے جزو کو شعر میں لایا جائے۔ یہ صنعت غزل یا قصیدے میں بہت ہی کم استعمال ہوتی ہے البتہ نعت پاک میں اس کے استعمال کے مواقع بکثرت ہیں لیکن عالمانہ شعور اس کے لئے درکار ہے اور حضرت رضؔا کے یہاں اس شعور کی کمی نہیں۔

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

مَنْ زَارَ تُرْبَتِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ
ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے

۴۔ حسن تلمیح ایسی نظم لکھنا جس کے ہر شعر کا ایک حصہ ایک زبان میں ہو اور دوسرا حصہ دوسری زبان میں ہو جیسے ؎

لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا ۔
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھکو شہِ دوسرا جانا

marfat.com

۵۔ صنعت عکس مستوی ایک عبارت بیان کرنا پھر اس کو الٹ کر اس طرح بیان کرنا کہ تراکیب الفاظ وہی رہیں۔

یہ سر ہو اور وہ خاک در وہ خاک در ہو اور یہ سر

رضاؔ اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

۶۔ صنعت ترصیع وہ صنعت ہے کہ شعر میں دوسرے مصرعے کے تمام الفاظ پہلے مصرعے سے ہم قافیہ ہوں جیسے۔

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے

چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

اب تک حضرت رضاؔ بریلوی کے حوالے سے جن صنعتوں کا ذکر کیا گیا ان کا تعلق لفظ سے تھا یعنی وہ صنعتِ لفظی کا بیان تھا۔ لیکن جس طرح لفظی صنعتیں ہوتی ہیں اسی طرح معنوی بھی ہوتی ہیں۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مخصوص معنوی صنعتوں کا ذکر بھی حضرت رضاؔ بریلوی کے خصوصی مطالعہ سے کر دیا جائے۔ ملاحظہ ہو۔

صنعت تضاد صنائع معنوی میں صنعت تضاد بہت ہی کثرت سے استعمال ہوتی ہے جو عامتہ الورود ہے۔ ہر غزل میں ایک دو اشعار آپ کو ایسے مل جائیں گے جن میں دو الفاظ ایسے ضرور ہوں گے جو معنی کے لحاظ سے متضاد و مخالف ہوں گے۔ جیسے۔

شش جہت سمتِ مقابل شب و روز ایک ہی حال

دھوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی

صدقے رحمت کے کہاں پھول کہاں خار کا کام

خود ہے دامن کشِ بلبل گلِ خندانِ عرب

marfat.com

صنعت تنسیق الصفات

وہ صنعت ہے جس کے ذریعہ ممدوح کی متعدد صفات ایک یا دونوں مصرعوں میں بیان کی جائیں جیسے

ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

مراعاۃ النظیر

کسی ایک لفظ کو اصل قرار دیکر پھر اس کے مناسبات بیان کرنا مثلاً باغ کا ذکر اس طرح کیا جائے کہ پھول، شاخ، پتی اور خوشبو نسیم کا ذکر کیا جائے۔ اسی قبیل کے اور مناسبات مذکور ہوں۔ ہر صنف شاعری میں یہ صنعت عامۃ الورود ہے جس سے کلام میں حسن پیدا ہو جاتا ہے مثلاً

وہ سرگرم شفاعت ہیں عرق افشاں ہے پیشانی
کرم کا عطر صندل کی زمیں رحمت کی گھاتی ہے

بزم ثنائے زلف میں میری عروس فکر کو
ساری بہار ہشت خلد چھوٹا سا عطر داں ہے

حسن تعلیل

تضاد کی طرح صنائع معنوی میں حسن تعلیل کا استعمال بھی بکثرت ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حسن تعلیل شاعری کی جان ہے۔ شاعر کی قوت متخیلہ اشیائے کائنات کے مشاہدے اور مطالعے سے ایسے نتائج اخذ کر لیتی ہے جو حقیقی نہیں ہوتے لیکن شاعر اپنی قوت بیانی سے ان کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ قاری اور سامع اس کی بیان کردہ توجیہ اور علت کو علت حقیقی سمجھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ نعت و منقبت میں اس

marfat.com

صنعت کا استعمال بہت مشکل اور دشوار ہے مگر حضرت رضا بریلوی نے نعت و منقبت میں اس کا استعمال نہایت ادب و احترام . جزم و احتیاط اور قاعدے و قرینے سے کیا ہے وہ فرماتے ہیں ؎

باغِ عرب کا سروِ ناز دیکھ لیا ہے ورنہ آج
قمریِ جانِ غمزدہ گونج کے چہچہائی کیوں

خم ہو گئی پشت فلک اس طعن زمیں سے
سن ہم پہ مدینہ ہے یہ رتبہ ہے ہمارا

صنعت ایہام

ایک ایسا لفظ لانا جس کے دو معنی ہوں اور کسی قرینے سے جو معنی وہاں فوراً سمجھ میں آیا ہوا ہو وہ مقصود نہ ہو بلکہ دوسرا معنی مراد ہو . جیسے ؎

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

حورِ جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردۂ مجاز دیس کی چیز گائی کیوں

صنعت تلمیح

صنائع معنوی میں یہ صنعت بہت ہی زیادہ استعمال ہوتی ہے کوئی شاعر بھی ایسا نہیں جس کے کلام میں یہ صنعت موجود نہ ہو . مذہبی تاریخی سماجی اور ثقافتی روایات و واقعات میں سے کسی ایک قصہ یا واقعہ کی طرف شعر میں اشارہ کرنا تلمیح ہے جیسے ؎

کیوں جناب بوہریرہ تھا وہ کیسا جامِ شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منھ پھر گیا

marfat.com

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

لف و نشر صنائع معنوی میں یہ بھی کثیر الاستعمال اور عام اور دو صنعت ہے۔ اس صنعت میں شاعر پہلے مصرعہ میں چند چیزیں بیان کرتا ہے اور پھر اس ترتیب سے ان کے مناسبات دوسرے مصرع میں پیش کرتا ہے۔ اگر دونوں مصرعوں میں ترتیب موجود ہے تو اس کو لف و نشر مرتب کہا جائے گا اور اگر ترتیب نہیں بلکہ بے ترتیبی ہے تو اس کو لف و نشر غیر مرتب کہا جائے گا۔

لف و نشر مرتب

خوار و بیمار و خطاوار و گنہگار ہوں میں
رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

دنداں و لب و زلف و رخِ شہ کے فدائی
ہیں درِ عدن لعلِ یمن مشکِ ختن پھول

لف و نشر غیر مرتب

دیکھو قرآں میں شبِ قدر سے تا مطلعِ فجر
یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو

دل بستہ، بیقرار، جگر چاک، اشکبار
غنچہ ہوں، گل ہوں، برقِ تپاں ہوں، کباب ہوں

اب تک صرف صنائع کا ذکر ہوا لیکن اب ہم یہاں سے بدیع (یعنی بدائع) کا ذکر کریں گے جیسا کہ ہمارے اس مقالے کا بنیادی مقصد ہے۔ جس سے کہ حضرت رضا بریلوی کے کلام کی خوبیوں کا اندازہ ہو سکے۔

بدائع کے بارے میں منقول ہے کہ۔ شاعری اور علم بیان و بدیع کا چولی دامن کا

marfat.com

ساتھ ہے" اور شاعری کی تخلیق کے لئے بہترین کسوٹی۔ انہیں لوازمات پر شاعری کی تخلیق کو اہل نقد نظر پرکھتے ہیں۔ اور اس کے بعد اس کے محاسن و معائب کی نشاندہی کرتے ہیں کہ شاعر فن شاعری اور علوم شاعری پر کس قدر مہارت و دسترس رکھتا ہے علم عروض پر اس کی گرفت کتنی مضبوط ہے حرف روی، تشبیہ، استعارہ، کنایہ اور مجاز مرسل سے کلام کس حد تک مرصع ہے۔ ملاحظہ ہو حضرت رضا بریلوی کے کلام سے بیان و بدیع کی حسین و دلکش جھلکیاں۔

تشبیہ

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

جا بجا پرتو فگن ہیں آسماں پر ایڑیاں
دن کو ہیں خورشید شب کو ماہ و اختر ایڑیاں

استعارہ

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

منزل کڑی ہے رات اندھیری میں نا بلد
اے خضر لے خبر مری اے ماہ لے خبر

کنایہ

تشبیہ میں ایک چیز کو دوسری چیز سے مثال دیتے ہیں استعارہ میں تشبیہ کے تعلق سے دوسرے معنی مراد لیتے ہیں۔ مجاز میں دوسرے معنی مراد لیتے ہیں لیکن اصلی اور غیر اصلی معنی میں تعلق تشبیہ کا نہیں ہوتا اور کچھ تعلق ہوتا ہے اور پہلے معنی مراد نہیں ہوتے۔ کنایہ میں لفظ کے اصلی معنی بھی مقصود ہوتے ہیں اور اس سے جو نتیجہ نکلتا

marfat.com

ہے وہ معنی بھی مراد ہوتا ہے یعنی لازم و ملزوم دونوں معنی مقصود ہوتے ہیں۔ اہل علم کہتے ہیں کہ اس کے استعمال کے لئے بڑے سلیقے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو رہتابریلوی کے اشعار سے

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

آب زر بنتا ہے عارض پر پسینہ نور کا
مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

مجازِ مرسل ایک لفظ کے معنی جب اصل لفظ کے خلاف لیں۔ اگر وہ معنی تشبیہ کے علاقہ سے لیے جائیں تو اسے استعارہ کہیں گے اور اگر کسی دوسرے تعلق سے اس کے معنی مراد لئے جائیں تو مجاز مرسل کہیں گے۔ مجاز مرسل کے قرینے اور اس کے تسمیات، استعارہ اور تشبیہ سے بالکل الگ تھلگ ہوتے ہیں۔ یہاں لفظ اپنے حقیقی معنی میں مطلقاً استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے معنی ہمیشہ مجازی ہوتے ہیں مگر ان معنی مجازی اور لفظ مستعمل میں کوئی نہ کوئی قرینہ مراد ضرور ہوتا ہے یعنی کبھی کل بول کر جزو مراد لیتے ہیں اور کبھی جزو بول کر کل۔ کبھی سبب بول کر مسبب اور کبھی مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں۔ کبھی ظرف بول کر مظروف اور کبھی مظروف بول کر ظرف اسی طرح چند اور قرینے بھی ہیں لیکن شاعری میں عموماً مذکورہ بالا قرینے ہی استعمال ہوتے ہیں۔ بہر حال مجاز مرسل بھی تشبیہ، استعارہ اور کنایہ کی طرح سے آرائش کلام کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور اس کے برمحل استعمال سے کلام بلیغ ہو جاتا ہے۔" ۱ے

فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

۱ے تحقیقی اور ادبی جائزہ - علامہ شمس بریلوی، مطبوعہ کراچی ص ۱۵۸/۱۵۹

یہاں ظرف بول کر مظروف یعنی دریا بول کر پانی مراد لیا ہے ۔

بحر سائل کا ہوں سائل نہ کنوئیں کا پیاسا
خود بجھا جائے کلیجہ مرا چھینٹا تیرا

علم عروض

حضرت رضا بریلوی کو دیگر علوم و فنون کی طرح علم عروض پر بھی ماہرانہ دسترس حاصل تھی۔ صنائع بدائع اور علم عروض پر حضرت رضا بریلوی کی تحقیقی تصنیفات کا بھی ذکر ملتا ہے۔ جیسا کہ اس کی ایک جھلک حضرت رضا بریلوی کی علمی و ادبی خدمات کے تحت سامنے آچکی ہے۔ اگر اس موضوع پر تحقیق و تفحص سے کام کیا جائے تو حضرت رضا بریلوی کی شخصیت یگانۂ روزگار کی حیثیت سے سامنے آسکتی ہے۔

چنانچہ علامہ محمد قمر الحسن قمر بستوی ایم اے علیگ حضرت رضا بریلوی کی ایک شہرۂ آفاق نعت کا علم عروض کی روشنی میں تجزیہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

" اس نعت میں اس قدر تسلسل ہے کہ زیر و بم کی نغمگی قلب و دماغ پر سرعت سے اثر انداز ہوتی ہے ۔ اگر ذرا بھی حرکتوں میں تبدیلی کر دی جائے تو لفظوں کا باہمی ربط بے جان ہو جائے ۔

بحر سالم کی افاعیل عروضی کے دو سبب خفیف اور ایک وتد مجموع کی ترکیب سے وزن میں اس قدر روانی پائی جاتی ہے جیسے کوئی کوہ البرز کی وادیوں کی سخت چٹانوں سے رستا ہوا میٹھا چشمہ فراز سے نشیب کی جانب گر رہا ہو اور اس کی روانی سے پیدا ہونے والی آواز پردۂ سماع پر ایک ابتہاج انگیز اثر چھوڑ رہی ہو۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیں۔

marfat.com

مُسْتَفْعِلُنْ	مُسْتَفْعِلُنْ	مُسْتَفْعِلُنْ	مُسْتَفْعِلُنْ
رخ دن ہے یا	مہر سما	یہ بھی نہیں	وہ بھی نہیں
شب زلف یا	مشک ختا	یہ بھی نہیں	وہ بھی نہیں

وزن کا تسلسل موضوع کے تسلسل کو مستلزم ہے۔ افاعیل عروضی کی بحر رجز اگرچہ اس میں دو سبب خفیف کے بعد ایک وتد مجموع کا التزام ہے مگر موزونیت میں یہ بحر بڑی وسعت کی حامل ہے اس بحر کے موزوں اشعار میں بڑی نغمگی اور ترنم، تسلسل اور ربط و آہنگ اور تہیج و موسیقیت اور دل آویزی دیگر بحروں کی بہ نسبت کچھ زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ اس وزن پر موزوں کئے ہوئے اشعار اگرچہ سامع کے ذہن میں معنوی طور پر کوئی گدگدی نہ پیدا کر سکیں مگر نفس وزن سے ذہن خاصا متاثر ہوتا ہے اور غیر شعوری وجدان پیدا ہو جاتا ہے کہ دل ابر بہاری کی طرح جھومنے لگتا ہے لیکن اس نعت میں جہاں وزن کی دل آویزی اثر انداز ہے وہیں شعر کے مفہوم و معانی کی بلندیاں بھی سامع کو اس سے کہیں زیادہ متاثر کرتی ہیں۔" ۱

اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی حضرت رضا بریلوی کی علم عروض پر جابکدستی کا ذکر کرتے ہوئے ان کی ایک نعت (جس کا مطلع ہے)

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

کا عروضی نقطۂ نظر سے تجزیہ کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

" جیسا کہ تحریر کیا گیا اس بحر کو متدارک مخبون مسکن اخذ سے ممتاز کرنے کے لئے بحر متقارب کا کوئی مخصوص رکن لانا چاہیئے۔ فاضل بریلوی نے اس نعت کے مطلع میں مخصوص رکن کے ذریعہ بحر کو متعین کر دیا ہے اور انتہائے احتیاط یہ کہ ہر ایسے شعر میں

---

۱ ماہنامہ قاری۔ ماہ جولائی ۱۹۹۱ء مطبوعہ دہلی ص ۳۹/۴۰

marfat.com

جس کا ایک مصرعہ بحر متدارک میں سما سکتا تھا۔ دوسرے مصرعے میں کسی لازمی رکن کا اضافہ کر کے رفع اشتباہ کر دیا ہے مثلاً ؎

پھر جھنجلا کر سر دے ٹپکوں چل رے موئی والی ہے

دیکھو محمد بیکس پر شب نے کیسی آفت ڈالی ہے

صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے

یہ تینوں مصرعے بحر متدارک میں سما سکتے ہیں لیکن ان کے مصاریع اولیٰ میں خط کشیدہ ارکان نے بحر متقارب کو متعین کر دیا۔

ساتھی ساتھی کہہ کے پکاروں ساتھی ہو تو جواب آئے

تم تو چاند عرب کے ہو پیارے تم تو عجم کے سورج ہو، ملہ

دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرّافہ

اگرچہ صفحات گذشتہ میں حضرت رضا بریلوی کی فن سے واقفیت اور فنی رموز و نکات کا ذکر کافی تفصیل سے آچکا ہے مگر اس کے باوجود اس موضوع کو مکمل بنانے کے لئے مزید حضرت رضا بریلوی کے چند مخصوص فنی رموز و نکات کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے ایک ماہر فن اور وحید روزگار نعت گو کی حیثیت سے ان کا درجہ متعین کیا جا سکے۔

چنانچہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں حضرت رضا بریلوی کی فنی رموز و نکات سے واقفیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ملہ ماہنامہ اشرفیہ۔ مارچ اپریل ۱۹۸۵ء مطبوعہ اعظم گڑھ صفحہ ۴۳

marfat.com

"پھر اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ وہ کوئی ایسی نعت لکھتے جو بے مثل ہوتی۔ چنانچہ ایک نعت انہوں نے صنعت ملمع میں لکھی۔ دراصل ملمع اس صنعت کو کہتے ہیں کہ ایک مصرعہ یا ایک شعر عربی کا ہو اور دوسرا مصرعہ یا دوسرا شعر فارسی کا ہو اس میں زیادہ سے زیادہ بیس اشعار ہوا کرتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ملمع مکشوف یعنی جب ایک مصرعہ عربی اور ایک فارسی میں ہو۔

(۲) ملمع محجوب۔ یعنی جب ایک شعر عربی میں ہو اور دوسرا شعر فارسی میں ہو۔

لیکن اعلیٰ حضرت نے ایسے ملمع میں اشعار لکھے ہیں جن میں عربی فارسی ہندی (بھاشا) اور اردو چار زبانوں کے الفاظ ہیں۔ ے

لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھ کو شہ دوسرا جانا "۱

یوں ہی حضرت رضا بریلوی کے قصیدۂ درودیہ (سلام) کے بارے میں علامہ شمس بریلوی اظہار خیال فرماتے ہیں۔

"یہ سلام بھی اپنی ساخت کے اعتبار سے ادبیات رضا میں ہے یہ پورا سلام صنعت مالایلزم اور اس کا مصرعہ اول صنعت ذوقافیتین میں ہے۔ مصرعہ اول میں حضرت رضا قدس سرہٗ نے یہ التزام رکھا ہے کہ مصرعہ ذوقافیتین ہو ساتھ ہی مصرعہ اول میں قافیہ با عتبار حروف ہیجا رکھا ہے۔ میری نظر سے ایسا التزام اب تک نہیں گذرا۔ ذوقافیتین مصرعے شعراء نے ضرور کہے ہیں لیکن حرف ہجا کی قید کے ساتھ ذوقافیتین مصرعے کہنا ادبیات رضا میں شامل ہے۔"۲

ملاحظہ ہوں قصیدۂ مذکور کے چند منتخب اشعار ے

---

۱ معارف رضا شمارہ ۱۹۸۳ء مطبوعہ کراچی ص ۲۴۰

۲ حدائق بخشش۔ امام احمد رضا قادری مطبوعہ کراچی ص ۱۹۲

marfat.com

کعبے کے بدرالدجیٰ تم پہ کروروں درود   طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود
دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کفِ پا چاند سا   (ا) سینے پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروروں درود
ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب   (ب) نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروروں درود
تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات   (ت) اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروروں درود
تم ہو حفیظ و مغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث   (ث) تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروروں درود
وہ شبِ معراج راج وہ صفِ محشر کا تاج   (ج) کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروروں درود
جانِ جہانِ مسیح داد کہ دل ہے جریح   (ح) نبضیں چھٹیں دل چلا تم پہ کروروں درود
اف وہ رہِ سنگلاخ آہ یہ پا شاخ شاخ   (خ) اے مرے مشکل کشا تم پہ کروروں درود
تم سے کھلا بابِ جود تم سے ہے سب کا وجود   (د) تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروروں درود
خستہ ہوں اور تم معاذ بستہ ہوں اور تم ملاذ   (ذ) آگے جو شہ کی رضا تم پہ کروروں درود
گرچہ ہیں بیحد قصور تم ہو عفو و غفور   (ر) بخش دو جرم و خطا تم پہ کروروں درود
بے ہنر و بے تمیز کس کو ہوئے ہیں عزیز   (ز) ایک تمہارے سوا تم پہ کروروں درود
آس ہے کوئی نہ پاس ایک تمہاری ہی آس   (س) بس ہے یہی آسرا تم پہ کروروں درود
طارمِ اعلیٰ کا عرش جس کفِ پا کا ہے فرش   (ش) آنکھوں پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروروں درود
کہنے کو ہیں عام خاص ایک تمہیں ہو خلاص   (ص) بند سے کر دو رہا تم پہ کروروں درود
تم ہو شفائے مرض خلقِ خدا خود غرض   (ض) خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروروں درود
آہ وہ راہِ صراط بندوں کی کتنی بساط   (ط) المدد اے رہنما تم پہ کروروں درود
بے ادب و بد لحاظ کر نہ سکا کچھ حفاظ   (ظ) عفو پہ بھولا رہا تم پہ کروروں درود
لو تہِ دامن کہ شمع جھونکوں میں ہے روزِ جمع   (ع) آندھیوں سے حشر اٹھا تم پہ کروروں درود
سینہ ہے کہ داغ داغ کہہ دو کرے باغ باغ   (غ) طیبہ سے آکر صبا تم پہ کروروں درود
گیسو و قد لام الف کر دو بلا منصرف   (ف) لا کے تہ تیغ لا تم پہ کروروں درود

marfat.com

تم نے برنگِ خلق جیبِ جہاں کرکے شق (۳) نور کا تڑکا کیا تم پہ کروروں درود
نوبتِ در ہیں فلک خادمِ در ہیں ملک (۴) تم ہو جہاں بادشا تم پہ کروروں درود
خلق تمہاری جمیل خلق تمہارا جلیل (۱) خلق تمہاری گدا تم پہ کروروں درود
طیبہ کے ماہ تمام جملہ رسل کے امام (۲) نوشۂ ملکِ خدا تم پہ کروروں درود
گندے نکمے کمین مہنگے تو کوڑی کے تین (۳) کون ہمیں پالتا تم پہ کروروں درود
گرنے کو ہوں روک لو غوطہ لگے ہاتھ دو (۴) ایسوں پر ایسی عطا تم پہ کروروں درود
کرکے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ (۵) تم کہو دامن میں آ تم پہ کروروں درود
ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی (۶) کوئی کمی سرورا تم پہ کروروں درود
کام دو لے لیجیے تم کو جو راضی کرے (۷) ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروروں درود[۱]

حضرت رضا بریلوی کو فن شاعری کے جملہ رموز و نکات سے کماحقہ واقفیت تھی وہ شاعری کے زیر، زبر اور نقطہ غرضیکہ تمامی حرکات و سکنات سے آشنا تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک قصیدے میں ایک جگہ لفظ خط توام کا استعمال فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حسنِ سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا

صاف شکلِ پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خط توام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

مولانا وارث جمال قادری ان اشعار کی تشریح و تفریح کرتے ہوئے خط توام کے بارے میں لکھتے ہیں :

۱۔ امام شعر و ادب ۔ مولانا وارث جمال مطبوعہ اعظم گڑھ صفحہ ۸۹

marfat.com

خطِ توأم وہ خط ہے جس کے لکھنے کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ کاغذ کے دو صفحے لئے جاتے صفحہ ۱ پر مضمون کا ایک حرف اور صفحہ ۲ پر مضمون کا دوسرا حرف لکھا جاتا اس طرح سے مضمون کو پورا کیا جاتا۔ پہلے دونوں صفحوں میں سے صرف ایک ہی بھیجا جاتا جب پہلا صفحہ اپنی منزل تک پہنچ جاتا تو دوسرا صفحہ ارسال کیا جاتا۔ اس کے بعد مکتوب الیہ خط کے ان دونوں ٹکڑوں کو آمنے سامنے رکھ کر خط کا مفہوم آسانی سے سمجھ جاتا تھا۔ فوجی، ملکی، سیاسی یا کسی بھی نوعیت کے اہم رازوں کو ادھر ادھر کرنے کے لئے یہ طریقہ بھی اپنایا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر درج ذیل مضمون کو ملاحظہ فرمائیں۔

۔ ہندوستان میں ایک قومی نظریہ کے فتنہ کا بانی اکبر بادشاہ ہے جس کا مجاہدانہ یلغار کے ساتھ مجدد الف ثانی نے مکمل استیصال فرمایا اور پھر چودھویں صدی ہجری میں اسلامیان ہند کو اپنی لپیٹ میں لے کر ترک موالات کی شکل میں ایک طوفان بن کر اٹھا جو امام احمد رضا بریلوی کی علمی عبقریت سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ ۱؎

۱؎ امام شعر و ادب ۔ مولانا وارث جمال ۔ مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۶۰ء

marfat.com

مصرعہ ۱	مصرعہ ۲	مصرعہ ۱	مصرعہ ۲	مصرعہ ۱	مصرعہ ۲	مصرعہ ۱	مصرعہ ۲	مصرعہ ۱	مصرعہ ۲	مصرعہ ۱	مصرعہ ۲	مصرعہ ۱	مصرعہ ۲
ہ	ن	ب	ر	ح	و	ھ	ر	ن	ی	و	ت	ل	م
و	و	ب	ا	و	ا	چ	و	ل	پ	ا	ن	ی	ع
س	ت	و	ش	ل	ت	و	ہ	ے	ٹ	ب	ن	ب	ق
ا	ن	ا	ہ	ش	ا	و	ی	م	ے	ک	ر	ر	ی
ا	ے	ہ	ے	ن	ی	ں	ص	ں	ل	ا	ط	ی	ث
ک	ق	ج	س	ن	ے	و	ی	ے	ک	ھ	ا	س	ے
و	م	ک	ا	م	ک	ہ	ج	ر	ت	ج	و	ٹ	ک
ی	ن	م	ج	م	م	ر	ی	ر	ک	ا	م	ر	ا
ظ	ر	ا	ہ	ل	ا	م	ے	م	و	ا	م	ک	ر
ی	ہ	و	ا	س	ت	ں	ا	ا	ل	ا	ح	پ	ا
ک	ے	ن	ہ	ی	ص	س	ل	ا	ت	م	د	ش	پ
ف	ت	ی	ل	ا	ل	ا	م	ک	ی	ر	ض	ا	ش
ن	ے	غ	ا	ت	ر	ی	ا	ش	ک	ا	ب	ح	و
ک	ا	ر	ک	م	ا	ن	ہ	ل	م	ر	ے	گ	ی
ب	ا	ے	س	ی	ا	ن	د	ے	ں	ل	و	ا	×
ن	ی	ا	ت	ا	و	ک	و	ا	ے	ی	ک	×	×
ا	ک	ھ	م	ر	پ	ا	پ	ک	ط	ی	ع	×	×

امام شعر وادب، وارث جمال قادری، مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۹۰

marfat.com

(۷)

زبان وبیان سے واقفیت

marfat.com

شاعر کے لئے سب سے اہم سوال یہ ہے کہ وہ جب اپنے افکار کا اظہار کرتا ہے وہ جو کچھ سوچتا اور محسوس کرتا ہے اور جو کچھ اس پر گزرتی ہے اس کو وہ کس زبان میں ادا کرتا ہے زبان اور اپنے انداز بیان کے ذریعہ نظم کرتا ہے کیونکہ کسی شاعری کی تخلیق کا شعور ہے سے اظہار کرنے کے بعد اساتذہ کے ساتھ اس کی تخلیق کی زبان و بیان کا تعین کیا جا سکتا ہے کہ یہ فلاں عہد کا شاعر ہے اس کی زبان فلاں عہد کی ہے۔

حضرت شاکر ناطقی کے زمانے میں شاعری کا معیار مستند شعرا کی زبان و بیان کی دھوم مچی ہوئی تھی شعرائے دہلی کی شاعری اور ان کی زبان و بیان کی صفائی و ستھرائی پر شعرا کی کلام قبولیت کی سند حاصل کر لیتی تھی۔ پیچھے کی زبان پر ان کے استاد گہری نگاہ رکھتے تھے اور فردوس گوش بنے ہوئے تھے۔ ان کی شہرت نے ان کے رنگ کو ٹکسالی رنگ میں رنگ دیا تھا۔

شاعر اپنے زمانے اور ماحول کی رنگا رنگی شاعرانہ خصوصیات کو اپنانا اپنے لئے لازمی تصور کرتا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کی شاعری عام توجہ کی سند سے محروم رہ جاتی۔ چونکہ انیسویں صدی کے ربع آخر میں اردو شاعری کا آفتاب نصف النہار تک جا پہنچا تھا اور اردو شاعری ایک مہذب وضع قطع کے سانچے میں ڈھل چکی تھی اور داغ دہلوی کے زبان و بیان کی دھوم مچی ہوئی تھی اور تمام شعرا داغ، امیر مینائی اور اسیر لکھنوی جیسے بزرگوں کے رنگ اور ان کی زبان و بیان کی تقلید کر رہے تھے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت شاکر میں یا داغ دہلوی اور ان کے ہم عصر مشاہیر و مستند شعرا کی زبان و بیان کا معیار کیا تھا؟ اور وہ کون سا وصف تھا جو قبولِ عام کا سبب تھا؟

اس سوال کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ زبان کی صحت کے ساتھ ساتھ سلاست، سادگی، پاکیزگی اور صفائی اس دور کی شاعری کا وصف اور معیار تھی۔ چنانچہ

marfat.com

علامہ شمس بریلوی حضرت رضا بریلوی کی زبان کے بارے میں رقمطراز ہیں:

حضرت رضا قدس سرہٗ کی زبان کے سلسلے میں ان کے معاصرین کی شاعری سے پچھلے اوراق میں بہ طور نمونہ کچھ شعر پیش کئے ہیں تاکہ یہ اندازہ ہوسکے کہ حضرت رضا اپنے معاصرین کا زباں دانی میں کہاں تک ساتھ دے سکے ہیں اور ان کی زبان کی شستگی، شگفتگی اور سلاست ان کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن میں نے حضرت رضا قدس سرہٗ جیسے باکمال نعت گو کی سلاست زبان اور اس کی شستگی کے لئے ان کے معاصرین کی عشقیہ شاعری کو پیش کیا ہے جیسا کہ کئی جگہ عرض کر چکا ہوں۔ عشقیہ شاعری میں زبان و بیان کے لئے حدود معین ہیں اور نہ ہی اس کے آداب و لوازم۔ آپ جس مضمون کو چاہیں زبان کی چاشنی، بیان کی ندرت اور انداز بیان کے تیکھے پن کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن نعت میں شاعر کو بڑی ہشیاری کے ساتھ حدود و آداب کے اندر رہتے ہوئے قدم اٹھانا پڑتا ہے نہ یہاں بے راہ روی کی گنجائش ہے اور نہ ہی بے باکی کی۔ ؎[1]

اسی لئے تو جناب محسن کاکوروی نے تحدیث نعمت کے طور پر اپنی زبان و بیان کے بارے میں کہا تھا ؎

سخن کو رتبہ ملا ہے مری زباں کے لئے
زباں ملی ہے مجھے نعت کے بیاں کے لئے [2]

اور حضرت رضا بریلوی جناب محسن کاکوروی سے دو قدم آگے بڑھ کر فرماتے ہیں ؎

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعت نبی لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

---

[1] تحقیقی اور ادبی جائزہ۔ علامہ شمس بریلوی۔ مطبوعہ کراچی ص ۶۰

[2] اردو میں نعتیہ شاعری۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق۔ مطبوعہ کراچی ص ۲۲۵

marfat.com

ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان حضرت رضا بریلوی کے انداز بیان کی پذیرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"جس طرح ان کے بیان کی توضیح دشوار ہے اسی طرح انداز بیان کی توضیح دشوار ہے ان کا خلوص، ان کا جذبۂ صادق، ان کا والہانہ عشق، ان کی عقیدت، ان کا تبحر علم، ان کی روحانی بلندی، ان کی زباں دانی، ان کی فصاحت و بلاغت، ان کا تخیل، ان کا تفکر اور سب سے بڑھ کر ان کی پرکشش اور ہمہ جہت شخصیت ان کے انداز بیان کی قوس و قزح کے حسین رنگ میں ان رنگوں کے حسین امتزاج کا دوسرا نام جناب رضا کا انداز بیان ہے ؎

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعت نبی لکھنے کو روحِ قدس سے ایسی شاخ

اس شعر میں نازک خیالی، تخیل کی بلند پروازی، نکتہ آفرینی، خیال کی ندرت، فکر کا اچھوتا انداز اور جذبے کا تقدس قابل ستائش ہے۔ روح قدس سے طوبیٰ کی سب سے اونچی سیدھی شاخ کی طلب اور اس شاخ کے قلم سے نعت نبی لکھنے کی تمنا نے شعر کو فن کی اعلیٰ ترین منزلوں پر پہنچا دیا ہے۔ پھر یہی نہیں شاعر کے خلوص نے انداز بیان میں وہ مہک پیدا کر دی ہے جو انہیں کا حصہ ہے۔" ؎۱

چنانچہ غالب نے کیا ہی خوب کہا تھا ؎

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

ملاحظہ ہوں حضرت رضا قدس سرہ کے کلام سے زبان و بیان کی گلکاریاں۔ زبان کا لطف اٹھاتے ہوئے بے ساختگی کا مشاہدہ کیجیے۔ فرماتے ہیں ؎

۱؎ عرفانِ رضا۔ ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان۔ مطبوعہ اعظم گڈھ ص ۶۳/۶۲

marfat.com

غم ہو گئے بے شمار آقا — بندہ تیرے نثار آقا
بگڑا جاتا ہے کھیل میرا — آقا! آقا! سنوار آقا
مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے — تم کو تو ہے اختیار آقا
گرداب میں پڑ گئی ہے کشتی — ڈوبا! ڈوبا! اتار آقا
تم وہ کہ کرم کو ناز تم سے — میں وہ کہ بدی کو عار آقا
جس کی مرضی خدا نہ ٹالے — میرا ہے وہ نامدار آقا

مصطفیٰ خیر الوریٰ ہو — سرور ہر دو سرا ہو!
اپنے اچھوں کا تصدق — ہم بدوں کو بھی نباہو
کس کے پھر ہو کر رہیں ہم — گر تمہیں ہم کو نہ چاہو
بد ہنسیں تم ان کی خاطر — رات بھر روؤ کراہو
ہم وہی قابل سزا کے — تم وہی رحم خدا ہو
وہ کلس روضے کا چمکا — سر جھکا اے کج کلا ہو

راہ پر خار ہے کیا ہونا ہے — پاؤں افگار ہے کیا ہونا ہے
خشک ہے خوں کہ دشمن ظالم — سخت خونخوار ہے کیا ہونا ہے
تن کی اب کون خبر لے ہے ہے — دل کا آزار ہے کیا ہونا ہے
ہائے بگڑی تو کہاں آ کر ناؤ — عین منجدھار ہے کیا ہونا ہے
ان کو رحم آئے تو آئے ورنہ — وہ کڑی مار ہے کیا ہونا ہے
ساتھ والوں نے یہیں چھوڑ دیا — بے کسی یار ہے کیا ہونا ہے

---

marfat.com

پھر نہ کروٹ لی مدینے کی طرف | ارے چل جھوٹ بہلنے والے
حسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سنا | کہتے ہیں اگلے زمانے والے
لب سیراب کا صدقہ پانی | اے لگی دل کی بجھانے والے
ہو گیا دھک سے کلیجہ میرا | ہائے رخصت کی سنانے والے
ماہیو تھام لو دامن ان کا | وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے
ابر رحمت کے سلامی رہنا | پھلتے ہیں پودے چھکنے والے
دیکھ او زخم دل اپنے کو سنبھال | پھوٹ بہتے ہیں تپکنے والے
ارے یہ جلوہ گہ جاناں ہے | کچھ ادب بھی ہے پھڑکنے والے

مندرجہ بالا نمونۂ کلام حضرت رضا بریلوی کے کلام سے چھوٹی بحروں سے پیش کیا گیا۔ شعراء کے درمیان چھوٹی بحروں کی خاص مقبولیت ہے۔ علامہ شمس بریلوی لکھتے ہیں۔

"چھوٹی چھوٹی بحروں میں غزلیں کہنا متوسطین اور متاخرین شعراء کا خاص وصف رہا ہے مومن، غالب، داغ، امیر مینائی وغیرہم کے یہاں یہ خاص انداز موجود ہے۔

چھوٹی چھوٹی بحریں لطف زبان کے اظہار کے لئے اختیار کی جاتی تھیں۔ داغ نے ان چھوٹی بحروں میں زبان کی شوخی اور بانکپن خوب دکھایا ہے۔

غزل کے لئے یہ میدان تو بڑا وسیع اور پر کیف ہے۔ لیکن نعت مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ ایک کڑی منزل ہے کہ چھوٹی بحروں میں مضمون آفرینی کی گنجائش بہت کم ہے مرکبات کی بندش ان میں سمونا ممکن نہیں ہوتا اور نعت میں جس قدر مضمون آفرینی ہوتی ہے اتنی ہی وہ پر کیف ہوتی ہے لیکن خامۂ رضا نے ان چھوٹی چھوٹی بحروں میں عجیب عجیب گلکاریاں کی ہیں۔"[1]

اب ملاحظہ ہوں طویل اور لمبی بحروں میں حضرت رضا بریلوی کی زبان کی سلاست و

---

[1] تحقیقی اور ادبی جائزہ۔ علامہ شمس بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۹۴

marfat.com

روانی اور شوخی و بانکپن سے

مجھ سے بےکس کی دولت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے بےبس کی ثروت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بےحد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے
ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

marfat.com

میل سے کس درجہ ستھرا ہے یہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

بائیں رستے نہ جا مسافر سن
مال ہے راہ مار پھرتے ہیں

کانٹا مرے جگر سے غم روزگار کا
یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے
بیکسی لوٹ لے خدا نہ کرے

marfat.com

چنانچہ حضرت رضا بریلوی کے قصیدۂ معراجیہ کی زبان پر اظہار خیال فرماتے ہوئے پروفیسر نظام الدین بیگ لکھتے ہیں :

" اس کی زبان نہایت سادہ شستہ اور بامحاورہ ہے۔ روزمرہ کا برمحل اور مناسب استعمال قریب قریب ہر شعر میں نظر آتا ہے۔ زبان کی سلاست یہاں تک ملحوظ رکھی گئی ہے کہ آیات کریمہ یا احادیث کی تلمیحات تک سے امکانی طور پر بچانے کی کوشش کی گئی ہے جبکہ معراج کے ذکر میں ایسا کرنا بہت دشوار ہے۔ ایسا نہیں کہ امام احمد رضا کی فکر نے ان مقامات کو چھوا تک نہیں جہاں تلمیح کے علاوہ کوئی چارہ نہیں بلکہ ان مقامات کو ایسے سلیس انداز میں بیان کرتے ہیں جہاں اس کی ضرورت ہی ختم ہو جاتی ہے اور مطلب واضح ہو جاتا ہے خلاف قاب قوسین کی ترجمانی دیکھئے ؎

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمان حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

عربی اور فارسی کے ایسے الفاظ جو صوتی اعتبار سے سماعت پر گراں گذرتے ہیں بہت کم استعمال ہوتے ہیں بیشتر خالص اردو کے مترنم الفاظ مصرعوں میں نگینے کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہوں ؎

خبر یہ تحویل مہر کی تھی کہ رت سہانی گھڑی پھرے گی
وہاں کی پوشاک زیب تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے
اٹھی جو گرد رہ منور وہ نور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل امنڈ کے جنگل ابل رہے تھے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام احمد رضا کی زبان کی یہ شستگی مرئی اور غیر مرئی دونوں تھی۔ مرئی اس لحاظ سے کہ فن شاعری کے ذوق نے انہیں اساتذۂ فن کے افکار سے آشنا کیا ہوگا۔ ان کا زمانہ باعتبار ترقی زبان کلاسکی عہد ہے یہ وہ زمانہ ہے جس میں

marfat.com

داغ دہلوی کی فصیح البیانی اور سحر طرازی کا طوطی بول رہا تھا۔ کوئی وجہ نہیں کہ داغ کی شیریں بیانی حضرت رضا کے گوش زمزمہ نوش نہ ہوئی ہو جبکہ ان کے برادر خورد مولانا محمد حسن رضا خاں داغ کے شاگرد تھے۔ لہٰذا زبان کی سادگی اور صفائی پر بطور خاص ان کی توجہ رہی ہوگی۔

زبان کی سادگی غیر مرئی اس لحاظ سے کہہ رہا ہوں کہ ان کے تہنیت نامۂ معراج میں مضامین کی آورد نہیں بلکہ آمد ہی آمد ہے۔ بیان میں تصنع کے بجائے خلوص کی کارفرمائی ہے ان کی فکر شعری کے سوتے ذہن سے نہیں بلکہ قلب کی گہرائیوں سے پھوٹتے ہیں۔ اپنے معراج نامے میں امام احمد رضا نے عروسِ فن کے لب ورخسار کو خالص اردو الفاظ اور بندشوں کے سامانِ آرائش سے سجایا ہے اور اس کاوش میں ایک ماہر فن کی چابک دستی کا پورا پورا ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ بالفاظِ دیگر اس میں فن کے تمام محاسن موجود ہیں جو ایک اچھے فن پارے میں ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ [۱]

ملاحظہ فرمائیں کلام رضا سے بیان کی وجد آفریں جھلکیاں جو دیدنی ہیں ؎

بکار خویش حیرانم اغثنی یارسول اللہ
پریشانم پریشانم اغثنی یارسول اللہ

ندارم جز تو ملجائے ندانم جز تو ماوائے
توئی خود ساز و سامانم اغثنی یارسول اللہ

شہا بیکس نوازی کن طبیبا چارہ سازی کن
مریض درد عصیانم اغثنی یارسول اللہ

اگر رانی وگر خوانی غلامم انت سلطانی
دگر چیزے نمی دانم اغثنی یارسول اللہ

بکہف رحمتم پرور زتطہیرم مدہ کمتر
سگِ درگاہِ سلطانم اغثنی یارسول اللہ

---

[۱] قصیدۂ معراجیہ۔ پروفیسر مرزا نظام الدین بیگ، مطبوعہ کراچی ص ۳۰/۳۱

marfat.com

رعنایت سائل بے پر توئی سلطانِ لاتہر
شہابیر ازیں خواہم اغثنی یارسول اللہ

جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ بارگاہ مالکِ جن و بشر کی ہے

شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام
خوبی انہیں کی جوت سے شمس و قمر کی ہے

سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السلام
تملیک انہیں کے نام تو ہر بحر و بر کی ہے

سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام
کلمے سے تر زبان درخت و حجر کی ہے

عرض و اثر سلام کو حاضر ہیں السلام
ملجا یہ بارگاہ دعا و اثر کی ہے

شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السلام
راحت انہیں کے قدموں میں شوریدہ سر کی ہے

خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السلام
مرہم یہیں کی خاک تو خستہ جگر کی ہے

سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ جلوہ گاہ مالکِ ہر خشک و تر کی ہے

سب کر و فر سلام کو حاضر ہیں السلام
ٹوپی یہیں تو خاک پہ ہر کر و فر کی ہے

marfat.com

اہلِ نظر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ گرد ہی تو سرمۂ سب اہلِ نظر کی ہے

آنسو بہا کے بہہ گئے کالے گنہ کے ڈھیر
ہاتھی ڈباؤ جھیل یہاں چشمِ تر کی ہے

بے بسی ہے جو مجھے پرسشِ احوال کے وقت
دوستو! کیا کہوں اُس وقت تمنا کیا ہے

کاش فریاد مری سن کے یہ فرمائیں حضور
ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غوغا کیا ہے

کون آفت زدہ ہے کس پہ بلا ٹوٹی ہے
کس مصیبت میں گرفتار ہے صدمہ کیا ہے

کس سے کہتا ہے کہ للہ خبر لیجے مری
کیوں ہے بے تاب یہ بے چینی کا رونا کیا ہے

اس کی بے چینی سے ہے خاطرِ اقدس پہ ملال
بے کسی کیسی ہے پوچھو کوئی گذرا کیا ہے

یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے
اس سے پرسش ہے بتا تو نے کیا کیا کیا ہے

آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہِ رسل
بندہ بیکس ہے شہا رحم میں وقفہ کیا ہے

اب کوئی دم میں گرفتارِ بلا ہوتا ہوں
آپ آجائیں تو کیا خوف ہے کھٹکا کیا ہے

marfat.com

سن کے یہ عرض مری بحرِ کرم جوش میں آئے
یوں ملائک کو ہوا ارشاد ٹھہرنا کیا ہے

کس کو تم مورد آفات کیا چاہتے ہو
ہم بھی تو آکے ذرا دیکھیں تماشا کیا ہے

ان کی آواز پہ کراہوں میں بے ساختہ شور
اور تڑپ کر کے کہوں اب مجھے پروا کیا ہے

لو وہ آیا مرا حامی مرا غم خوارِ امم
آ گئی جاں تنِ بے جاں میں یہ کہنا کیا ہے

پھر مجھے دامنِ اقدس میں چھپالیں سرور
اور فرمائیں ہٹو اس پہ تقاضہ کیا ہے

اس طرح یہ پوری نظم اندازِ بیان کی ایک ایسی اچھوتی مثال ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔ چند اور منتخب اشعار اسی قبیل کے ملاحظہ ہوں ؎

قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

دل کو اُن سے خدا جدا نہ کرے
بیکسی لوٹ لے خدا نہ کرے

یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں
کون ان جرموں پہ سزا نہ کرے

سب طبیبوں نے دے دیا ہے جواب
آہ عیسیٰ اگر دوا نہ کرے

marfat.com

دل میں روشن ہے شمع عشقِ حضور
کاش جوشِ ہوس ہوا نہ کرے

لے رضا سب چلے مدینے کو - !
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

حضرت رضا بریلوی کا یہ سارا وصف یہ ساری خوبیاں کسی استاد کی رہنمائی کی بدولت نہیں حاصل ہوئی تھیں بلکہ مبدا فیاض نے خود اپنی جانب سے تبحر علمی کی شکل میں مرحمت فرمائی تھیں جس کی وجہ سے انہیں کسی استاد کی رہنمائی کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوئی۔ تبحر علمی نے ان کے اسلوب نگارش کو اتنا پختہ بنا دیا تھا کہ ان کی انشار پردازی میں کسی کو انگشت نمائی کا موقع ہی نہیں ملتا۔ ان کے تبحر علمی کا یہ عالم تھا کہ جب وہ کسی مفہوم کو تحریر کا جامہ پہنانے کا ارادہ کرتے تو الفاظ معانی کے تناسب سے خود تحریر کا لباس زریں پہن کر اتر آتے۔ چنانچہ ایک فاضل ملک شیر محمد خاں اعوان اپنے مقالہ مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری میں رقمطراز ہیں۔

" مولانا کے اشعار علم وعرفان کی ایک دنیا اپنے اندر پنہاں رکھتے ہیں۔ مرزا سودا کے متعلق کہا گیا تھا کہ وہ الفاظ کے بادشاہ تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے جس لفظ کو چاہتے شعر میں چسپاں کر دیتے اور وہاں یہ لفظ نگینے کی طرح جڑ جاتا اگر اسے نکال کر کوئی اور لفظ استعمال کیا جاتا تو کلام کا مزہ پھیکا پڑ جاتا میں مولانا کے متعلق بھی بجا طور پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ الفاظ و معانی کے بادشاہ تھے " [۱]

---

[۱] مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری ۔ ملک شیر محمد خاں اعوان، مطبوعہ لاہور ص ۳۶

marfat.com

(۱۳)

علاقائی بولیوں سے واقفیت

مقامی بولیوں میں نعت گوئی

marfat.com

حضرت رضا بریلوی علاقائی اور مقامی بولیوں پر بھی عالمانہ دسترس رکھتے تھے ان کے نعتیہ دیوان، حدائق بخشش کے غائر مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علاقائی اور مقامی بولیوں سے کس حد تک واقف تھے وہ الفاظ یا وہ بولیاں جو مختلف بلاد وامصار کے علاقوں میں بولی جاتی تھیں یا بولی جاتی ہیں جو معنوی نقطۂ نگاہ سے ادب میں جگہ پانے کی مجاز تھیں مگر حضرت رضا بریلوی کے عہد تک کے شاعروں اور ادیبوں کی فکری جولانگاہ بننے سے محروم رہ گئی تھیں ان ارباب سخن نے ان الفاظ کو محض نامانوسیت کی بنا پر نظر انداز کر دیا تھا۔ مگر ایک شاعر و ادیب کا یہ طریقہ کار قطعی نہیں ہونا چاہیئے کہ لفظ کی وسعت و معنویت کے باوجود اس کو فراموش کر دے بلکہ ایک شاعر و ادیب کو اپنے مضافات میں بولے جانے والے الفاظ پر گہری نظر رکھتے ہوئے ان کو اپنی نگارشات میں مزین کر کے ان کو فروغ دینا چاہیئے۔

جب ہم اس نقطۂ نظر سے حضرت رضا بریلوی کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں تو اس طرح کے الفاظ ان کے کلام میں اچھی خاصی تعداد میں ملتے ہیں۔ چونکہ مقالہ نگار مشرقی اتر پردیش کا متولد و متوطن ہے اس لئے مشرقی اتر پردیش میں بولے جانے والے الفاظ اور بولیوں سے کافی حد تک واقفیت رکھتا ہے اس لئے کلام رضا سے ایسے الفاظ کے انتخاب میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے مگر اس کے باوجود بھی جن علاقوں کی بولیوں سے قدرے شناسائی ہے اس کی بھی نشاندہی کی جائے گی۔ ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی حضرت رضا بریلوی کی اسی بصیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

"اب میں دو چار منٹ آپ کے اور لوں گا تاکہ امام احمد رضا خاں صاحب کی زندگی کا وہ گوشہ پیش کر دوں جس میں ان کی ذات سب سے زیادہ کامیابی سے جھلکتی ہے یعنی ان کی نعت گوئی۔ ملاحظہ فرمایئے کہ ان کی نعتوں میں پہنچ کر الفاظ نئی معنویت حاصل کر لیتے ہیں۔ میں آج ہی پڑھ رہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو پستیوں

marfat.com

سے ابھار کر یعنی آدمیوں کو پستیوں سے نکال کر انسانیت کی منزل تک پہنچا دیا اور اچانک میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کی قدر و منزلت کی امام احمد رضا نے اپنی نعتوں میں اردو کے الفاظ کی وہی قدر و منزلت کی یہ پست اور حقیر الفاظ ان کے یہاں آکر بلند تر مقام پر پہنچ جاتے ہیں مثلاً ؎

میل سے کس درجہ ستھرا ہے یہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

یہ شعر جب میرے سامنے آیا تو میں نے غور کیا کہ یہ لفظ تو ہمارے بچے بھی نہیں جانتے کہ کورا کرتا کسے کہتے ہیں۔ لیکن قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ کورا کرتا ہمیں لباس تقویٰ کی طرف لے جاتا ہے جو قرآن کی ایک مستقل اصطلاح ہے یعنی جو لباس تقویٰ کا ہے وہی سب سے اچھا لباس ہے۔" مثلاً یہ دوسرا شعر ملاحظہ ہو ؎

کیا بنا نام خدا اسریٰ کا دولہا نور کا
سر میں سہرا نور کا بر میں سہانا نور کا

اب آپ یہ دیکھئے کہ شادی کی نسبت سے رسوم اندریہ معراج نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ معراج ہے اور معراج کا واقعہ معراج کبریٰ ہے اسی معراج کبریٰ سے یہ لفظ دولہا جس طرح ایک نقطہ معراج کی طرح یہاں آتا ہے اس کا جواب نہیں۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی اردو کی لغت مرتب فرما رہے ہیں اور آپ یہ غور فرمایئے کہ آج واقعی اردو کی لغت مرتب کرنے میں لہرا نور کا، اعلیٰ نور کا، اہلا نور کا، تور نور کا یہ وہ الفاظ ہیں جو اردو میں متروک ہو جاتے اگر امام احمد رضا خاں نے ان کو اپنی نعتوں میں استعمال نہ کیا ہوتا۔"[۱]

---

[۱] معارف رضا شمارہ ۱۹۸۳ء مطبوعہ کراچی صفحہ ۶۴/۶۵

چنانچہ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎

وہ سرگرم شفاعت ہیں عرق افشاں ہے پیشانی
کرم کا عطر صندل کی زمیں رحمت کی گھاٹی ہے [۱]

لفظ گھاٹی مشرقی اترپردیش کے مضافاتی علاقوں میں بولا جاتا ہے خصوصًا ان اضلاع کے دیہی علاقوں میں جو سرحدوں سے جا ملتے ہیں خود مقالہ نگار نے اس لفظ کو بارہا اپنی دادی کی زبان سے سنا ہے ؎

کبھی زندگی کے ارماں کبھی مرگِ نو کا خواہاں
وہ جیا کہ مرگ قرباں وہ موا کہ زیست لایا
کہے روح ہاں جلایا [۲]

اسی طرح لفظ جیا اور موا بھی ہے جو جینے اور مرنے (زندگی اور موت) کی جگہ بولا جاتا ہے اور خصوصًا اس لفظ کو مشرقی اترپردیش کے مضافاتی علاقوں میں اہل ہنود، بولتے ہیں ؎

یاں بھی داغ سجدۂ طیبہ سے تمغا نور کا
اے قمر کیا تیرے ہی ماتھے ہے ٹیکا نور کا [۳]

لفظ ٹیکا جو قشقہ (اور بندیا) کا ہم معنی ہے تقریبًا پورے ہندوستان کے شمالی علاقوں میں بولا جاتا ہے جس کو اہل ہنود اپنی عام بول چال کی زبان میں استعمال کرتے ہیں ؎

تاج والوں کا یہاں خاک پہ ماتھا دیکھا
سارے داراؤں کی دارا ہوئی دارائی دوست [۴]

---

[۱] حدائق بخشش اول مطبوعہ کھیونڈی صہ ۱۳
[۲] حدائق بخشش دوم مطبوعہ کھیونڈی صہ ۱۱۵
[۳] 〃 〃 دوم 〃 صہ ۹
[۴] 〃 〃 اول 〃 صہ ۳۲

marfat.com

اسی طرح لفظ ماتھا کا استعمال بھی بالکل لفظ ٹیکا کی طرح ہے ؎

ہم بھی چلتے ہیں ذرا قافلے والو ٹھہرو!
گٹھریاں توشۂ امید کی باندھ جانے دو ؎۱

لفظ گٹھری بھی مشرقی اضلاع کے سرحدی مضافاتی علاقوں میں بولا جاتا ہے ؎

وسط گلستاں میں نہر نہر کے ہر سمت دوب
دوب میں بوٹے ہزار بوٹوں میں درّ عدن ؎۲

حضرت رضا بریلوی نے اس شعر میں لفظ دوب کا استعمال کیا ہے۔ دوب ایک مخصوص گھاس ہوتی ہے جس کو جانور بہت پسند کرتے ہیں یہ حضرت رضا بریلوی کی اپنی انفرادیت ہے کہ اس لفظ کو اپنے نعتیہ قصیدہ میں استعمال فرمایا۔ اس لفظ کو بھی مشرقی اترپردیش کے مضافات میں استعمال کیا جاتا ہے اور خصوصاً وہ لوگ استعمال کرتے ہیں جو زراعت پیشہ ہیں ؎

جب سے شہ سلج نے زرکِ شہِ ایراں کو دی
سکۂ زر کے عوض کوڑیوں کا ہے چلن ؎۳

لفظ کوڑی کا شمار مقامی بولیوں کے زمرے میں ہوتا ہے ؎

کچھ ترے پروانے کو نام کی پروا نہ ہو
لاکھ جلیں ساتوں شمع بارہ کنول لو لگن

کاٹی بندھے دھارے پہنچے کر مچھلی ڈگن ؎۴

۱؎ حدائق بخشش کامل مطبوعہ کراچی ص ۳۸
۲؎ " " حصہ سوم مطبوعہ بریلی ص ۲۲
۳؎ " " " " " " " ص ۴۲ ۴؎ حدائق بخشش حصہ سوم مطبوعہ بریلی ص ۱۵

marfat.com

حضرت رضا بریلوی نے مذکورہ دونوں اشعار میں لفظ "لگن" اور "ڈگن" کا استعمال فرمایا ہے۔ لگن ایک مخصوص برتن ہے جو طشت یا ٹب کو کہتے ہیں۔ یوں ہی لفظ ڈگن اس چھڑ یا اس آلہ کو کہتے ہیں جس کا استعمال مچھلی کے شکار کے لئے کیا جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت رضا بریلوی نے صرف لفظ ڈگن ہی نہیں استعمال فرمایا بلکہ ساتھ ہی میں لفظ مچھلی کا بھی استعمال فرمایا ہے تاکہ وہی معنیٰ مخصوص مراد لیا جائے۔ یعنی شکار کرنے کا آلہ۔ یہ لفظ مشرقی اترپردیش کے علاقوں میں بولا جاتا ہے ؎

ڈالیں ہری ہری ہیں تو بالیں بھری بھری
کشت امل پری ہے یہ بارش کدھر کی ہے [۱]

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں
ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے [۲]

حضرت رضا بریلوی نے مذکورہ دونوں اشعار میں تین لفظ "بال"، "گنوار" "بھیک بھر" کا استعمال علاقائی زبان میں کیا ہے۔ اور "بھیک بھر" کا استعمال "ذرا سے" کے مفہوم میں انتہائی حسین طریقے پر ہوا ہے جو محاوراتی استعمال بھی ہے ؎

آنکھیں یہ نہیں سبزۂ مژگاں کے قریب
چرتے ہیں فضائے لامکاں میں آہو۔ [۳]

بحر و بر، شہر و قریٰ سہل و حزن دشت و چمن
کون سے چک پہ پہنچتا نہیں دعویٰ تیرا [۴]

---

[۱] حدائق بخشش حصہ دوم مطبوعہ بھیونڈی ص ۱۲۵
[۲] " " " " ص ۱۵۰
[۳] " " مکمل مطبوعہ کراچی ص ۳۲۸ [۴] حدائق بخشش مکمل مطبوعہ کراچی ص ۲۳

marfat.com

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے
اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام

لفظ "چرنا"، "جھک"، "ڈورا"، "جمنا" وغیرہ علاقائی بولیاں ہیں ؎

آخرِ حج غمِ امت میں پریشاں ہو کر
تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھارے گیسو [1]

ہائے رے ذوقِ بیخودی دل جو سنبھلنے سا لگا
چھک کے مہک میں پھول کی گرنے لگی ہوا کی ول [2]

تیرے ابرو کے تصدق پیارے
بند کرّے ہیں گرفتاروں کے [3]

مذکورہ اشعار میں حضرت رضا بریلوی نے لفظ "سدھارے"، "چھک"، "ابر کرّے" کا استعمال کیا ہے۔ یہ الفاظ جنوبی اتر پردیش کے مضافاتی علاقوں میں بولے جاتے ہیں۔ چند اشعار اور ملاحظہ ہوں ؎

---

[1] حدائقِ بخشش مکمل مطبوعہ کراچی ص ۹۰
[2] " " " " ص ۶۹
[3] " " " " ص ۱۶۲

marfat.com

عاقلو ان کی نظر سیدھی رہے
بوروں کا بھی کام ہو ہی جائے گا [1]

منزل کڑی ہے شانِ تبسم کرم کرے
تاروں کی چھاؤں نور کے تڑکے سفر کریں [2]

حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضاؔ
لوٹ جاؤں پا کے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں [3]

مندرجہ بالا اشعار میں لفظ "بوروں"، "تڑکے" اور "لوٹ جاؤں" مقامی اور علاقائی بولیوں میں شامل ہیں۔ چنانچہ کچھ علاقائی اور مقامی بولیوں کی نشاندہی عبدالنعیم عزیزی نے بھی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ لفظ "بجار" جو سانڈ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور خاص طور سے روہیل کھنڈ یعنی بریلی کے علاقوں میں بولا جاتا ہے۔ لفظ "اہلا" سیلاب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور خاص طور سے بریلی کے علاقے میں بولا جاتا ہے اور دیسی لفظ ہے۔ اس کا استعمال حضرت رضاؔ نے کیا ہے اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ۔ ملاحظہ ہو ے

نفس یہ کوئی چال ہے ظالم!
جیسے خاصے بجار پھرتے ہیں

---

[1] حدائق بخشش (کامل)، مطبوعہ کراچی ص ۲۹
[2] " " " ص ۷۵
[3] " " " ص ۸

پڑتی ہے نوری بھرن امڈا ہے دریا نور کا
سر جھکا اے کشتِ کفر آتا ہے اہلا نور کا ۱؎

چنانچہ ایک مقام پر اور لکھتے ہیں:

"بھرن برسانا، ویسے تو اس سے مراد بارش برسانے کے ہیں لیکن بھرن ہندوستانی رسم ورواج کی ایک علامت بھی ہے۔ راجستھانی راجاؤں کے یہاں یہ رواج تھا کہ جب انہیں کوئی درباری یا رعایا کا کوئی فرد خراج ونذر یا ڈالی وغیرہ پیش کرتا تھا تو وہ اسے اس کے منصب وعہدہ یا اس کی سماجی اور شہری اسٹیٹس کے مطابق اسے بھرن عطا کرتے تھے یعنی ایک طرح سے اکرام وانعام یا خلعت کے طور پر۔

بھرن ایک پیمانہ ہوتا تھا اور دھات کا ایک برتن جو لگن کی طرح ہوتا تھا اسے بھرن کہتے تھے۔ اسی برتن میں اناج یا زر وجواہر یا کپڑے وغیرہ بھر کر راجستھانی راجے عطا کرتے تھے۔ اسی کو بھرن دینا یا بھرن برسانا کہا جاتا تھا۔ ابھی یہ رواج میواڑی راجاؤں میں قبل آزادی ہندوستان تک پایا جاتا تھا۔" ۲؎

چنانچہ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎

برسے کرم کی بھرن پھولیں نعم کے چمن
ایسی چلا دو ہوا تم پہ کروڑوں درود ۳؎

حضرت رضا بریلوی کی بہت سی نعتیں مقامی بولیوں کی آئینہ دار ہیں ان کی ایک شہرہ آفاق نعت جو محاسبۂ نفس سے متعلق ہے مکمل طور سے مقامی بولیوں کی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں ؎

۱؎ کلام رضا کے نئے تنقیدی زاویے۔ عبد النعیم عزیزی مطبوعہ بریلی ص ۱۵/۱۶
۲؎ " " " " ص ۱۳
۳؎ حدائق بخشش حصہ دوم مطبوعہ بھیونڈی ص ۳۰

marfat.com

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے

سونا پاس ہے، سونا بن ہے، سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے

جگنو چمکے پتہ کھڑکے مجھ تنہا کا دل دھڑکے
ڈر سمجھائے کوئی پون ہے یا اگیا بیتالی ہے

بادل گرجے بجلی تڑپے دھک سے کلیجہ ہو جائے
بن میں گھٹا کی بھیانک صورت کیسی کالی کالی ہے

پاؤں اٹھا اور ٹھوکر کھائی پھر سنبھلا اور اوندھے منہ
مینہ نے پھسلن کر دی ہے اور دھر تک کھائی نالی ہے

دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرّافہ
صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے

شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش
اس مردار پہ کیا للچانا دنیا دیکھی بھالی ہے

مولیٰ تیرے عفو و کرم ہوں میرے گواہ صفائی کے
ورنہ رضا سے چور پہ تیری ڈگری تو اقبالی ہے

marfat.com

حضرت رضا بریلوی کا قصیدۂ معراجیہ بھی مقامی بولیوں کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔
چند چیدہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

یہ جوبت پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حبابِ تاباں کے تھل ٹکے تھے

وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے

بچا جو تلووں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزارِ نور کے تھے

اٹھی جو گردِ رہِ منور وہ نور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل امڈ کے جنگل ابل رہے تھے

روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے اک بھبوکا پھوٹا
خرد کے جنگل میں پھول چمکا دہر دہر پیڑ جل رہے تھے

ہوا نہ آخر کہ ایک بجرا تموّجِ بحرِ ہو میں ابھرا
دنیٰ کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اٹھا دیئے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنا۔
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے

marfat.com

(۳)

حضرت رضا بریلوی کے

قصائد و رباعیات، مثنوی و مسدس میں

نعتیہ شاعری کا جائزہ

marfat.com

قصیدہ

حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان۔ حدائق بخشش۔ اول دوم اور سوم میں ان کے قصائد کی کل تعداد تقریباً بارہ ہے۔ جن میں چار قصائد حصہ اول و دوم میں ہیں اور چھ قصائد حصہ سوم میں حصہ اول میں جو قصائد ہیں ان کا پس منظر اس طرح ہے۔

1. قصیدۂ نوریہ
2. قصیدۂ درودیہ
3. قصیدۂ سلامیہ
4. قصیدۂ معراجیہ (موسوم بہ در تہنیت شادی اسری)

اور حدائق بخشش حصہ سوم میں جو قصائد ہیں ان کا پس منظر اس طرح ہے۔

1. قصیدہ درشان حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. قصیدہ درشان حضرت امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. قصیدہ درشان ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
4. قصیدہ درشان حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
5. قصیدہ در اصطلاحات علم ہیئت و نجوم
6. قصیدہ درشان حضرت ابوالحسین احمد نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ

حدائق بخشش حصہ سوم میں دو غیر مکمل قصیدوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔

1. قصیدہ در اصطلاحات علمیہ
2. قصیدہ دربیان آمد بہار ماہ ربیع الاول شریف [1]

---

[1] ان کے علاوہ حضرت رضا بریلوی کے دوسرے قصیدوں کا ذکر بھی الگ سے ملتا ہے۔ جیسے۔ قصیدتان رائعتان۔ اور قصیدہ "آمال الابرار" وغیرہ۔ سراج احمد بستوی

marfat.com

مگر حضرت رضا بریلوی نے ہر ایک قصیدہ میں نعت کی فضا کو بدرجۂ اتم قائم رکھا ہے۔ کسی بھی قصیدے میں نعت کی فضا کو مجروح و مکدر نہیں ہونے دیا ہے۔

جناب نظیر لدھیانوی حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان، حدائق بخشش، حصہ سوم کے قصائد پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"حدائق بخشش، حصہ سوم میں مولانا کے اور بھی کئی اعلیٰ پائے کے قصائد درج ہیں اور بعض سخت مشکل زمینوں میں ہیں۔ شعرا اردو میں صرف مومن خاں مومن نے اہل دول کے بجائے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی مدح میں قصائد کہے ہیں۔ مومن کے بعد صرف حضرت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ کے مجموعۂ کلام میں ایسے بلند پایہ قصائد نظر آتے ہیں۔ جن میں خلفاء راشدین اور پیشوایانِ دین کے مناقب اور فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ .... حدائق بخشش حصہ سوم میں کئی نادر چیزیں ہیں ان میں ایک سو پچپن اشعار کا وہ نعتیہ قصیدہ بھی ہے جس میں علم ہیئت اور نجوم کی اصطلاحات کے حوالے ہیں۔ یہ قصیدہ اردو ادب میں بے نظیر ہے۔ اس کا مفصل ذکر میں آخر میں کروں گا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح میں جو قصیدہ ہے اس کی زمین نہایت مشکل اور قوافی کا میدان نہایت تنگ ہے۔ پھر بھی اشعار کی تعداد دو سو سولہ ہے اس قصیدہ میں آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جملہ فضائل کے علاوہ عام شعرا کی روش کے مطابق حضرت عمر کے اسپ صبا رفتار اور تیغ براں کی تعریف میں بھی متعدد اشعار کہے ہیں۔ یہ تمام قصائد اپنی ایک افادی حیثیت رکھتے ہیں۔"[1]

حضرت رضا بریلوی کے جتنے بھی قصائد کا ذکر ملتا ہے وہ سب کے سب مذہبی ہیں اسلیے کہ حضرت رضا بریلوی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے اہلبیت کے علاوہ دیگر لوگوں کی مدح سرائی کو روا نہیں رکھتے تھے اس سلسلہ میں وہ اپنے ضمیر کی آواز کو بلند کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

---

[1] کلام رضا نظیر لدھیانوی۔ مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۸۳/۸۴

marfat.com

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

حضرت رضا بریلوی سے قبل فائز دہلوی نے بھی کچھ اسی طرح کی بات کہی تھی وہ فرماتے ہیں:

"میں نے لوگوں کی مدح نہیں کی کہ اس سے گدائی کی بو آتی ہے۔ قدما اس معاملے میں مجبور تھے اس لئے کہ بادشاہوں کی فرمائش سے شعر کہتے تھے یا ان کی مدح میں تاکہ تقرب کا ذریعہ ہاتھ آئے۔ میں ان دونوں سے بری ہوں کیونکہ اپنی نشانی چھوڑنے کے سوا کوئی غرض اور مطلب نہیں ہے اور بادشاہِ حقیقی کے سوا کوئی مدح کے قابل نہیں ہے۔ یا ائمہ ہدیٰ کی مدح کرنی چاہیئے کہ موجب ثواب اور کار خیر ہے۔ دنیوی اغراض کے لئے اپنے مثل کو سراہنا عقل کے نزدیک مستحسن نہیں ہے۔"[1]

قصیدہ کے چار ارکان ہیں (۱) تشبیب یا نسیب (۲) گریز (۳) مدح یا ذم (۴) دعا۔
تشبیب کا پہلا شعر قصیدہ کا پہلا شعر مطلع ہوتا ہے اور یہیں سے شاعر کے کمال کا امتحان شروع ہو جاتا ہے۔ مطلع کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ بلند پایہ اور شگفتہ ہو۔ اس میں کوئی نئی اور جدت آمیز بات بیان کی جائے تاکہ سننے والا ہمہ تن گوش ہو جائے اور بعد کے اشعار کا اچھا اثر مرتب ہو۔[2]

حضرت رضا بریلوی نے اپنے تمام قصائد میں مذکورہ شرائط کا اہتمام رکھا ہے چنانچہ جب وہ قصیدہ سراجیہ کا آغاز فرماتے ہیں تو اس کی تشبیب کا آغاز اس طرح کرتے ہیں ؎

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

اور اپنے شہرہ آفاق قصیدہ "قصیدہ در اصطلاحات علم ہیئت و نجوم" کی تشبیب کا آغاز اس طرح فرماتے ہیں ؎

۱؎ قصیدہ نگاران اتر پردیش۔ علی جواد زیدی۔ مطبوعہ لکھنؤ ص ۵۲

۲؎ اردو میں قصیدہ نگاری۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر۔ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۷/۱۸

marfat.com

خالقِ افلاک نے طرفہ کھلائے چمن
اک گلِ سوسن میں ہیں لاکھوں گلِ یاسمن

ڈاکٹر ابو محمد سحر نے قصیدے کے لئے ایک اور شرط بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

• تشبیب کے لئے ایک اور شرط بیان کی گئی ہے کہ اس کے اشعار مدح سے زیادہ نہ ہوں۔ ابن رشیق نے اس کو قصیدے کے معائب میں شمار کیا ہے کہ تشبیب زیادہ ہو اور مدح کم ہو۔ ۱

حضرت فاضل بریلوی نے اس شرط کا بھی پوری طرح التزام رکھتے ہوئے نعت گوئی کی فضا کو قائم رکھا ہے۔

قصیدہ کا دوسرا رکن گریز ہے۔ گریز کی یہ خصوصیت ہے کہ تشبیب اور مدح کے درمیان ربط پیدا کرنے کے لئے شاعر کو اپنی تمام تر قابلیت اور صلاحیت کا ثبوت بہم پہونچانا پڑتا ہے۔ نفس الامر میں قصیدہ گو کی صلاحیت کی کسوٹی یہی گریز ہے۔ گریز کی بدیع صور توں کے ذریعہ تشبیب اور مدح کے مضمون کو جس قدر ہم آہنگ دکھایا جائے گا اسی قدر شاعر کے کمال کا اعتراف کیا جائے گا۔ چنانچہ ڈاکٹر ابو محمد سحر لکھتے ہیں۔

• گریز کا سب سے بڑا حسن یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تشبیب کہتے کہتے شاعر مدح کی طرف اس طرح گھوم جائے جیسے بات میں بات پیدا ہو گئی ہو۔ گریز کی یہی وہ خوبی ہے جس کی وجہ سے وہ قصیدہ کا ہم بالشان حصہ اور شاعر کے کمال کا معیار سمجھا جاتا ہے۔ گریز ایک شعر کے ذریعہ سے بھی کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ ایک سے زائد اشعار بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ ۲

چنانچہ حضرت رضا بریلوی اپنے قصیدہ در اصطلاحات علم ہیئت و نجوم میں گریز کرتے ہوئے فرماتے ہیں سے

۱۔ اردو میں قصیدہ نگاری۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر۔ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۹

۲۔ " " " " ص ۲۰/۲۱

marfat.com

مدحتِ غائب ہوئی شوق کی آتش فروز
گل کی حضوری میں ہو بلبلِ جاں نغمہ زن
جانِ دو عالم نثار وہ ہے مرا تاجدار
جس کو کہیں جانِ و دیں جانِ من ایمانِ من
مدحِ حسیناں نہ کہہ وصفِ امیراں نہ کر
خلق انہیں کی حسیں خلق انہیں کا حسن

اس قصیدہ میں حضرت رضا بریلوی نے تین اشعار کے ذریعہ گریز کیا ہے۔

قصیدہ کا تیسرا رکن مدح ہے اور نعتیہ قصائد میں مدح کو مغز و دماغ کی مانند اہمیت حاصل ہے اس لئے کہ اس میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ نعت گو کو اپنی سکت بھر جنابِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب ان کے جود و سخا کو نئی نئی جہتوں اور سمتوں میں بیان کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس رکن پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر ابو محمد سحر رقمطراز ہیں۔

"قصیدہ کا تیسرا حصہ مدح ہے جس میں شاعر ممدوح کے اوصاف بیان کرتا ہے اس کے عموماً دو ضمنی اجزاء ہوتے ہیں۔ گریز کے بعد پہلے ممدوح کی تعریف صیغۂ غائب میں کی جاتی ہے جس کو مدحِ غائب کہتے ہیں پھر براہِ راست ممدوح کو خطاب کر کے تعریف کی جاتی ہے اس کو مدحِ حاضر کہتے ہیں۔ مدحِ حاضر کی ابتداء بیشتر نئے مطلع سے کی جاتی ہے۔" [1]

چنانچہ حضرت رضا بریلوی غائب سے حاضر کی طرف گریز کر کے مدح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

مدحتِ غائب ہوئی شوق کی آتش فروز
گل کی حضوری میں ہو بلبلِ جاں نغمہ زن

---

[1] اردو میں قصیدہ نگاری۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر۔ مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۲

marfat.com

مدح کے بعد شاعر قصیدے کے آخری رکن دعا یا عرض حال کی جانب پلٹتا ہے۔ حضرت رضا بریلوی اس طریقے کو بروئے عمل لاتے ہوئے اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں ؎

نبی رحمت شفیع امت رضاؔ پہ للہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے
ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ردی تھی کیا کیسے قافئے تھے

رباعی

رباعی کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری اپنی کتاب "اردو رباعی" میں لکھتے ہیں۔

"رباعی عربی کا لفظ ہے اس کے لغوی معنی چار چار کے ہیں۔ شاعرانہ مصطلحات میں رباعی اس صنفِ سخن کا نام ہے جس میں مخصوص وزن کے چار مصرعوں میں ایک خیال ادا کیا جائے گویا رباعی اردو کی وہ مختصر ترین صنفِ سخن ہے جس میں مقررہ اوزان وسعتِ خیال اور تسلسل بیان کی پابندی از بس ضروری ہے .... اردو فارسی کے تمام علمائے فن اس امر پر متفق ہیں کہ رباعی کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے۔ لیکن اگر تیسرے مصرعے میں قافیہ لایا جائے تو عیب نہیں بلکہ قدماء کے نزدیک مستحسن ہے۔" [۱]

چنانچہ فراقؔ گورکھپوری نے بالکل یہی بات ایک رباعی میں اس طرح کہی ہے ؎

پہلے مصرعے میں حسن کا خط جبیں
اور دوسرے مصرعے میں لٹوں کی تزئیں
چوتھا ہو نکلتا ہوا یوں تیسرے سے
جیسے بھیگی مسیں ہوں آبروئے حسیں

---

[۱] اردو رباعی۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری۔ مطبوعہ لاہور صفحہ ۲۰

اور مولانا حامد حسن قادری نے ایک نعتیہ رباعی میں چوتھے مصرعے کا اظہار عجیب و غریب انداز میں کیا ہے ؎

دنیا میں رسول اور بھی لاکھ سہی
زیبا ہے مگر حضور کو تاج شہی
ہے خاتمۂ حسن عناصر ان پر
ہیں مصرعہ آخر رباعی کے وہی ؎۱

اور جناب نظیر لدھیانوی لکھتے ہیں۔

" رباعی اصنافِ سخن میں ایک مشکل صنف ہے۔ بعض لوگ چار مصرعے کے ہر کلام کو رباعی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ قطعات ہر وزن میں کہے جاتے ہیں۔ اور قطعہ کے اشعار کی تعداد بھی مقرر نہیں۔ رباعی کے خاص اوزان ہیں اگر چار بیتی نظم رباعی کے مقررہ اوزان میں سے کسی وزن میں نہ ہو تو اسے رباعی نہیں کہہ سکتے اسے قطعہ کہیں گے۔ رباعی کے اوزان مقرر ہیں اور اس کے پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعے کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے اگر تیسرا مصرعہ بھی ہم قافیہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ فارسی میں عمر خیام اور ابو سعید ابوالخیری کی رباعیات بہت مشہور ہیں ویسے چند رباعیات ہر شاعر نے کہی ہیں۔ اردو میں میر انیس مرزا دبیر الطاف حسین حالی اور اکبر الہ آبادی نے بکثرت رباعیات کہی ہیں۔ بعد کے دور میں رباعیات کہنے والوں میں عیش فیروز پوری، جوش ملیح آبادی، آثر صہبائی، ضیا جعفری اور راقم الحروف شامل ہیں۔ رباعی کی کامیابی کا انحصار چوتھے مصرعے کی بے ساختگی اور برجستگی پر ہے۔ مولانا رضا بریلوی نے اردو فارسی دونوں زبانوں میں رباعیات کہی ہیں جن میں مختلف مضامین ہیں " ؎۲

رباعی میں اگرچہ زیادہ تر بے ثباتیِ دنیا، شباب کی چیرہ دستیاں اور شراب کی بدمستیاں

؎۱ اردو رباعی - ڈاکٹر فرمان فتحپوری۔ مطبوعہ لاہور ص۱۲
؎۲ کلام رضا۔ نظیر لدھیانوی۔ مطبوعہ اعظم گڈھ ص۹۱

marfat.com

ہی بیان کی جاتی ہیں مگر اس کے باوجود رباعی کے اندر یہ خوبی ہے کہ اس میں دیگر مضامین و اسباب کو بھی قلمبند کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر فرمان فتحپوری لکھتے ہیں۔

"رباعی اپنے اختصار کے باوجود اپنے اندر بڑی معنویت و وسعت رکھتی ہے اور اس میں غزل قصیدہ مثنوی مرثیہ اور دوسری اصناف شعر کی خصوصیات جذب کر لینے کی صلاحیت ہے۔"[1]

نیز لکھتے ہیں۔

"رباعی نے ہمیشہ وقت کے تقاضوں کا ساتھ دیا ہے اور جدید رجحانات کو اپنا لیا ہے معنوی حیثیت سے رباعی میں غزل کی سی لچک اور وسعت ہے۔ جس طرح مختلف دور کی غزلیں مختلف رجحانات کی نمائندگی کرتی ہیں بالکل اسی طرح رباعیات بھی اپنے عہد کی آئینہ دار نظر آتی ہیں اسلئے رباعی کے موضوعات کی حد بندی نہیں کی جا سکتی۔ خاص طور پر آج اردو فارسی رباعی میں زندگی کے جن گوناں گوں مسائل کا ذکر ملتا ہے ان کی روشنی میں قدیم تذکرہ نگاروں کی یہ رائے درست نہیں معلوم ہوتی کہ رباعی میں صرف اخلاقی یا فلسفیانہ مضامین نظم کئے جاتے ہیں۔"[2]

غالباً اسی وسعت و معنویت کی بنا پر نعت گو شعراء نے رباعی میں نعتیں اور مدح و مناقب قلمبند کئے ہیں ورنہ نعت جو بذات خود ایک مشکل صنف سخن ہے جہاں قدم قدم پہ احتیاط کے نقیب پاسداری کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جہاں ادنیٰ سی لغزش دارین کی ہزیمت و رسوائی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے ایسی صورت میں رباعی میں مدح و منقبت جوئے شیر لانے سے کم نہیں مگر حضرت رضا بریلوی کا یہ کمال دیکھئے کہ ان ساری مشکلات کے باوجود بھی انہوں نے رباعی میں خوب خوب مدحت و منقبت گوئی کے فرائض انجام دیئے ہیں اور رباعی کی عام

---

[1] اردو رباعی۔ ڈاکٹر فرمان فتحپوری۔ مطبوعہ لاہور صفحہ ۲۶

[2] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صفحہ ۲۳/۲۲

marfat.com

فضا کو بدرجۂ اتم قائم رکھا ہے اور مدح و مناقب کے وقار پر بھی حرف نہیں آنے دیا ہے۔ جیسا کہ صفحات گذشتہ میں مذکور ہوا کہ رباعی کے لئے کچھ شرائط ہیں یعنی رباعی کے پہلے دوسرے اور چوتھے معرعوں کا ہم قافیہ ہونا اوزان کا مخصوص ہونا پورے مضامین کا احاطہ اور اس کی وضاحت۔ حضرت رضا بریلوی نے ان تمام شرائط کے التزام کے ساتھ ساتھ اپنی فارسی رباعیات میں قافیہ کا التزام حروف ہجا کے اعتبار سے کیا ہے جو اولیات رضا سے ہے اور جس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اس صنعت سخن پر ان کو کس قدر قدرت قدرت حاصل تھی۔ گویا حضرت رضا بریلوی کی قدرتِ شعر گوئی، آگہی فکر و نظر اور فنی بصیرت نے رباعی کے فن کو پانی پانی کر دیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں فارسی رباعیات سے نمونۂ کلام ؎

باعتبار حروف ہجا۔

ربی آربی الرجار عبدالقادر — ازعوّ نا العطار عبدالقادر
الدار وسیعۃ وذوالدار کریم — بور ناحیث بار عبدالقادر — (در ردیف الالف)
در حشرگہِ جنابِ عبدالقادر — چوں نشر کنی کتاب عبدالقادر
از ما دریاں بجو جدا گانہ حساب — مدّے شمر از حساب عبدالقادر — (در ردیف الباء)
اے عاجز تو قدرت عبدالقادر — محتاجِ درت دولت عبدالقادر
از حرمتِ ایں قدرت و دولت بخشائے — بر عاجز بر حاجتِ عبدالقادر — (در ردیف التاء)
دیں را اصل حدیث عبدالقادر — اہل دیں را مغیث عبدالقادر
ارما ینطق عن الہویٰ ایں شرحش — قرآن احمدِ حدیث عبدالقادر — (در ردیف الثاء)
ایں رفعت بخش تاج عبدالقادر — پر نور کن سراج عبدالقادر
آں تاج و سراج باز بر کن یارب — بستاں ز شہاں خراج عبدالقادر — (در ردیف الجیم)
پاک ست ز باک طرح عبدالقادر — وجبی ست بری ز جرح عبدالقادر
جرحش کر تو انداز کلک قدرت — احمد متن ست و شرح عبدالقادر — (در ردیف الحاء)

marfat.com

جیسا کہ گذشتہ سطور میں یہ بات گذری کہ رباعی کے اندر اتنی معنویت و وسعت ہے کہ دوسرے اصنافِ ادب قصیدہ غزل مثنوی اور مرثیہ وغیرہ کی شعری صلاحیت کو جذب کر سکتی ہے حضرت رضا بریلوی نے اس کی اس وسعت و معنویت کو بہت پہلے ہی محسوس کر لیا تھا اسی وجہ سے انہوں نے مندرجہ بالا فارسی رباعیات غوث اعظم کی منقبت میں کہی ہیں۔ اسی طرح حضرت فاضل بریلوی کی اردو رباعیات بھی ہیں۔ چنانچہ شاغر لکھنوی حضرت فاضل بریلوی کی ایک اردو رباعی کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؎

اللہ کی سر تا بہ قدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

اس رباعی کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انسانی شرف و برتری کا نقشہ کتنے معتبر انداز میں کھینچا ہے۔ مفہوم کی بلاغت، بیان کی لطافت کس کس ہنر کو سراہا جائے بے ساختہ مرحبا صل علیٰ کے الفاظ زبان پر آتے ہیں۔ پہلے یہ کہا گیا کہ سرکار دوجہاں محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر تا بقدم اللہ کی شان ہیں پھر یہ بتایا گیا کہ یہ انسانی لباس میں ہیں لیکن ایسے انسان ہیں جن کی مثال تمام عالم انسانیت میں نہیں ملتی پھر یہ بتایا گیا کہ یہ وہ انسان ہیں جنہیں قرآن ایمان بتاتا ہے۔ پھر چوتھے مصرعے میں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ۔ کہہ کر مفہوم کو فصاحت و بلاغت کے نقطۂ عروج پر پہنچا دیا گیا ہے۔ ؎ ۱

مثنوی

مثنوی کے بارے میں اہل فن کا کہنا ہے کہ اصنافِ ادب میں سب سے زیادہ کارآمد صنفِ سخن

۱؎ تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی کا منصب۔ شاغر لکھنوی، مطبوعہ لاہور ص ۲۸-۲۹

marfat.com

مثنوی ہے اسلئے کہ اس میں مسلسل مضامین بیان کئے جاتے ہیں بہ نسبت دیگر اصناف ادب کے اس میں ہر شعر میں الگ الگ قافیوں کی چھوٹ ہے اس میں عام طور پر ردیف کی بھی ضرورت نہیں ہوتی مولانا الطاف حسین حالی مثنوی کی افادیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"الغرض جتنی صنفیں فارسی اور اردو شاعری میں متداول ہیں ان میں کوئی صنف مسلسل مضامین بیان کرنے کے قابل مثنوی سے بہتر نہیں ہے۔ یہی وہ صنف ہے جس کی وجہ سے فارسی شاعری کو عرب کی شاعری پر ترجیح دی جا سکتی ہے۔ عرب کی شاعری میں مثنوی کا رواج نہ ہونے یا نہ ہو سکنے کے سبب تاریخ یا قصہ یا اخلاق یا تصوف میں ظاہرا ایک کتاب بھی ایسی نہیں لکھی جا سکی جیسے فارسی میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں لکھی گئی ہیں اسی لئے عرب شاہنامے کو قرآن العجم کہتے ہیں اور اسی لئے مثنوی معنوی کی نسبت "ہست قرآن در زبان پہلوی" کہا گیا ہے" ہولہ

دیگر اصناف ادب کی طرح مثنوی میں بھی کچھ باتیں ملحوظ خاطر رکھنی ہوتی ہیں اولاً بیتوں اور مصرعوں کا باہمی ربط و تسلسل، متانت و سنجیدگی اور واقعہ یا قصہ کا صداقت پر مبنی ہونا وغیرہ وغیرہ۔ حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" اول و دوم اور سوم میں صرف دو مثنویوں کا ذکر ملتا ہے ۲؎ ایک مثنوی فارسی زبان میں ہے اور دوسری اردو زبان میں۔ فارسی زبان میں جو مثنوی ہے اس میں حضرت رضا بریلوی نے اسلامیات کے اس اہم موضوع کو ایک پورے واقعہ کی صورت میں بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل پوری کائنات میں تا قیام قیامت کوئی نہیں ہو سکتا ہے جس کا نام مثنوی "رد امثالیہ" رکھا ہے۔ اور دوسری مثنوی اردو زبان میں ہے جس کا نام مثنوی "الوداع جبۂ مقدسہ" رکھا ہے جس کو انہوں نے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے جبۂ اقدس کے فراق میں کہا ہے۔ وہ فرماتے ہیں سے

۱؎ مقدمہ شعر و شاعری۔ مولانا الطاف حسین حالی مطبوعہ دہلی ص ۲۰۳

۲؎ ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے قصیدہ "اعمال الابرار" کو بھی اردو مثنوی قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں کتاب "محدث بریلوی" ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ کراچی ص ۳۲ ؎ سراج احمد بستوی

marfat.com

الوداع اے جبۂ خیر الوریٰ
اے لباسِ بادشاہِ دوسرا
اے عبائے جسم انور الفراق
جامۂ پاکِ پیمبر الفراق

میہما اے جامۂ جاناں مرا
بوئے تو باد از شمسِ مصطفےٰ [۱]

چند ابتدائی اشعار اسی مثنوی کے اور ملاحظہ ہوں ــ

آج کیا ہے جو ہیں سب گریہ کناں
خاک بر سر چشم تر سینہ زناں
کیوں تڑپتا ہے مرا دل بیقرار
کیا ہوا آنکھوں کو کیوں ہیں اشکبار

ماتمی پوشش آج کیوں ہے آسماں
کیوں زمیں سکتہ میں ہے آئینہ ساں
چل گئی کیسی یہ گلشن میں ہوا ــ؟
پھول جو دیکھا ہے کمھلایا ہوا۔

حال کیا یہ اس دلِ سوزاں کا ہے
کیوں گریباں ہم نشیں داماں کا ہے
شعر میرے دے رہے ہیں بوئے خوں
ٹپکے ہے ہر بات سے رنگِ جنوں

---

[۱] حدائق بخشش حصہ سوم۔ مطبوعہ بریلی ص ۹۶

marfat.com

حضرت رضا بریلوی کی اس مثنوی میں کتنی متانت و سنجیدگی اور تسلسل بیان کا رفرما ہے۔ جو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ مصرعوں اور ابیات کے باہمی ارتباط اور بیان کی صداقت وغیرہ عوامل نے مل کر اس مثنوی کو ثریا کی بلندی عطا کر دی ہے۔ مثنوی میں زیادہ تر واقعات قصوں اور کہانیوں کو ہی قلمبند کیا جاتا ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے بھی اپنے ساتھ پیش آنے والے حادثہ کو ایک حقیقت پر مبنی واقعہ کی صورت میں بیان کیا ہے۔ یعنی اس جبہ مقدسہ کا ان سے جدا ہونا اس سے قلبی لگاؤ اور والہانہ عقیدت اس کے فراق میں گریہ وزاری کرنا اور اس کے بعد اس کی واپسی کی تمنا کرنا وغیرہ وغیرہ عوامل نے مل کر اس مثنوی کو جامع اور مستند مثنوی بنا دیا ہے۔ مثنوی کی خوبیوں میں سے ہے یا ان تمام منظومات کی خوبیوں میں سے ہے کہ جس نظم میں کسی واقعہ کو قلمبند کیا جائے تو اس کے حکایتی عوامل اس سے زائل نہ ہونے پائیں بلکہ وہ قائم رہیں اور جب اس کی تشریح کی جائے تو وہ پوری نظم واقعہ یا حکایت کی صورت میں جگمگانے لگے۔ کسی واقعہ کو نظم کی شکل یا مثنوی کی شکل میں بیان کرنے کا مقصد صرف اس کو موثر سے موثر تر بنانا ہوتا ہے اس کی سب سے عمدہ مثال مولانا روم کی مثنوی قرار دی جا سکتی ہے۔

حضرت رضا بریلوی کی دوسری مثنوی فارسی زبان میں ہے۔ جس میں انہوں نے قرآن و حدیث اور اپنے اسلاف کے اقوال کی روشنی میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے مثل و نظیر ہونے کی تردید کی ہے۔ حضرت رضا بریلوی کی اس مثنوی کا ایک فاضل نے اردو میں ترجمہ کیا ہے چند ابتدائی اشعار مع ترجمہ کے ملاحظہ فرمائیں ؎

گریہ کن بلبلا از رنج و غم
چاک کن اے گل گریباں از الم

اے بلبل تو میرے غم میں شریک ہو کر نغمہ سرائی کے بجائے گریہ وزاری سے کام لے اور اے پھول تو بھی دیوانہ وار اپنا گریباں چاک کر کے میرا شریکِ الم ہو جا۔

marfat.com

سنبلا از سینہ برکش آہ سرد
اے قمر از فرطِ غم شو روئے زرد

اے سنبل تو بھی اپنے سینے سے آہ سرد کھینچ اور اے چاند تو بھی شدتِ غم سے زرد ہو جا

ہاں صنوبر خیز و فریاد ے بکن
طوطیا جز نالہ ترک ہر سخن

اے صنوبر تو بھی اٹھ اور فریاد کر اور اے طوطی تو بھی سوائے رونے کے کوئی بات مت کر

چہرہ سرخ از اشک خونیں ہر گلیست
خون شو غنچہ زمانِ خندہ نیست

ہر پھول کا چہرہ اپنے خونیں آنسوؤں سے سرخ ہے تو اے کلی تو بھی سراپا خون ہو جا

پارہ شو اے سینۂ مہ ہمچو من
داغ شو اے لالۂ خونیں کفن

اے چاند کے سینے تو بھی میرے سینے کی طرح پارہ پارہ ہو جا اور اے خونیں کفن پہننے والے لالۂ تو بھی سراپا داغ بن جا۔

خرمنِ عیشت لبوزا اے برق تیز
اے زمیں بر فرق خود خاکے بریز

اے برق تیز تو بھی اپنے خرمن عیش کو جلا دے اور اے زمین تو بھی اپنے سر پر خاک ڈال اور میری شریک غم ہو جا۔

آفتابا آتشِ غم بر فروز
شب رسید اے شمع روشن خوش لبوز

اے آفتاب تو بھی آتشِ غم کو اور بھڑکا اور اے شمع روشن رات ہو گئی اب تو بھی اچھی طرح جل جا[1]

---

[1] شرح مثنوی رد اشالیہ۔ غلام محی الدین۔ مطبوعہ رامپور صفحہ ۱۲ تا ۱۵

marfat.com

مسدس

حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان حدائق بخشش میں مسدس و مخمس کا بھی ذکر ملتا ہے ایک مسدس انہوں نے ترجیع بند کی شکل میں لکھا ہے۔ چند بند ملاحظہ فرمائیں ؎

ایں کہ آرام گہِ پاکِ رسول اللہ ست　　الله الله چہ عجیب درگہ والا جا ہست
پیش او چرخ زمین ست خدا آگا ہست　　گر تو بے پاک رسی بند دریں جا راہست
بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست
سجدہ گاہِ ملک و روضۂ شاہنشا ہست

یہ وہ درگاہ ہے کہ جرم آئے تو غفراں ہو جائے　　التجا شوقِ شفاعت میں گنہ یاں ہو جائے
نار بھی آئے تو نورِ چمنستاں ہو جائے　　غازۂ روئے سحر شامِ غریباں ہو جائے
بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست
سجدہ گاہِ ملک و روضۂ شاہنشا ہست

فیض وہ ہے کہ خزاں فصلِ بہاراں بن جائے　　شجرِ خلد ہر اک خارِ بیاباں بن جائے
تیغ بھل لائے سپر پھول کا بستاں بن جائے　　بے زباں مدح کرے مرغِ صفاہاں بن جائے
بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست
سجدہ گاہِ ملک و روضۂ شاہنشا ہست

رعب یہ ہے کہ اگر اس کا گذر یاں ہو جائے　　بے پر و بال ملک یہ ہو کہ انساں ہو جائے
رنگ اڑے زرد رخِ ماہِ درخشاں ہو جائے　　پنجہ خورشید کا اک پنجۂ لرزاں ہو جائے
بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست
سجدہ گاہِ ملک و روضۂ شاہنشا ہست

marfat.com

(ص)

حضرت رضا بریلوی کے

قصائد اور انکی تشابیب

marfat.com

گذشتہ سطور میں حضرت فاضل بریلوی کے نعتیہ قصائد کا ذکر تفصیل سے کیا جا چکا ہے۔ یہاں ان کے قصائد کی تشابیب کا ذکر کیا جاتا ہے چونکہ قصیدہ کی کامیابی اس کی تشبیب پر مبنی ہوتی ہے اور خاص کر اس کے مطلع کو توانا وسیع اور جاندار ہونا چاہیئے کہ سامع مطلع سنتے ہی ہمہ تن توجہ ہو جائے۔ عربی شعراء تشبیب میں عشقیہ مضامین ہی قلمبند کرتے تھے جیسا کہ عربی کی نعتیہ شاعری میں اس کا ذکر تفصیل سے کیا جا چکا ہے فارسی اور اردو میں بھی یہ روایت بڑی حد تک قائم ہے مگر اردو قصیدہ گو شعراء نے اس کو کافی وسعت اور تنوع بھی دیا ہے۔ اور عشقیہ مضامین کے علاوہ دیگر مضامین بھی قلمبند کئے ہیں۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر اسی وسعت و تنوع کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"تشبیب سے وہ اشعار مراد لئے جاتے ہیں جو قصیدہ کی ابتدا میں تمہید کے طور پر لکھے جاتے ہیں عربی شعراء اس میں عموماً عشقیہ اشعار قلمبند کرتے تھے۔ اسی رعایت سے اس کو تشبیب یا نسیب کے نام سے موسوم کیا گیا۔ فارسی اور اردو میں تشبیب میں عشقیہ مضامین کی تخصیص نہیں رہی بلکہ ہر قسم کے مضامین نظم کئے جانے لگے۔ موسم بہار، واردات حسن و عشق، رندی و سرمستی، دنیا کی بے ثباتی، زمانے کی شکایت، آسمان کا شکوہ، علم و فن کی ناقدری، پند و موعظت، مکالمہ و مناظرہ، خواب کا بیان، فخر و خود ستائی، شاعری کی تعریف، فن شعر سے بحث، معاصرین پر طعن و تعریض، تاریخی واقعات اور ذاتی و ملکی حالات وغیرہ تشبیب کے خاص موضوعات ہیں۔ ہیئت، نجوم، منطق، فلسفہ، حکمت، اخلاق، تصوف، موسیقی اور دیگر مشرقی علوم و فنون کے تصورات اور اصطلاحات پر بھی اکثر تشبیب کے اشعار کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ کبھی کبھی ایک پری یا معشوقہ کا ذکر کیا جاتا ہے یا خوشی کو مجسم تصور کر کے اس کی آمد اور سراپا بیان کیا جاتا ہے۔ ان مضامین کے ساتھ تشبیب میں غزل کی شمولیت کا بھی عام رواج ہے دراصل قصیدہ کا یہی وہ حصہ ہے جس سے اس کے دائرۂ عمل میں وسعت اور تنوع پیدا ہوتا ہے"[1]

---

[1] اردو میں قصیدہ نگاری۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر۔ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۶/۱۵

marfat.com

مگر حضرت رضا بریلوی نے دو قدم آگے بڑھ کر تشبیب کے مضامین میں مزید وسعت و معنویت پیدا کی ہے. جس کا بخوبی اندازہ ان کے نعتیہ قصائد کی تشابیب سے لگایا جا سکتا ہے. چنانچہ حضرت رضا بریلوی ایک نعتیہ قصیدہ کی تشبیب کا آغاز اس طرح کرتے ہیں ؎

قصیدۂ نوریہ

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

ان کے قصر قدر سے خلد ایک کمرہ نور کا
سدرہ پائیں باغ میں ننھا سا پودا نور کا

عرش بھی فردوس بھی اس شاہ والا نور کا
یہ مثمن برج وہ مشکوئے اعلیٰ نور کا

آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا
ماہِ سنت مہرِ طلعت لے لے بدلہ نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارہ نور کا

marfat.com

قصیدۂ درودیہ

کعبے کے بدرالدجےٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود
شافعِ روزِ جزا تم پہ کروڑوں درود
دافعِ جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود

جان و دلِ اصفیا تم پہ کروڑوں درود
آب و گلِ انبیا تم پہ کروڑوں درود
لائیں تو یہ دوسرا، دوسرا جس کو ملا
کوشکِ عرش و دنیٰ تم پہ کروڑوں درود

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود
طور پہ جو شمع تھا چاند تھا ساعیر کا
نیرِ فاراں ہوا تم پہ کروڑوں درود

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کفِ پا چاند سا
سینے پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود
ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب
نام ہوا مصطفےٰ تم پہ کروڑوں درود

غایت و علت سبب بہرِ جہاں تم ہو سب
تم سے بنا تم بنا تم پہ کروڑوں درود

marfat.com

قصیدۂ سلامیہ

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شہریارِ ارم تاجدارِ حرم
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود
فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

نورِ عینِ لطافت پہ الطف درود
زیب و زینِ نظافت پہ لاکھوں سلام

سروِ نازِ قدم مغزِ رازِ حِکم
یکّہ تازِ فضیلت پہ لاکھوں سلام

نقطۂ سرِّ وحدت پہ یکتا درود
مرکزِ دورِ کثرت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

marfat.com

ان تینوں قصیدوں کی تشبیب مکمل طور پر نعتیہ ہے اور ان تینوں قصیدوں کی تشبیب میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان اوصاف حمیدہ کا ذکر کیا گیا ہے جو دوسرے انبیاء کرام کے مابین امتیاز کی لکیر قائم کرتے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی نے قصائد کی تشابیب میں اس طرح کے اوصاف کا اضافہ کر کے نئی نئی جہتوں اور سمتوں کی نشاندہی کی جس سے ان کی جولانیٔ فکر اور تنوعِ طبع کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت رضا بریلوی اپنے مشہور و معروف قصیدہ "قصیدۂ معراجیہ" کی تشبیب میں ایک نہایت ہی لطیف منظر بیان کرتے ہیں جس میں تشبیب و تغزل کا رنگ لائقِ دید ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

قصیدۂ معراجیہ

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

بہار کو شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لَے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھیں دھومیں
اِدھر سے انوار ہنستے آتے اُدھر سے نفحات اٹھ رہے تھے

یہ جوت پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

نظر میں دولہا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منہ پہ آنچل تجلیٔ ذاتِ بحت کے تھے

marfat.com

قصیدہ در شان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ایا دلے کہ رسیدت غم و الم بسیار
بیا بہ حضرت صدیق شاہ صدق شعار

یہی ہیں اکرمکم اور یہی ہیں اتقٰکم
یہی ہیں ثانیِ اثنین اذ ہما فی الغار

وہ دو یہی ہیں کہ جن دو کا تیسرا ہے خدا
یہ دو وہی ہیں کہ جن کا خدا ہے وصف شمار

نہیں ان پہ کچھ احساں کسی کا دنیا میں
کہ اس کے بدلے میں کرتے ہیں رحمتیں ایثار

غرض ہے صرف رضائے حق اس سخاوت سے
خدا گواہ ہے شاہد ہیں احمدِ مختار

جو ان سے دل میں رکھے پیچ و تاب اخی سال
خدا کی مار ہو اس پر شقی ہو وہ فی النار

امیرِ خیلِ صحابہ قوامِ دینِ الٰہ
وزیرِ خسروِ عالم امامِ اہلِ وقار

نظامِ بزمِ خلافت حسامِ رزمِ جہاد
خدا کے لشکرِ جرار کے سپہ سالار

نہیں ہے بعدِ رسل ان کا مثل عالم میں
یہی ہے میرا عقیدہ یہی ہے راہِ خیار

marfat.com

قصیدہ در شان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

عمر وہ عمر جس کی عمرِ گرامی
ہوئی صرفِ ارتضائے خلاقِ واہب

عمر قصرِ دینِ نبی کی عمارت
عمر عمرِ باقیِ دین عطائب

عمر راحتِ روحِ شرحِ الٰہی
عمر آفتِ جانِ ادیانِ کاذب

عمر دُرِّ مکنونِ دُرجِ یگانہ
عمر کوکبِ دُرّیِ برجِ غالب

وہ ملکِ خدا کا اولوالعزم ناظم
وہ شرعِ رسالت کا ذوالقدر نائب

شہا عینِ ذاتِ الٰہی کا پرتو
ترا تاجِ سر ہو یہی تھا مناسب

تجلیِ رحمت کا چشمہ سمٹ کر
ہوا تیرے میمِ عمر کا مصاحب

اگر چشمۂ میم مضروب پی لے
مضروب اور ہو جائے عرقِ ضارب

نوٹ: مذکورہ قصیدہ کے تشبیب کے اشعار و مطلع، حدائق بخشش حصہ سوم کے مرتب کو دستیاب نہ ہو سکے مقالہ نگار کو بھی تلاش بسیار کے باوجود ان کا حصول نہ ہو سکا جس کی وجہ سے صرف مندرجہ بالا اشعار پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔ سراج احمد بستوی

marfat.com

قصیدہ درشان حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

آج فردوس میں کس کا اِن حیا کا ہے گذر
حکم ہے سبزۂ بیگانہ کو باہر باہر

بخیہ تارنگہ سوزنِ مژگاں سے کرے
آج آنکھوں میں ہے اک بلبلِ بیباک نظر

نہ اٹھے آنکھ رہے اپنی طرف آج نگاہ
ہے یہ خود بینی خدا بینی کی جانب منجر

پتلی اندھا نہ بنا سب ہیں فلک سے شفاف
سات پردے ہیں نمائش کے زحل سال تجھ پر

مردمِ دیدہ نظر بند ہیں اب لے کے عصا
پہرہ دیتا رہے دنبالۂ سرمہ در پر

تھیں جو بے پردہ عنادل میں عروسانِ چمن
شرم سے لیتی ہیں دامانِ صبا اب منہ پر

چلمنیں چھوڑ دو پلکوں کی چکیں ڈال دو جلد
کہہ دو مردم کو کہ دامانِ نگہ لیں منہ پر

نیل ڈھل جائے گا آنکھوں کا فلک یاد رہے
وا اگر یوں ہی رہی آج بھی چشمِ اختر

آنکھیں ہو جائیں گی اے ماہِ جہاندیدہ سفید
چشم بد دور ہو تو بھی ہے بہت شوخ نظر

marfat.com

قصیدہ چراغِ انس

اے امام الہدیٰ، محب رسول
دین کے مقتدا محب رسول

نائبِ مصطفےٰ محبِ رسول
صاحبِ اصطفیٰ محبِ رسول

خادمِ مرتضےٰ محب رسول
مظہرِ ارتقا محب رسول

زبدۃ الاتقیا محبِ رسول
عمدۃ الاذکیا محبِ رسول

غربا پر فدا محب رسول
امرا سے جدا محب رسول

اے سلف اقتدا محبِ رسول
اے خلف پیشوا محب رسول

سقم دل کی شفا محب رسول
چشم دیں کی صفا محب رسول

شرقِ شانِ وفا محب رسول
برقِ جانِ جفا محب رسول

اے کرم کی گھٹا محب رسول
اپنی بارش بڑھا محب رسول

marfat.com

قصیدہ درشان حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ

ماہِ سیما ہے احمد نوری　　مہر جلوہ ہے احمد نوری
نور والا ہے احمد نوری　　نورِ والا ہے احمد نوری
نہ کھلا کیا ہے احمد نوری　　راز بستہ ہے احمد نوری
دور پہنچا ہے احمد نوری　　بہت اونچا ہے احمد نوری
نور سینہ ہے احمد نوری　　طور سینا ہے احمد نوری
وصفِ اجلیٰ ہے احمد نوری　　کشفِ اخفیٰ ہے احمد نوری
عہدِ ادنیٰ ہے احمد نوری　　شہدِ اصفیٰ ہے احمد نوری
جلبِ تقویٰ ہے احمد نوری　　سلبِ طغویٰ ہے احمد نوری

قصیدہ در اصطلاحاتِ علم ہیئت ونجوم

خالقِ افلاک نے طرفہ کھلائے چمن
اک گلِ سوسن میں ہیں لاکھوں گلِ یاسمن

نو تیلے کے پھول زیبِ گریبانِ شام
جوہی چنبیلی کے گل زینت زیبِ یمن

دامنِ البرز کی کلیوں میں پھولے ہیں پھول
کوڑی کی چوٹی میں ہے حاصلِ چندیں چمن

طرفہ کھلے چار باغ ایک نمونے کے تین
تینوں میں چار آخشیج چاروں میں تازہ پھبن

marfat.com

تختۂ نسریں میں ہے گیندے کا صرف ایک پھول
ایک گل نیلوفر چار گل نارون

نارون و نار روش نا نجم بالا حصار
سرور اقلیم ترک افسر لشکر شکن

یہ صنم تند خو آگ نہ ہو تو بھولے
پانی کے اک کیڑے سے کر نہ لیا بانکپن

وسط گلستاں میں نہر، نہر کے ہر سمت دوب
دوب میں بوٹے ہزار بوٹوں میں در عدن

اس قصیدہ میں ستاون اشعار تشبیب کے ہیں۔ یہ قصیدہ پوری طرح قصیدہ نگاری کے اصول کی روشنی میں لکھا گیا ہے اور اس پورے قصیدے میں صرف علم ہیئت و نجوم کی اصطلاحات کا استعمال کیا گیا ہے اور ان اصطلاحات میں نعت کی جو گل کاریاں حضرت رہنما بریلوی نے کی ہیں یہ ان کا اپنا خاصہ تھا۔ مقالہ نگار کی تحقیق میں علم ہیئت و نجوم کی اصطلاح میں اس سے اچھا قصیدہ اردو کی نعتیہ شاعری میں نایاب ہے۔ جیسا کہ صفحات گذشتہ میں مذکور ہوا کہ حضرت رہنما بریلوی کے دو غیر مکمل قصیدوں کا بھی ذکر ملتا ہے ان کی تشبیب اس طرح ہے۔

قصیدہ در بیان آمد بہار ماہ ربیع الاول شریف

اودی اودی بدلیاں گھرنے لگیں
ننھی ننھی بوندیاں برسا چلیں

ندیاں پھر آنکھیں دکھلانے لگیں
چھوٹی چھوٹی جھیلیں پھر لہرا چلیں

marfat.com

جھومتی آئیں نسیمیں نرم نرم!
پتلی پتلی ڈالیاں لچکا چلیں

دل کھلے کانوں میں رس پڑنے لگے
خوشنما چڑیاں ترانے گا چلیں

باغِ دل میں وجد کے جھولے پڑے
آرزوئیں پھر ملاریں گا چلیں

پھر نظر میں گد گدی ہونے لگی
دھانی دھانی بوٹیاں پھڑکا چلیں

قصیدہ در اصطلاحات علمیہ

عجب نہیں کہ مبادی یہ سلسلے لوٹ آئیں
عیاں ہو دور تسلسل میں دور نا محصور

نہ مادہ ہی مجرد صور کا دشمن ہے
ہیولیات کی صورت سے جمعیہ ہے نفور

نہ موجبہ رہا صغریٰ نہ کلیہ کبریٰ
نہ شکل دیکھے نتیجے کی حجت منصور

حدود عرش سے باہر ہے دورِ دل کا ملا
مکان نیل مفاسد خلا رہے ہے معمور

گرا دے چونچ سے بلبل جو کوئی گل پھولے
پتنگ جل کے کہے شمع سے کہو کافور

marfat.com

چوتھا باب

(الف)

حضرت رضا بریلوی کی

طرزوں کی اتباع

marfat.com

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے بعد کے نعت گو شعرا نے ان کی طرزوں کو نشانِ منزل کے طور پر مشعلِ راہ فکر بنایا۔ اور خوب خوب ان کی نعتوں کی طرزوں میں طبع آزمائی کی، ان کی نعتوں پر تضمینیں لکھیں، دوسری زبانوں میں ترجمے کیے، جس سے مابعد کے نعت گو شعرا کے درمیان ان کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو ان کے مشہور زمانہ سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" پر چند نعت گو شعرا کی نگارشات اور تضمینیں سے

زائرِ حرم حمید صدیقی لکھنوی

آفتابِ رسالت پہ لاکھوں سلام
ماہتابِ نبوت پہ لاکھوں سلام

خود سروں کو پڑھایا سبق عجز کا
مصدرِ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

دشمنوں سے بھی پیش آئے جو خلق سے
ایسی پاکیزہ سیرت پہ لاکھوں سلام [1]

عاطف صابری

مظہرِ ربِ اکبر پہ لاکھوں سلام
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

ساقیِ حوضِ کوثر پہ لاکھوں سلام
دین و دنیا کے رہبر پہ لاکھوں سلام

---

[1] اردو میں نعتیہ شاعری۔ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، مطبوعہ کراچی ص ۶۵۱/۶۵۲

marfat.com

نور ہے جس کے روشن ہے دونوں جہاں
اس شہنشاہِ انور پہ لاکھوں سلام ۱؎

قمر رام نگری

فاطمہ کے گلِ تر پہ لاکھوں سلام
غنچۂ باغِ حیدر پہ لاکھوں سلام

ہیں جوانانِ جنت کے سردار جو
ہم شبیہِ پیمبر پہ لاکھوں سلام

چومتے تھے جسے سید المرسلیں
اس جبینِ معطر پہ لاکھوں سلام ۲؎

مولانا عین الحق جیلانی

رب کے محبوب انور پہ لاکھوں سلام
سارے عالم کے رہبر پہ لاکھوں سلام

ساقیِ حوضِ کوثر پہ بے حد درود
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

جسم بے مثل وہ جس کا سایہ نہیں
اس چنیدہ پیمبر پہ لاکھوں سلام ۳؎

۱؎ ماہنامہ قاری دہلی۔ شمارہ جون ۱۹۶۱ء ص ۵۳

۲؎ ماہنامہ حجازِ جدید دہلی شمارہ اگست ۱۹۸۱ء ص ۴۳

۳؎ ماہنامہ تاجدارِ کائنات رامپور شمارہ ۱۹۸۲ء ص ۲۸

ممتاز راحت اجمیری

مالکِ باغِ جنت پہ لاکھوں سلام
صاحبِ جاہ وحشمت پہ لاکھوں سلام

روئے روشن سے شرمندہ مہر سما
آپ کے حسن طلعت پہ لاکھوں سلام

گالیاں سن کے بھی دیں دعائیں سدا
آپ کی شانِ رحمت پہ لاکھوں سلام ؎۱

تضمین

اختر الحامدی ضیائی (پاکستان)

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس کی عظمت پہ صدقے وقارِ حرم
جس کی زلفوں پہ قرباں بہارِ حرم
نوشۂ بزمِ پروردگارِ حرم
شہریارِ ارم تاجدارِ حرم
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

پڑ گئی جس پہ محشر میں بخشا گیا
دیکھا جس سمت ابرِ کرم چھا گیا
رخ جدھر ہو گیا زندگی پا گیا

؎۱ ماہنامہ استقامت کانپور۔ شمارہ فروری مارچ ۱۹۰۲ء ص ۹۳

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

جن کے قدموں پہ سجدہ کریں جانور
منہ سے بولیں شجر دیں گواہی حجر
رہ میں محبوبِ رب مالکِ بحر و بر
صاحبِ رجعتِ شمس وشق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام ؎۱

بشیر حسین ناظم (پاکستان)

تاجداروں کے داتا پہ بے حد درود
بے سہاروں کے مولیٰ پہ بے حد درود
غمزدوں کے مداوا پہ بے حد درود
ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

مغفرت کی جرس چار جانب بجی
راستی آگئی مٹ گئی ہر کجی
جن کے آنے سے بزمِ رسالت سجی
جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
ان بھنووں کی لطافت پہ لاکھوں سلام ؎۲

؎۱ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شمارہ فروری ۱۹۴۹ء صفحہ ۴۳

؎۲ آئینۂ رضویات حصہ دوم۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ کراچی صفحہ ۲۴۲/۲۴۳

marfat.com

سید محفوظ علی صابر قادری (پاکستان)

ہم مریضوں کے عیسیٰ پہ بے حد درود
ہم گداؤں کے آقا پہ بے حد درود
ہم غلاموں کے مولیٰ پہ بے حد درود
ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

فیض اعجاز سے جس کے مردے جئیں
دیں گواہی، رسالت کا کلمہ پڑھیں
جس کے نور تبسم سے روتے ہنسیں
جس کے جلووں سے مرجھائی کلیاں کھلیں
اس گل پاک منبت پہ لاکھوں سلام [1]

علامہ ریحان رضا خاں رحمانی بریلوی

سیدی مرشدی مصطفےٰ خاں رضا
نازشِ اتقیا اصفیا اولیا
عشق احمد سے دل جس نے روشن کیا
جس کے صدقے ہمیں در ملا غوث کا
اس کے فیض کرامت پہ لاکھوں سلام

علمِ غیب نبی جس نے ثابت کیا
اختیار نبی جس نے ثابت کیا
اور جھوٹوں کو جھوٹا بھی ثابت کیا

---

[1] آئینہ رضویات. ڈاکٹر محمد مسعود احمد. مطبوعہ کراچی ص ۲۷۲/۲۷۳

عشقِ احمد سے دل جس نے روشن کیا
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام [1]

پیرزادہ ضمیر نعیمی اکبر آبادی

گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام
جانِ فخرِ نبوت پہ لاکھوں سلام
حامیِ دین و ملت پہ لاکھوں سلام
منبعِ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
آفتابِ امامت پہ لاکھوں سلام

جو تھا لختِ دلِ مصطفےٰ وہ حسین
جو تھا دلبندِ مشکل کشا وہ حسین
جو رہا دلبرِ فاطمہ وہ حسین
ظلم کی جس پہ تھی انتہا وہ حسین
اس کی پُر نور صورت پہ لاکھوں سلام [2]

محمد عثمان عارف نقشبندی (سابق گورنر اترپردیش)

رازدارِ حقیقت پہ لاکھوں سلام
رہنمائے طریقت پہ لاکھوں سلام
تاجدارِ شریعت پہ لاکھوں سلام

---

[1] ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی ریحان رضا یادگار نمبر، شمارہ دسمبر ۱۹۰۵ء صفحہ
[2] ماہنامہ اعلیٰ حضرت ۔ شمارہ دسمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۳

marfat.com

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

اف قیامت کا منظر پیامِ خدا
ہوش بکھرے ہوئے سب کے محشر بپا
شانِ رحمت کا کہنا ہی کیا مرحبا

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام [1]

مقالہ نگار کی تحقیق میں قصیدہ بردہ حضرت امام ابو صالح شرف الدین بوصیری کے کے بعد جس نعتیہ کلام پر سب سے زیادہ طبع آزمائی کی گئی ہے یا تضمینیں قلمبند کی گئی ہیں وہ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شہرۂ آفاق سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" ہے۔ اگر اس سلام پر طبع آزمائی کی جانے والی تخلیقات یا تضمینوں کو یکجا کر کے ترتیب دیا جائے تو ایک اچھا خاصا مجموعہ تیار ہو سکتا ہے۔ بالکل یہی حال ان کی نعتوں کا بھی ہے۔ ان کے بعد کے نعت گو شعراء نے کثرت سے ان کی نعتوں کی طرزوں میں نعتیں کہی ہیں۔ نمونے کے طور پر چند شاعروں کی تخلیقات ملاحظہ فرمائیں ؎

مفتی اعظم ہند مصطفےٰ رضا خاں نوری بریلوی

• محمد مظہر کامل ہے حق کی شانِ وحدت کا، (رضا بریلوی)

پڑھوں وہ مطلع نوری ثنائے مہر انور کا
ہو جس سے قلب روشن جیسے مطلع مہر محشر کا

سرِ عرش عُلیٰ پہنچا قدم جب میرے سرور کا
زبانِ قدسیاں پر شور تھا اللہ اکبر کا

---

[1] عقیدت کے پھول، محمد عثمان عارف نقشبندی۔ مطبوعہ دہلی ص۴۶

دو عالم صدقہ پاتے ہیں مرے سرکار کے در کا
اسی سرکار سے ملتا ہے جو کچھ ہے مقدر کا [١]

ضمیر یوسف

خدائی کون ہے میرے سوا ایسا محمد کا
نظر عاشق زباں مداح دل شیدا محمد کا

رہے ہر دم نظر میں اسوۂ حسنا محمد کا
چراغِ راہِ تیرہ شب ہے نقشِ پا محمد کا

تھی حیراں سن کے دنیائے عرب خطبا محمد کا
ہے گنجِ علم و حکمت ایک اک جملہ محمد کا [٢]

محدث اعظم ہند سید کچھوچھوی

پھر اشعار لوکہ یادِ مغیلانِ عرب در رضا بریلوی

١ مرحبا صلِ علیٰ روحِ مجسم جانِ عرب
عزتِ دینِ عرب شوکتِ ایمانِ عرب

ابروئے پاک ہے یا قبلۂ ایمانِ عرب
مصحفِ روئے منور ہے یہ قرآنِ عرب

سلطنت اس کو کہا کرتے ہیں ماشاء اللہ
ماسوا اللہ کا سلطان ہے سلطانِ عرب [٣]

---

١ انتخاب کلام نوری ۔ مرتبہ محمد انور علی رضوی مطبوعہ بریلی ص ۴۹
٢ ایمان کی خوشبو ضمیر یوسف مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۱
٣ فرش پر عرش ۔ محدث اعظم ہند مطبوعہ کچھوچھہ شریف ص ۳۷

marfat.com

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
(رضا بریلوی)

پرسش اعمال میں مہمان داری واہ واہ
باریابی اپنی پھر دیدار باری واہ واہ
بھر گئی جنت گنہگاروں سے ساری واہ واہ

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ، پرہیز گاری واہ واہ[1]

اختر رضا خاں ازہری بریلوی

تمہارے ذرے کے پرتو ستار ہائے فلک
(رضا بریلوی)

جھکے نہ بار صد احساں بنارِ فلک
تمہارے ذرے کے پرتو ستار ہائے فلک

یہ خاکِ کوچۂ جاناں ہے جس کے بوسہ کو
نہ جانے کب سے ترستے ہیں دیدہ ہائے فلک

یہ ان کے جلوہ کی تھیں گرمیاں شب اسریٰ
نہ لائے تابِ نظر بہہ کے دیدہ ہائے فلک[2]

بیکل اتساہی بلرامپوری

عرش حق ہے مسند رفعت رسول اللہ کی (رضا بریلوی)

---

[1] فرش پر عرش۔ محدث اعظم ہند مطبوعہ بھیونڈی ص ۱۳۲

[2] سفینۂ بخشش اختر رضا خاں ازہری۔ مطبوعہ بریلی ص ۱۱

marfat.com

ہر نفس کی لاج ہے رحمت رسول اللہ کی
ہر چمن کی جان ہے نکہت رسول اللہ کی

خود کلامِ حق ثنا خواں ہے باندازِ لطیف
عین ایماں جانئے طاعت رسول اللہ کی

جس کا جتنا ظرف ہے پاتا ہے وہ بے امتیاز
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی "[1]

شمیم احمد شمیم اعظمی

جس کے دل میں ہے نہاں عظمت رسول اللہ کی
بالیقیں پائے گا وہ برکت رسول اللہ کی

ہو بھلا تاریکیٔ مرقد کا اس کو خوف کیا
جس کے دل میں ہے نہاں صورت رسول اللہ کی

سید کونین کی الفت کا صدقہ ہے یہ خلد
ہے خدا کی بندگی طاعت رسول اللہ کی [2]

ڈاکٹر سید شمیم گوہر

عارضِ شمس و قمر سے بھی ہیں الوز ایڑیاں (رضا بریلوی)

کتنی دلکش دلربا دلگیر و دلبر ایڑیاں
دل میں آنکھوں میں رہیں یہ چاہے سرور ایڑیاں

---

[1] والضحیٰ ہیکل الشاہی مطبوعہ دہلی صفحہ

[2] ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شمارہ جون ۱۹۷۶ء صفحہ ۳۳

marfat.com

باعثِ صد فخر ہیں عرش بریں پر ایڑیاں
سرزمیں پر سر کے خوں سے ہو گئیں تر ایڑیاں

حسن جنت کی سبھی رعنائیاں رکھتی ہیں یہ
نخر یاقوت و زمرد رشک گوہر ایڑیاں [۱]

طیش صدیقی

تضمین

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا

(رضا بریلوی)

نام سچا ہے ترا کام ہے پکا تیرا
دین و دنیا میں ہے دربار بھی اونچا تیرا
در سے محروم نہ لوٹا ترے منگتا تیرا
واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا [۲]

مختار احمد رضوی

ہر عطیہ سے فزوں تر ہے عطیہ تیرا
جائیں کیوں غیر کے گھر چھوڑ کے صدقہ تیرا
کتنا انداز سخاوت ہے نرالا تیرا
واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا [۳]

---

[۱] ماہنامہ قاری دہلی شمارہ فروری ۱۹۸۹ء صفحہ ۲۴
[۲] ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شمارہ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
[۳] ماہنامہ سنی دنیا بریلی شمارہ اکتوبر ۱۹۹۰ء صفحہ ۳۰

marfat.com

محمد عثمان اوج اعظمی

نعتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا (رضا بریلوی)

سب کو سمجھاتا ہوا معنیٔ قرآن گیا
عام کرتا ہوا احسان پہ احسان گیا
چادرِ جود و سخا لطف و عطا مان گیا
نعتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیٔ رحمت کا قلمدان گیا ؎۱

قمر سلطانپوری

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا (رضا بریلوی)

جھومتا پڑھتا ہوا آیاتِ مدثر گیا
کام آیا جذبۂ دل اور میں آخر گیا
پھر گیا اور پھر گیا پھر جا کے آیا پھر گیا
بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا
لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

عرش، کرسی، جنت الفردوس کیا شہر حرم
کل جہاں تیری ہے ملکیت نبی محترم
اللہ اللہ یہ تری شاہی ترا جاہ و حشم
تیری مرضی پا گئی سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا ؎۲

۱؎ ماہنامہ اعلیٰحضرت بریلی شمارہ دسمبر ۸۲ء صفحہ ۴۳
۲؎ ماہنامہ حجاز جدید دہلی شمارہ فروری ۹۲ء صفحہ ۲۱

marfat.com

مولانا ملک الظفر اکمل بہسرامی

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے (رضا بریلوی)

نازِ خلیل رشکِ مسیحا کہوں تجھے
مسند نشین عرش معلےٰ کہوں تجھے
کس کس کی آرزو و تمنا کہوں تجھے
سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے [1]

مولانا نسیم بستوی

سلطانِ بزم ملت بیضا کہوں تجھے
رشکِ مسیح و نازشِ موسیٰ کہوں تجھے
مسند نشین عرش معلےٰ کہوں تجھے
سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے [2]

سید معین بہمن

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی (رضا بریلوی)

سارے نبیوں سے اعلےٰ ہمارا نبی   رب کا پیارا ہے کتنا ہمارا نبی

۱؎ ماہنامہ استقامت کانپور شمارہ فروری ۱۹۸۳ء صفحہ ۱۲۲

۲؎ ماہنامہ سنی دنیا بریلی شمارہ مارچ ۱۹۹۰ء صفحہ ۴۰

جس جگہ تھا ملک کا پہنچنا محال — اس بلندی پہ پہنچا ہمارا نبی
اپنی سیرت سے انساں کو سکھلا گیا — زندگی کا سلیقہ ہمارا نبی ۱

شاد فیض آبادی

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے (در مثنا بریلوی)

اللہ جانتا ہے جو عظمت بشر کی ہے
آئینے پر نگاہ خود آئینہ گر کی ہے

تفسیر جو بھی جلوۂ شام و سحر کی ہے
تنویر زلف و عارض خیر البشر کی ہے

ہر صبح چومتی ہے در ناز مصطفےٰ
قسمت جو پوچھئے تو نسیم سحر کی ہے ۲

مولانا شمیم القادری

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو (رضا بریلوی)

میری دنیائے مصیبت کے سہارے گیسو
کتنے اچھے ہیں شہا آپ کے پیارے گیسو

کھائی قرآں نے قسم جس کی وہ پیارے گیسو
چھائے رہتے ہیں خیالوں میں ہمارے گیسو

نکہت دلنوز کی ہر سمت گھٹائیں اٹھیں
جب بھی سرکار دو عالم نے سنوارے گیسو ۳

۱۔ ماہنامہ قادریہ بریلی شمارہ اگست ۱۹۸۱ء ص ۲

۲۔ چمن زار ایماں ، شاد فیض آبادی مطبوعہ فیض آباد ص ۵ ۳۔ ماہنامہ اعلیٰحضرت بریلی شمارہ مئی ۱۹۶۸ء ص ۳۵

marfat.com

فیاض ٹانڈوی

سر تا بہ قدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول (رضا بریلوی)

خورشید رسالت کی ہے اک ایک کرن پھول
خود مانگنے آتی ہے بہاروں کی دولہن پھول
پاتے ہیں انہیں سے سبھی گلزار و چمن پھول

سر تا بہ قدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

مختارِ دو عالم تمہیں قدرت نے بنایا
زر پارہ ہو مہتاب جو ہو جائے اشارا
واللہ یہ اک زندہ حقیقت ہے کرامت

تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا
تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہِ محن پھول ؎۱

مولانا انوار الحق انور رضوی

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
(رضا بریلوی)

ربِ سلّم کی صدا ہر دم لگاتے جائیں گے
اس طرح رنج و محن کو ہم بھلاتے جائیں گے

شافعِ محشر کا اتنا فضل کہ وقتِ حساب
مجرموں کو اپنے دامن میں چھپاتے جائیں گے ؎۲

؎۱ ماہنامہ استقامت کانپور شمارہ مئی جون ۱۹۸۳ء صفحہ ۳۱

؎۲ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شمارہ مارچ ۱۹۶۹ء صفحہ ۶۶

marfat.com

(ب)

حضرت رضا بریلوی

کے

نعتیہ رجحانات اور افکار و خیالات

کی

پذیرائی

marfat.com

ماہر رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد (کراچی)

"یہ دیکھ کر سخت افسوس ہوتا ہے کہ ایسا باکمال شاعر جس کی شاعری مصحف مقدس کے سرچشمۂ صافی سے مستفید ہے اردو تاریخ کے تذکروں میں وہ مقام حاصل نہیں کر سکا بلکہ وہ مقام نہیں دیا جس کا وہ مستحق تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کا زہد و تقویٰ اس امر کا متقاضی تھا کہ اس کو شعرا کی عام صف میں نہ کھڑا کیا جائے وہ نعت گو شعرا کا امام برحق تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ اس کو نہ داد و تحسین کی ضرورت تھی نہ صلہ کی پرواہ۔ اس کے کلام بلاغت نظام کو سن کر مرغانِ چمن پورے کا پورا چمن نذر کرتے ہیں۔" ؎۱

پروفیسر ڈاکٹر محی الدین الوائی (مصر)

"پرانا مشہور مقولہ ہے کہ شخصِ واحد میں دو چیزیں تحقیقات علمیہ اور نازک خیالی نہیں پائی جاتیں۔ لیکن مولانا احمد رضا کی ذات گرامی اس تقلیدی نظریہ کے عکس پر بہترین دلیل ہے آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے۔ جس پر آپ کے دلوان، حدائق بخشش، حدائق العطیات، مداحِ رسول، بہترین شاہد ہیں۔ اس کے علاوہ فلسفہ، علم فلکیات، ریاضی اور دین و ادب میں آپ ہندوستان میں صفِ اول کے ممتاز علماء اور شعراء میں تھے۔" ؎۲

ڈاکٹر فرمان فتحپوری

"علماءِ دین میں نعت نگار کی حیثیت سے سب سے ممتاز نام مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں ۱۸۵۶ء مطابق ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ اس لحاظ سے وہ مولانا حالی مولانا شبلی امیر مینائی اور اکبر الہ آبادی وغیرہ کے ہمعصروں میں تھے۔ ان کی شاعری کا محور خاص آنحضرت کی زندگی و سیرت تھی مولانا حسن

؎۱ امام شعر و ادب۔ وارث جمال قادری۔ مطبوعہ اعظم گڈھ ص ۳۹

؎۲ امام احمد رضا ایک فاضل اہل حدیث کی نظر میں۔ ڈاکٹر محی الدین الوائی مطبوعہ لاہور ص ۸

marfat.com

شریعت بھی تھے اور صاحب طریقت بھی۔ صرف نعت وسلام اور منقبت کہتے تھے اور بڑی دردمندی و دلسوزی کے ساتھ کہتے تھے۔ سادہ و بے تکلف زبان اور برجستہ شگفتہ بیان ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں ان کے نعتیہ اشعار اور سلام سیرت کے جلسوں میں عام طور پر پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ ان کا سلام، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، بہت مقبول ہوا ہے۔ ایک نعت بھی جس کا مطلع ہے، واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا

نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

خاصی شہرت رکھتی ہے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کا دیوان، حدائق بخشش، شائع ہو چکا ہے۔ [۱]

نیاز فتحپوری

شعر و ادب میرا خاص موضوع اور فن ہے۔ میں نے مولانا بریلوی کا نعتیہ کلام بالاستیعاب پڑھا ہے۔ ان کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی کا ہے ان کے کلام سے ان کے بیکراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا کے بعض اشعار میں اپنی انفرادیت کا دعویٰ بھی ملتا ہے جو ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ تعلّی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل حق ہیں۔ مولانا حسرت موہانی بھی مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کے مداح تھے اور معترف بھی۔ مولانا حسرت موہانی اور مولانا بریلوی میں ایک شے قدرِ مشترک بھی اور وہ غوث اعظم کی ذات والاصفات سے دونوں کی گہری وابستگی تھی۔ مولانا حسرت موہانی کی زبان سے اکثر میں نے مولانا بریلوی کا یہ شعر سنا ہے ؎

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع

جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا۔ [۲]

---

[۱] عاشق رسول۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ لاہور ص۶ [۲] عاشق رسول، ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ لاہور ص۹

marfat.com

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں

"اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک عاشقِ رسول یعنی مولانا احمد رضا بریلوی کا ذکر بھی کر دیا جائے جس سے ہمارے ادبا نے ہمیشہ بے اعتنائی برتی ہے حالانکہ یہ غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے نظم و نثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کیے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔" ؎۱

مولانا کوثر نیازی

"بریلی میں ایک شخص پیدا ہوا جو نعت گوئی کا امام تھا امام احمد رضا جس کا نام تھا! ان سے ممکن ہے بعض پہلوؤں میں لوگوں کو اختلاف ہو، عقیدوں میں اختلاف ہو لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عشق رسول ان کی نعتوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔" ؎۲

ڈاکٹر سید عبد اللہ

"وہ جید عالم، متبحر حکیم، عبقری، فقیہ، صاحبِ نظر مفسر قرآن، عظیم محدث اور سحر بیان خطیب تھے لیکن ان تمام درجات رفیع سے بھی بلند ان کا ایک درجہ ہے اور وہ ہے عشق رسول۔" ؎۳

ڈاکٹر سلام سندیلوی

"آپ کی شخصیت و شاعری میں کوئی فاصلہ نہیں ہے بلکہ آپ کی شخصیت آپکی شاعری ہے اور آپ کی شاعری آپ کی شخصیت ہے۔ شخصیت و شاعری میں اس قدر گہری ہم آہنگی اردو کے چند ہی شعراء کے یہاں ملے گی۔" ؎۴

؎۱ اقبال و احمد رضا۔ راجہ رشید محمود مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۲۳

؎۲ عاشق رسول۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ لاہور صفحہ ۷

؎۳ اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر۔ سید نور محمد قادری۔ مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۳ ؎۴ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۹

marfat.com

ڈاکٹر نسیم قریشی

"کتنی عظیم سعادت آئی ہے حضرت رضا کے حصے میں کہ وہ مقبولین بارگاہ الٰہی اور نظر کردگانِ رسالت پناہی کے اس محبوب زمرے میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں ایسا بلند مقام انہیں حسان الہند کے مبارک لقب سے یاد کئے بغیر ان کے بے پناہ جذبۂ عشق رسول اور ان کی وجد آفریں نعت گوئی کے ساتھ انصاف ہو ہی نہیں سکتا۔" ۱؎

مولانا ماہر القادری

"مولانا احمد رضا بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے۔ یہاں تک کہ ریاضی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے دینی علم و فضل کے ساتھ شیوۂ بیان شاعری بھی تھا اور ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مجازی راہِ سخن سے ہٹ کر صرف نعت رسول کو اپنے افکار کا موضوع بنایا مولانا احمد رضا کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا بڑے خوش گو شاعر تھے اور مرزا داغ سے نسبتِ تلمذ رکھتے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع ہے

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جہاں مرزا داغ کو حسن بریلوی نے سنایا تو داغ نے بہت تعریف کی اور فرمایا مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے:" ۲؎

پروفیسر افتخار اعظمی

"احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک سے اختلاف ممکن ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ غیر معمولی ذہین اور متبحر عالم تھے۔ وہ عالم دین کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے اس لئے ان کی شاعرانہ تخلیقات کی طرف کم توجہ دی گئی حالانکہ ان کا نعتیہ کلام اس پائے کا

۱؎ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ بمبئی ص۱۹

۲؎ عاشق رسول " " " لاہور ص۱۱

ہے کہ انہیں طبقۂ اولیٰ کے نعت گو شعراء میں جگہ دی جانی چاہیئے انہیں فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل ہے انکے یہاں تصنع اور تکلف نہیں بلکہ بے ساختگی ہے کیونکہ رسول پاک سے انہیں بے پناہ محبت اور عقیدت تھی ان کا نعتیہ کلام شدت احساس کے ساتھ ساتھ خلوص جذبات کا آئینہ دار ہے"[۱]

میاں محمد شفیع (م. ش)

"برصغیر میں اسلامی شعور ابھارنے اور مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلامی اقدار سے آگاہ کرنے میں حفیظ کی شاعری نے ایسا کردار ادا کیا جو اس صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرہ میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے نعتیہ کلام اور تحریک رابطۂ مسلم عوام کے ذریعہ مسلمانوں کے سینوں میں عشق محمد کی آگ روشن کرنے میں ادا کیا تھا جس طرح برصغیر کے دور دراز دیہاتوں میں اعلیٰ حضرت کے سلام کے ایسے فقرے "مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" گذشتہ نصف صدی سے گونجتے رہے ہیں اسی طرح حفیظ کے شاہنامۂ اسلام کے اشعار مسجدوں اور مکتبوں سے ان کی خاص طرز میں گذشتہ ربع صدی سے زائد ہم سے لوگوں کے دلوں کی دھڑکنوں کی صدا بن کر بلند ہوتے رہے ہیں"۔[۲]

حافظ مظہر الدین

"نعتیہ شاعری کی تاریخ میں اس اعتبار سے اعلیٰ حضرت منفرد نظر آتے ہیں کہ انہوں نے اپنے نعتیہ کلام کو تبلیغ حق کا ذریعہ بنایا اور تبلیغ عشق کا بھی۔ مخالفین کے اعتراضات کے جواب بھی دیئے اور روحوں کو زندگی بھی عطا کی۔ غیر ممکن ہے کہ کسی جگہ اعلیٰ حضرت کا کلام پڑھا جائے اور محفل پر انوار نہ برسیں۔ محبوب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی ثناگستری نے انہیں بوصیری کا مقام عطا کر دیا تھا اور وہ عالم بیداری میں حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے"۔[۳]

---

[۱] عاشق رسول ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ لاہور ص۳

[۲] " " " " ص۱۱ [۳] خیابان رضا۔ محمد مرید احمد چشتی۔ مطبوعہ لاہور ص۲۰۴

سید شان الحق حقی

"حضرت مولانا احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ عاشقانِ رسول میں ممتاز مقام رکھتے تھے ان کا خلوص و محبت میں ڈوبا ہوا نعتیہ کلام نہ صرف ان کے جذبۂ صادق کا مظہر ہے بلکہ بہت سے مومنین کے لئے بھی گداز قلب حاصل کرنے اور اپنی ارادت کو مولانا کی خوش مقالی کے سہارے ادا کرنے کا باعث ہوا اور ہوتا ہے یہ خود مولانا کے لئے بھی بڑی سعادت ہے کہ اتنے عاشق رسول ان کے دل سے نکلے ہوئے کلام کو اپنے دل کی آواز سمجھ کر پڑھتے سنتے اور اس پر وجد کرتے ہیں اس حقیقت سے اس کا ادبی پایہ اور بھی بلند ہو جاتا ہے۔ بہترین تخلیقات وہی ہیں جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے روحانی سرور اور اخلاقی بصیرت کا ذریعہ ہوں۔ میرے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے بڑا ہے اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں۔ اس کی مقبولیت اور دل پذیری ہی اس کا سب سے بڑا ادبی کمال ہے اور مولانا کے شاعرانہ مرتبہ پر دال ہے ؎

حسن تاثیر کو صورت سے نہ معنی سے غرض
شعر وہ ہے کہ لگے جھوم کے گانے کوئی شخص

انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ اپنے فطری جذبے سے کہا ہے کوئی شاعرانہ ناموری مقصود نہ تھی چنانچہ ان کے قدر شناس اور ارادت مند ان کو شاعر کی حیثیت سے کم اہل دل اور اہل اللہ کی حیثیت سے زیادہ جانتے ہیں۔"[1]

سید مسعود حسن شہاب دہلوی

"انہوں نے اپنے پرسوز و پرکیف اور دل گداز و وجد آفریں نعتیہ کلام سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو جوت جگائی ہے اسے سرد مہری کی کوئی تاریخ یخ بستہ لہرے سرد نہیں کر سکتی نعت گو شعراء میں ان کا مقام ایسا ہی ہے جیسے گلہائے چمن میں گلاب خوش رنگ۔"[2]

---

[1] خیابانِ رضا۔ محمد مرید احمد چشتی مطبوعہ لاہور ص۶۵

[2] " " " " ص۱۰۱

marfat.com

پروفیسر محمد طاہر فاروقی

"مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نعت گوئی علمیت، فقاہت اور بلند منصب سے کسی بھی موافق یا مخالف کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ اعلیٰ حضرت عشقِ رسول میں ڈوبے ہوئے تھے اور یہی جذبہ ان کی نعت گوئی کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے اسی لئے ان کے اشعار میں "از دل خیزد بر دل ریزد" کا صحیح عکس نظر آتا ہے۔ حبِ رسول ہمارے ایمان کی بنیادی صفت ہے حضرت مولانا جیسے جلیل القدر عالم اور کامل الاوصاف درویش اس نعمتِ سرمدی سے کیوں متصف نہ ہوتے ان کی نعت میں شاعرانہ صنعت گری کے ساتھ روحانی کیفیات اور صمیمی تاثرات بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ ہر شعر ڈوب کے لکھا ہے اسی لئے ان کے اشعار میں درد و اثر، کیف و وجد، سوز و ساز اور والہانہ شیفتگی زیادہ سے زیادہ ملتی ہے حضرت مولانا بالیقین صفِ اول کے نعت گو شعرا میں شامل ہیں" ۔[1]

احمد ندیم قاسمی

"مولانا احمد رضا بریلوی کے بارے میں کچھ عرض کرنا میرا منصب نہیں ہے میں انہیں صرف بحیثیت نعت گو جانتا ہوں اور میرا اندازہ یہ ہے کہ نعت گوئی میں ان کا مرتبہ دیگر نعت نویسوں کے مقابلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مرحوم بے پناہ اور بیکراں عقیدت و محبت کی برکت سے منفرد ہو جاتا ہے۔ نعت عشقِ رسول کے بغیر کہی ہی نہیں جا سکتی۔ رسماً کہی جائے گی تو اس کا کھوکھلا پن جلد کھل جائے گا۔ چنانچہ جتنے بھی اچھے نعت گو ہیں وہ عشقِ رسول کے مختلف کیفیات ہی کو شاعری میں منتقل کرتے ہیں۔ مگر جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں۔ مرحوم کے عشق کی شدت بے پناہ ہے اور اسی لئے ان کی نعت کی اثر آفرینی بھی بے پناہ ہے" ۔[2]

---

[1] خیابانِ رضا۔ محمد مرید چشتی۔ مطبوعہ لاہور صفحہ ۹۶

[2] ۔ ۔ ۔ ۔ صفحہ ۴۲

marfat.com

ابوزاہد عابد نظامی

"اردو نعت گوئی میں جو مقام اور مرتبہ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو حاصل ہے وہ بہت ہی کم شعراء کو حاصل ہوا ہے۔ ان کی نعت گوئی کے وہ لوگ بھی دل سے قائل ہیں جو ان کے سخت مخالف ہیں۔ مولانا کا نعتیہ دیوان اگرچہ مختصر ہے لیکن کیفیت کے اعتبار سے اکثر ضخامت بھر کم دیوانوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ عشق رسول کا جذبہ جو میرے نزدیک دین کی بنیاد ہے۔ آج کل دلوں سے ختم ہو رہا ہے (یا سازش کے تحت ختم کیا جا رہا ہے) اس کی بحالی اور ترقی کے لئے حضرت مولانا بریلوی کی نعتوں سے کام لیا جا سکتا ہے کاش یہ کام سلیقے سے ہو نفرت کے بجائے محبت کو شعار بنایا جائے اور اس سے لوگوں کے دلوں کو فتح کیا جائے کہ یہی ہمارے مشائخ کا طریقہ ہے۔" ۱؎

مقبول جہانگیر

"اعلیٰ حضرت کی شاعرانہ حیثیت بھی اتنی ہی وسیع اور عظیم ہے جتنی ان کی دوسری حیثیتیں، یہ عجیب بات ہے کہ تاریخ میں جو اچھے اچھے نعت گو شعراء گزرے ہیں ان سب کا ذکر کسی نہ کسی حیثیت سے ادب کی کتابوں میں موجود ہے مگر اعلیٰ حضرت کی بہترین شعری تخلیقات کی طرف توجہ نہ دی گئی۔ شاید اس لئے کہ ان کی شاعری دوسرے علوم و فنون کے نیچے دب گئی۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کا نعتیہ کلام بڑے بڑے شاعر کے کلام کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان کے یہاں جذبے کی بے ساختگی، خیال کی رعنائی، الفاظ کی شان و شوکت اور عشق رسول کی جھلکیاں قدم قدم پر موجود ہیں۔ ان کی نعتوں میں کیف و اثر کی ایک دنیا آباد ہے۔" ۲؎

۱؎ خیابانِ رضا۔ محمد مرید چشتی، مطبوعہ لاہور ص ۶۲

۲؎ عاشق رسول، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ص ۱۴۱

marfat.com

نعیم صدیقی

"مولانا کی جو نعتیں پڑھنے یا سننے میں آئیں ان میں خصوصی طور پر والہیت کی روح کارفرما ہے۔ زبان پر قدرت، ان کا تخیل نئی نئی کونپلیں نکالتا ہے۔ اور تشبیہات و تلمیحات سے وہ خوب کام لیتے ہیں ان کی بہت سی نعتوں کی ایک خصوصیت ان کا عوامی انداز ہے۔ وہ ایسی لسانی اور فنی باریکیوں کی طرف نہیں جاتے جو ہمارے یہاں کے عام مسلمان کی ذہنی سطح سے بلند ہوں" ؎۱

ڈاکٹر وحید اشرف

"امام احمد رضا نے عرب کے چمنستان کی بہار، عرب کے گل و ریحان، عرب کے بیابان کے خار اور عرب کے کوچوں کا ذکر کیا مگر یہ ذکر رسمی اور قیاسی نہیں بلکہ اس ذکر میں صداقت کا اجالا موجود ہے۔" ؎۲

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق

"حضرت رضا نے اپنی نعت نویسی کے لئے قرآن و حدیث ہی کو شمع راہ بنایا یہی وجہ ہے کہ ان کا نعتیہ کلام افراط و تفریط کے عیب اور تخیل کی بے راہ روی سے پاک ہے" ؎۳

حکیم آفتاب احمد قریشی

"ان کی نعتیہ شاعری تو عدیم المثال ہے اس میں آمد کی کیفیت ہے وہ عشق رسول سے سرشار تھے ان کی زندگی کا سب سے بڑا سبق یہی ہے کہ مسلمان عشق رسول کو اپنائیں عشق رسول ہی میں ہماری فلاح و بہبود ہے" ؎۴

۱۔ خیابانِ رضا، محمد مرید چشتی، مطبوعہ لاہور ص ۱۱۶

۲۔ اقبال و احمد رضا، راجا رشید محمود، مطبوعہ کلکتہ ص ۲۶/۲۵

۳۔ " " " " ص ۲۵ ۴۔ خیابانِ رضا۔ محمد مرید چشتی مطبوعہ لاہور ص ۳۵

marfat.com

حضرت رضا بریلوی کی

نعتوں کا

انگریزی زبان میں ترجمہ

marfat.com

سلام

SALAM ON THE PROPHET

(Sall Allahu Alaihi wa Sallam)

By

Imam Ahmad Raza Khan Barelvi

Translated By

Professor G.D. Qureshi

B.A. (Hons.) ; M.A. English (Sind)
LL.B. (Sind) ; M.A. English (Leeds)
Lecturer College of Art and
Technology New Cast U.K. E-4 Pon-Tyne

marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

Allah's Name I begin with, the Compassionate, the Merciful

It is every Muslim's duty to pass on knowledge of Islam, and to strive to serve Islam and the Muslim Community in the best way possible. It was with these intentions that the *Raza Academy* was established in 1979. This noble task was made possible by the eminent Muslim Scholar and Wali Allah Hazrat Pir Sayed Abul Kamal Barq Qadiri Nawshahi (Rahmatullahi Alaih).

Raza Academy is named after one of the greatest Muslims of the modern age, Imam Ahmad Raza Khan Barelvi (Rahmatullahi Alaih), who was born in 1856 and passed away in 1921. He was so great that he was given the title of Reviver of the Fourteenth Islamic Century. His writings and life are of the greatest importance to Muslims in the World today.

We knew this task was difficult, for we had neither support nor money, but our intention was pure and sincere, and we relied on Allah Ta'ala and hoped for His help and the Blessings of His Beloved Prophet (Sall Allahu Alaihi wa Sallam).

In 1984 we published an English translation of the Holy Quran. Then in November, 1985 we began publishing a monthly journal, *The Islamic Times*. This was extremely difficult, but with Allah Ta'ala's Blessings the journal survived, overcame all difficulties and went from strength to strength.

We have published more than two dozen books on Islam. This was only possible with Allah Ta'ala's help and the Blessings of His Beloved Prophet (Sall Allahu Alaihi wa Sallam).

We pray that Allah Ta'ala will give all those who write, translate and provide financial help for the *Raza Academy* a rich reward in This World and the Next.

We would like to express our gratitude to our spiritual guide Hazrat Pir Sayed Maroof Hussain Saheb Nawshahi Qadiri of Bradford for his Blessings and Du'as.

Finally we would like to thank Brother Muhammad Afzal Habib, Dr. Muhammad Haroon, Brother M.I. Kashmiri and others for their help. May Allah Ta'ala give them all rich reward in both Worlds.

Professor G.D. Qureshi
Chairman, Raza Academy

marfat.com

SALAM ON THE PROPHET

1. Blessed be Mustafa, Mercy for Mankind,
God's Light, the right way to find.
2. Blessed be the highest of the High,
The brightest star of Prophecy's sky.
3. Blessed be the Sovereign of Kaaba and Paradise,
Who is Compassionate, Merciful and Wise.
4. Blessed be the hero on the night of his Ascension,
The apple of the people's eye in Heaven.
5. Blessed be the splendour of the next World,
The Dignity, Justice and Grandeur of this World.
6. Blessed be his noble mind,
The most sublime of its kind.
7. Blessed be the source of Knowledge Divine,
Outstanding and the Last in the Prophets' line.
8. Blessed be the point of Life's hidden unity,
And also the centre of its visible diversity.
9. Blessed be Nature's privileged one,
Who divided the Moon and called back the Sun.
10. Blessed be the blanket, rich in mystic quality,
Under which the food did increase in quantity.
11. Blessed be the sovereign, wise and high,
Whose rule extends from Earth to Sky.
12. Blessed be the giver of Blessings Divine,
On whose account God created the Universe.
13. Blessed be the best of all the Prophets,
The Last and the most kind of the Prophets.
14. Blessed be he who merged in God's Light,
And established the rule of right over might.
15. Blessed be the Prophet, most distinguished,
Matchless, exquisite and unparalleled.
16. Blessed be the star that brightly shone,
And in size has gradually grown.
17. Blessed be the jewel of Nature's plenty,
Whose knowledge extended from here to Eternity.
18. Blessed be the strong support of the helpless,

marfat.com

Committed to the uplift of the penniless.
19. Blessed be our Prophet's perfection,
Which bore Divine Unity's perfection.
20. Blessed be the balm in hardship and dismay,
Whose aim in life is justice and fair play.
21. Blessed be my strength in misery,
My hope and wealth in poverty.
22. Blessed be the clue to the mystic signs,
That throws a light on God's designs.
23. Blessed be the totality of most and least,
That changes a pantheist into a monotheist.
24. Blessed be success after patience,
How nice! If shortage is followed by abundance.
25. Blessed be our Prophet's supplications.,
Which met God Almighty's approbations.
26. Blessed be our valued patron in poverty,
Who leads us out of adversity.
27. Blessed be his caring concern for the evil and vicious,
And a satisfying affection for the righteous.
28. Blessed be the Prime Cause of Creation,
The Final Medium of Human Salvation.
29. Blessed be the focal point of revelation,
Initiating the process of God's manifestation.
30. Blessed be that gardener's noble strife,
Who gave withering flowers a new life.
31. Blessed be that symbol of beneficence,
Without a shadow or equal in any sense.
32. Blessed be that embodiment of grace,
And Birds of Heaven sing his praise.
33. Blessed be that broad forehead,
Truth on which was always read.
34. Blessed be that King of kings,
Whose name the most instant success brings.
35. Blessed be those tresses black,
Vision's feast and mercy's track.
36. Blessed be that stately parting,
Day coming in and night departing.
37. Blessed be his act of combing,
Which left the lovers' hearts throbbing.
38. Blessed be those ears that hear,

marfat.com

Every sound from far and near.
39. Blessed be the dynasty Hashimite,
A dazzling wave in a flood of light.
40. Blessed be his head and his hair,
Which the crown of success does wear.
41. Blessed be those eyebrows,
For which the niche of the Kaaba bows.
42. Blessed be the shade benign,
Of his eyelashes black and fine.
43. Blessed be his eyes, those gems,
From which Mercy's fountain stems.
44. Blessed be that rose of nature,
The glorious symbol of the Creator.
45. Blessed be the look affectionate,
Caring, kind and compassionate.
46. Blessed be his awe and dignity,
Best in piety and humility.
47. Blessed be the cheeks so bright,
That they bedimmed even the moonlight.
48. Blessed be his suitable height,
To look at him was a real delight.
49. Blessed be that beaming complexion,
Which gave the onlookers satisfaction.
50. Blessed be that beautiful skin,
Which said that men are the same within.
51. Blessed be that fragrant sweat
On workers which had a great impact
52. Blessed be the hair on his chin
Holy, clean, soft and thin.
53. Blessed be his beard's boon,
Glowing like the halo of the Moon.
54. Blessed be his lips, in talk or repose,
Which resembled the petals of a rose.
55. Blessed be the mouth, devoted to teach,
What God desired him to preach.
56. Blessed be the freshness of his palate,
Which in the desert flowers did create.
57. Blessed be his saliva's power,
Which changed the water from hard to softer.
58. Blessed be his tongue gifted and true,
Speaking words, which God wanted him to.
59. Blessed be his persuasive speech,
Evil to quell, and virtue to teach
60. Blessed be his rare gift of eloquence,

marfat.com

Which won the hearts of his audience.
61. Blessed be that moment of God's beneficence,
Which guaranteed his prayer's acceptance.
62. Blessed be that luminous galaxy,
Which threw God's men into ecstasy.
63. Blessed be his smile's influence,
Which could relax people, if they were tense.
64. Blessed be that throat's rare quality,
Fresh as milk, and sweet as honey.
65. Blessed be his shoulders, dignified,
In whom Dignity itself took a pride.
66. Blessed be the Prophet's Seal that shone,
And in the Kaaba shines the Black Stone.
67. Blessed be the strength of the nation,
An emblem of learning's consummation.
68. Blessed be that hand's generosity,
Which ushered in an era of prosperity.
69. Blessed be the strength of that arm,
Which bore all burdens without any alarm.
70. Blessed be his hands and their vigour,
Two pillars of our religion and culture.
71. Blessed be his palm, clear and bold,
Whose lines 'courage' foretold.
72. Blessed be his fingers, long and bright,
Which looked like fountains of light.
73. Blessed be his crescent-like nail,
Which brought health in its trail.
74. Blessed be his denunciation of rage,
And commendation of love and courage.
75. Blessed be his heart's sensitivity,
Which understood the mystery of unity.
76. Blessed be that millionaire's appetite,
Who ate only what a poor man might.
77. Blessed be that magnanimous mind,
Which sought God's Mercy for Mankind.
78. Blessed be his knees exalted,
Whose greatness Prophets acknowledged.
79. Blessed be the steps in the right direction,
Which led humanity nearest to perfection.
80. Blessed be those feet and the way,
And the Quran swore by his pathway.

marfat.com

81. Blessed be the moment of the Prophet's birth,
When unsurpassed glory spread over the Earth.
82. Blessed be the prayer for man's salvation.
Uttered by him in his first prostration.
83. Blessed be that fortunate breast,
Which fed him at God's behest.
84. Blessed be his regard for others,
When he used one, and left the other breast for brothers.
85. Blessed be the glory of Prophethood,
Finest flower in the garden of Manhood.
86. Blessed be his God-beloved face,
And his childhood charm and grace.
87. Blessed be the sweet buds blossoming,
And the plants gradually growing.
88. Blessed be his habit of keeping away,
As a child from meaningless play.
89. Blessed be his unpretentious style,
His informal but very encouraging smile.
90. Blessed be his way immaculate,
In every sense pious and great.
91. Blessed be his symbolic assertions,
Easy solutions to most difficult situations.
92 Blessed be his simple-heartedness,
Leading to acts of the highest selflessness.
93. Blessed be he who went to pray,
In a cave alone by night or day.
94. Blessed be his spiritual domain,
Of beings, celestial and mundane.
95. Blessed be his mission of Islam,
Replacing violence by peace and calm.
96. Blessed be the nights of relaxation,
And the nights of prayer and meditation.
97. Blessed be the drops of rain gracious,
And rays of the morning auspicious.
98. Blessed be his love for the repentant,
And his firmness with the insolent.
99. Blessed be his prophetic grandeur,
Before which there bowed every Emperor.
100. Blessed be he who stood at God's Light,
While Moses fainted just at the first sight.

marfat.com

101. Blessed be the face as bright as the Moon,
Which dispelled the darkness so very soon.
102. Blessed be the Victors' Holy cry,
Echoing on Earth and in the Sky.
103. Blessed be the brave liberators,
Who defeated the most cruel dictators.
104. Blessed be the Prophet Mustafa's bravery,
And Jingling swords bore his testimony.
105. Blessed be the brave Lion's Stride,
Who won bold Hamza to his side.
106. Blessed be his habits fair,
May God bless his every hair.
107. Blessed be his eventful life,
And Peace motivated his strife.
108. Blessed be his devoted friends,
Peace on whom every Muslim sends.
109. Blessed be the Prophet's family members,
Who are like heavenly flowers.
110. Blessed be that garden of piety,
Whose plants grew with the water of purity.
111. Blessed be their nascent purity,
Who belong to our Prophet's family.
112. Blessed be that symbol of honour,
Pious Batool, our Prophet's daughter.
113. Blessed be the veils of graces,
Which from Sun and Moon hid their faces.
114. Blessed be our Prophet's beloved daughter,
Pious, pure and the women's leader.
115. Blessed be Hassan, the generous leader,
Who did ride on the Prophet's shoulder.
116. Blessed be his glorious magnificence,
A Symbol of knowledge and eloquence.
117. Blessed be the sweet sermons on culture,
Preached by the honey-tongued Messenger.
118. Blessed be the martyr, red-attired,
In the desert of Karbala who expired.
119. Blessed be our departed leader,
The Gem of Najaf, the Sun of Honour.
120. Blessed be those symbols of piety,

marfat.com

The mothers of the Muslim community.
121. Blessed be those emblems of modesty,
The Members of the House of dignity.
122. Blessed be the Prophet's bosom friend,
Whose affection and loyalty knew no end.
123. Blessed be that home blissful,
Declared by God as Peaceful.
124. Blessed be the Prophet's dynasty indeed,
Unsurpassed in courage and in creed.
125. Blessed be that wedlock of honour,
Between the Prophet and Siddique's daughter.
126. Blessed be that face, holy and bright,
Which God praised in the Surah of Light.
127. Blessed be the house that was so honoured,
That even Gabriel only by permission entered.
128. Blessed be the adjudicator of the Four Schools,
Which interpret all the Islamic rules.
129. Blessed be the Disciples of the Messenger,
Who stood by him in the battles of Uhad and Badar.
130. Blessed be the group of ten wise men,
Who were assured of places in Heaven.
131. Blessed be that radiant appearance,
Which was called by God into his presence.
132. Blessed be that pride of the Caliphate,
The Follower of the Prophet, true and consummate.
133. Blessed be Siddique's company and self,
Who is next to none but the Prophet himself.
134. Blessed be the man sincere and kind,
Who advised the Prophet with heart and mind.
135. Blessed be Umar, God's true friend,
Whose enemies awaited a bitter end.
136. Blessed be that administrator strong,
Helper of the right, enemy of the wrong.
137. Blessed be his justice and his fair play,
Which worked for the Prophet in every way.
138. Blessed be that spiritually rich worshipper,
Who offered with the Prophet in poverty his prayer.

marfat.com

139. Blessed be the man who earned the rare honour,
Of marrying to the Prophet his own two daughters.
140. Blessed be Usman the generous and rare,
Who attained martyrdom while in prayer.
141. Blessed be Murtaza, the Lion of God,
Who vanquished the cruel with an iron rod.
142. Blessed be the leader of knowledge's mystique,
Whose heredity and virtue were unique.
143. Blessed be the man, who re-established the Caliphate,
The renowned fourth pillar of the Islamic state.
144. Blessed be that rare marvel of Nature,
Whose sword flashed in his victory over Khayber.
145. Blessed be that supporter of Islamic light,
Who defeated the enemies of Islam with his might.
146. Blessed be those Muslims, fair and just,
Who had, before and after victory, in God their trust.
147. Blessed be that Muslim's eyes and vision,
Who even once saw the Prophet's sweet complexion.
148. Blessed be those who are loved by God,
Whose enemies have indeed been cursed by God.
149. Blessed be the pious, whose foreheads shine,
Who drink and distribute spiritual wine.
150. Blessed be the descendants male,
On whom his teaching did prevail.
151. Blessed be his love of Humanity,
The model of grace and humility.
152. Blessed be the Four Imams of Law,
Ahmed, Malik, Shafii, and Abu Hanifa.
153. Blessed be the leaders of the Islamic way,
Who equally excelled in the Mystic way.
154. Blessed be that marvel of nature,
Ghaus-ul-Azam the Divine Leader.
155. Blessed be that pillar of Islam,
Who saw this World in his palm.
156. Blessed be that man's mysticism,
Who out-shone others in realism.
157. Blessed be that foot miraculous,
Which stood on the neck of the virtuous.
158. Blessed be that King of graces,
Of past and present, and of all places.

marfat.com

159. Blessed be that fragrant flower,
Of Muhammad's virtuous power.
160. Blessed be the pride of the Qadri Creed,
Hamza, God and the Prophet's Lion, indeed.
161. Blessed be the man, admittedly the best,
In name, body and soul above the rest.
162. Blessed be my beloved benefactor,
Descendant of God's last Messenger.
163. Blessed be that embodiment of Light,
Helping others to attain spiritual height.
164. Blessed be Ahle-e-Sunnat till Eternity,
Without any danger from Allah's Judgement or
Accountability.
165. Blessed be, O God, myself in the end,
For liking those, whom you befriend.
166. Blessed be my kind ancestors,
Parents, brothers, sisters and teachers.
167. Blessed be our Prophet's followers,
Who seek God's help in their prayers.
168. Blessed be his presence with grace,
On the Judgement Day, with Divine Praise.
169. Blessed be Mustafa, Mercy for Mankind,
May Angels sing it with Raza and his kind.

معارف رضا کراچی ۱۹۸۶ء

marfat.com

کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ اجالا کیا ہے

Ghayas D Qureshi.

ON THE DAY OF JUDGEMENT

Utterly perplexed I am at this moment of accountability;
O friends, how should I articulate my wish in this anxiety!

I wish the Prophet may hear my suplication and say:
'Look! Find out why there is all this noise today;

Who is this aggrieved man? What is his woeful tale?
What has happened to him? Why is his voice sad and frail?

Whose help in the name of Allah does he seek?
Why is he so worried? Why does he painfully shriek?

His appeals have invoked my boundless mercy;
someone should go and find out the cause of his agony.

The angels may submit that a criminal heart bleeds;
He is being ordered to account for all his deeds.

The moment is critical as all his record is there;
He shudders to think what sentence God may declare.

He implores you to intercede, O leader of the Massengers!
He says, 'I am powerless, Pray, use your intercessionary powers'

Any moment I would face a calamity or a disaster.
If you come, I will have nothing to fear, O Master.

On this appeal the Prophet may take pity on me;
And order the angels to with-hold any further inquiry.

Who are you blaming and punishing for his activity.
I will come and see him as he appeals to my mercy.

marfat.com

Hearing his voice I may noisily utter this exclamation:
"Why should I wory at all now for my salvation?"

Look! here arrives my supporter, the helper of everybody;
His arrival has infused a new spirit into my body.

Then, the merciful Prophet may hide me under his cloak;
Saying, "Leave him. Drop all the charges at a stroke."

He is my servant and I have set him free.
Do not ask him any question. Leave his case to me.

While releasing me the angels may respectfully say:
"We are your servants, O master. We dare not disobey".

All the spectators on the Day of Judgement may, then exclaim:
what a high status you have and what an exalted name!.

I would lay down my life for this merciful intercession;
you have saved your servant from imminent destruction.

The Song-birds love to hear your lyrics, O Raza!
You are a gifted nightingale of the garden of Madinah.

معارف رضا کراچی ۱۹۹۱ء

marfat.com

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی

OUR PROPHET IS THE MOST SUBLIME AND THE HIGHEST

Our Prophet is the most sublime and the highest;
Our Prophet is the most elegant and the greatest.

Our Prophet is the beloved messenger of His Creator;
Our Prophet is the bridegroom of this world and the Hereafter.

Our Prophet is the first manifestation of God's light,
Though he shone in this world as the last Prophet for human sight.

Our prophet holds the most distinguished status alone;
It is worthy of him on the highest heaven to sit on God's throne.

Our Prophet brought with him such a dazzling light,
That it outshone all others, which prior to his time were bright.

Our Prophet is that saviour, healer and seer;
The water that washed his feet is an elixir.

Our Prophet went to see God on His highest heaven;
For this occasion the most brightly decorated mirrors were chosen.

Our prophet is unique and the highest of his kind;
The prophets are from the mystics, who are from humankind.

Our Prophet has such a beautiful complexion;
That beauty itself takes oaths by his attraction.

Our Prophet's beauty is to humanity, what salt is to cookery,
There can be no taste in your words until you praise his personality.

Our Prophet is yours, theirs and that of one and all;
Just as there is one God Almighty for one and all.

Our Prophet finally emerged from the clouds as the moon;
Before him different prophets came to mankind as God's boon

marfat.com

Our prophet is the true distributor of God's favours;
He alone can give, because he has these powers.

Our Prophet as sun has never set, nor will it ever set;
Innumerable stars, in the past, have shone and set.

Our Prophet is the leader of all the Prophets of God;
While, in their own places, they prophet enjoy authority from God.

Our Prophet's light extends even beyond the realm of space;
He is the essence of the light of every form of space.

Our Prophet is even nobler than that best;
Whom you regard as the best among the noblest.

Our Prophet is even higher than that best;
Whom you regard as the best among the highest.

Our Prophet is the Prophet of all other Prophets as well;
Though they are all our masters but this is what they tell.

Our Prophet is the powerful beacon of God's light,
Who divided the moon into two halves on a night.

Our prophet shone even through the dark mirrors,
While the others shone only through the clear mirrors.

Our Prophet is that Fountainhead of the water of life;
Who has given to dead hearts a gift of eternal life.

Our prophet will help the helpless through his compassion;
O Raza! give this good news to those who are grief ridden.

معارف رضا کراچی ۱۹۹۱ء

marfat.com

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا

YOUR GENEROSITY IS BOUNDLESS

Translated by: Prof. G.D. Qureshi

1. Your generosity is boundless, O Allah's Messenger!
For you always grant every wish of your seeker.

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا | نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

2. From your drop flow waves of magnanimity
From your particle emerge stars of rare luminosity.

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا | تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

3. O master of the heavenly river! you are so kind
The needs of the thirsty are dear to your mind.

فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا | آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

4. People learn the art of generosity at your door
The most virtuous walk humbly on your floor.

اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا | اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا

5. How can the earthly beings understand your grandeur
When the heavenly beings are dazzled by your splendour?

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں | خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

6. Heaven, earth and world you feed
Who then is the host? You are, indeed.

آسماں خوان، زمیں خوان، زمانہ مہمان | صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

7. Since you are Allah's beloved, yours is everything
In love mine and thine does not apply to anything.

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب | یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

8. Those at your feet hold distinguished place
They find your feet brighter than anybody's face.

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں | کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

9. Not a well, but an ocean I want for a start
But from your hand a splash contents my heart

بحر سائل کا ہوں سائل نہ کنویں کا پیاسا | خود بجھا جائے کلیجا مرا چھینٹا تیرا

marfat.com

10. Thieves always hide away from their chief
But under your cloak takes refuge your thief.

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف | تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

11. Grant our eyes, minds and bodies contentment
O True Sun! Lead our hearts to enlightenment.

آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں سیراب | سچے سورج وہ دل آرا ہے اجالا تیرا

12. Why then does my heart tremble like an autumn leaf
When your compassion can grant the week relief?

دل عبث خوف سے پتا سا اڑا جاتا ہے | پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسا تیرا

13. Who am I with all my sins insignificant
When your word saves millions in my predicament.

ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی | مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

14. O master! your kindness made me lazy
Now fear of accountability drives me crazy.

مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی | اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکما تیرا

15. Don't send your servants to others, O master!
Peace is near you, elsewhere is disaster

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال | جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

16. I am a lowly, sinful, neglected being
You are a righteous, forgiving, elevated being.

خوار و بیمار و خطاوار و گنہگار ہوں میں | رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

17. Your decisions are final in every matter
I beseech you change my fate for the better.

میری تقدیر بری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے | محو و اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا

18. Allah has given you such an authority
Pray, return my sinful heart to purity.

تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کے دھلیں | کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

19. No one else in the world I wish to meet
My cherished desire is to die at your feet

کس کا منہ تکیے کہاں جائیے کس سے کہیے | تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

marfat.com

20. You gave us Islam, and as muslims gave honour
Who ever heard that you withdrew your favour.

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا | تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

21. I understand the scars of painful death remain
But your post-ablution water can cleanse this stain.

موت سنتا ہوں ستم تلخ ہے زہرابۂ ناب | کون لا دے مجھے تلووں کا غسالہ تیرا

22. Who knows what might be the fate of the sinner?
Dying at your feet can make him a winner.

نزع کیا جانیے بدکار پہ کیسی گزرے | تیرے ہی در پہ مرے بیکس و تنہا تیرا

23. For me, a tiny droplet will suffice
When the virtuous get in plenty and nice.

تیرے صدقے مجھے اک بوند بہت ہے تیری | جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا

24. Kaabah, Medinah, Baghdad look where you may
The radiance of your light is always at play.

حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجے نگاہ | جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

25. As my supporter, before you I (Raza) bring
My spiritual guide, who is your off-spring.

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع | جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

معارف رضا کراچی شمارہ ۱۹۸۹ء

marfat.com

A 'MAIRAJ' POEM

Prof. G. D. Qureshi. (England)

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

A *Mairaj* Poem expressing sincere and profound feelings of immense joy on the festive occasion of the Journey to the Highest Heaven by the Most Illustrious Prophet Muhammad (peace and blessings of Allah be upon him).

1. When the Supreme Prophet went on his journey to the Divine Throne of Allah,
There were very special arrangements made to welcome this unique guest from Arabia;

2. It was the spring time: there were echoes of the salutary greetings in the dales;
The angels and the skies were singing happy songs in their own ways like the nightingales.

3. On the heavens above and the earth below there was a festive celebration;
The dazzling lights came down smiling and the fragrant perfumes went up on this occasion.

4. The light emitted by his radiant face created a moonlight near Allah's throne;
The night was resplendently lit through a multitude of mirrors that brightly shone.

5. The *Kaabah* dressed herself most immaculatelly to welcome her bridegroom with pride;
The *black stone* looked like a beautiful mole on her charming body's side.

6. With bashful looks the *niche* lowered her upright head in sheer delight;
The covering black curtain gracefully moved, saturated with the Divine Light.

marfat.com

7. The coluds spontaneously advanced and the hearts engaged in a peacock dance;
To honour the Prophet in a creative stance the *Kaabah* gazed at him in a lyrical trance.

8. The golden ornaments of *Meezaab* gently moved towards the ear from her forehead;
When it drizzled, the raindrops gathered like pearls on *Hateem's* welcoming bed.

9. The bride's body-fragrance intoxicated the surrounding breeze and her own garment;
When the perfumed curtain furled, the gazelles rushed to store its unique scent.

10. The happy hills smiled and their elegant tops stood out in the space;
Like a maiden's head-scarf the shoots of green grass rhythmically moved with grace.

11. The fresh-looking and well-clad rivers ran through the well-trimmed bowers;
It was a rare visual feast of stormy waves, rushing waterfalls and bubbling showers.

12. The old white-floor of moonlight was removed as it was not stain-free;
The new green-floor consisted of gardens and flowers as far as one could see.

13. More precious to us than our lives! where is the Prophet's blessed path-way,
On which our humble hearts, the heavenly demsels and wings of the angels lay.

14. That moment was indescribably exciting, when the angels, pure and wise,
Gatherd round him and dressed him as the bridegroom of paradise.

marfat.com

15. The light emitted by his face was distributed among the beggars with generosity.
The moon and the sun begged most eagerly for this bright charity.

16. The same luminous water is still shining in their bright path,
Which the stars had gathered in their cups from his overflowing bath.

17. With his surplus sole-washed water paradise was painted bright;
Those who wore his used-clothes became flowers of the garden of light.

18. The sun revealed the news that God Almighty's beloved messenger
Was soon expected to come back after meeting his Creator.

19. The wedding crown of God's light was on his head amidst a blissful prayer;
The angels stood on both sides of his way to present a salute of honour.

20. Had we been there, we would have sought for some charity;
How could that happen, when we were destined to live this life of poverty?

21. He had hardly sat on the saddle that the journey of salvation ended at a glance;
The salvation itself congratulated him and the sins engaged themselves in a dance.

22. It is understandable why the Prophet's horse startled like a frightened deer;
The rays of light dazzled its eyes and the lightening flashed too near.

marfat.com

23. The clouds gave alms to the beggars and made sure there was enough room;
The angels held the reins respectfully and welcomed the bridegroom.

24. The dust of the luminous path rose up like the clouds of light;
The space overflowed with rain and the whole way was exceptionally bright.

25. O moon! You should have brought some dust from the Prophet's way;
You would have got rid of your spots by rubbing it on them just for a day.

26. The hoof-prints of the 'Buraq' filled the entire way with flowers;
In no time all over the place there were fragrant orchards and bowers.

27. The divine wisdom of 'Aqsa' prayer was to unfold the secret of first and last;
All the Prophets prayed behind him, though they had actually lived in the past.

28. The dignity of his arrival brightened up everything immaculately;
The stars, the skies, the cups and the containers were cleaned smartly.

29. When he advanced, his unveiled sunlike face shone with glamour;
The sky feltover-awed and the stars became dimmer and dimmer.

30. The overflowing light filled the path with luminous water;
The stars slipped time and again and fell at the feet of Allah's messenger.

marfat.com

31. The ocean of Unity surged forward and washed the sands of Diversity;
Forget the dunes of the sky, just two bubbles were "God's Arsh and Kursi".

32. His sun-like merciful face eclipsed the stars that shine:
The moonlight and starlight looked like shadows in his sunshine.

33. When the unique bridegroom advanced even the lote tree failed to hold him back;
In the wink of an eye he went beyond this and that range of the track.

34. The angels felt that a glimpse had flashed through their sight and mind:
The bridegroom went far ahead but his companions were left behind.

35. Gabriel's wings got tired and he could not accompany the divine guest;
The Prophet's stirrup slipped out of his hands though he tried to hold it to his best.

36. He, who reflected on the Prophet's speed suddenly found his mind aflame;
All the trees in the woods of intellect started burning with shame.

37. The birds of intellect flying ahead of the Prophet ended in a miserable plight;
They could not go beyond the lote tree in their insurmountable flight.

38. The strong-winged birds of superstition flew but soon lost their breath;
They sustained a fatal blow on their chests and fell down bleeding to death.

marfat.com

39. At that moment God's throne heard the angels raising a salutary uproar;
How nice to welcome back the same auspicious feet, which graced us before.

40. On hearing this, the devotee exclaimed, "Where is my master?
How lucky that my eyes will again kiss the soles of Allah's Messenger!"

41. Allah's throne knelt down to welcome; the angels fell into a prostration;
It rubbed its eyes on his feet; they showed their utmost veneration.

42. Such bright lights shone that all the candles flickered;
The lamps felt ashamed when the sun itself appeared.

43. In this atmosphere the Messenger of Mercy came respectfully to say;
"Those ways are open for you today, which were closed for Moses one day".

44. "Move forward, O Muhammad! Come nearer, O Ahmed, my beloved",
What a lovely call it was and what a joyful atmosphere it created!

45. O Allah, all praise be to You: You are undoubtedly carefree;
Once Moses insisted to see You; here You became anxious to see.

46. Let intellect bow its head, because he has travelled beyond imagination:
Direction itself is baffled and it cannot dare to imagine his destination;

marfat.com

47. Who could answer where or when? who could tell us what or how?
There was neither any companion nor any milestone between then and now.
48. Allah gently encouraged him though his pace was humbly slow;
Grandeur checked him but Grace inspired him steadily to go.

49. He advanced hesitantly with feelings of respect and humility;
Allah led him on this endless journey with an exceptional agility.

50. The Prophet's motion was nominal: it was all done by the divine will.
Whenever he slowed down, Allah commanded him to come nearer still.

51. At last a barge emerged from the ocean of His personality;
It took him near Allah's lap and untied the anchor of mortality.

52. Who could see this ocean's shore? It was all speed and surprise.
He leapt like sight and became hidden from his own eyes.

53. When the secrets of Nearness were unveiled, who knows what the Reality was?
There was no room for otherliness: don't say he wasn't; he really was.

54. The graden so blossomed that the buds and the roses looked very charming;
The unblown and the fully-blown flowers became equally inviting.

55. To differentiate between the circumference and the centre was difficult;
The arches beowed and the circles felt giddy as a result.

marfat.com

56. Millions of veils disappeared revealing endless oceans of luminosity;
It was a strange Union of Lights which symbolised diversity in Unity.

57. The waves showed their parched tongues and wriggled in search of water;
The whirlpool fainted with thirst and its eye stared farther and farther.

58. He is the First and the Last; He lives in the Absence and in the Presence;
His own hidden light went to see His own visible existence.

59. O dots on the arch of probability! Why do you guess the first and the last?
Ask the track of the circumference, where did the process begin in the past?

60. Here Allah gave His belvoed Messenger a gift of formal and ritual prayers,
He also honoured him with garlands of d'arood, and' salam's regal flowers.

61. The tongue was anxious to speak and the ear was eagerly trying to go very near;
Mysteriously and silently he said what he wanted to say and heard what he wanted to hear.

62. Then the Distinguished Guest was taken to Paradise soon;
The stars of paradise felt honoured to see the glory of their Arabian moon.

63. The Arabian moon was accorded a glorious welcome joyfully;
All the heavenly flowers become daffodils and the chandeliers shone more brightly;

marfat.com

64. The spirit of ecstasy edged him on but the sense of humility checked him modestly;
A real conflict of emotions: "To advance or just to stay there reverently".

65. Allah's omnipotence be praised! His truthful moon shone at millions of stations on his way;
Even then he returned home by dawn before the starlight faded away.

66. Take pity on Raza, O our intercessor and Allah's Messenger of Mercy!
Grant him a small share from the gifts distributed during the Mairaj journey.

67. My mission is to praise the Prophet; my aim is to achieve his pleasure;
The poetic rhymes and refrains have no value; Mustafa's Love is my real treasure.

(concluded)

marfat.com

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

1. O Ghaus! you hold a place, of prominence
   Your feet are above others heads in eminence
2. Whose eyes can towards your head rise?
   Mystics kiss your feet with their eyes
3. Very brave are your protected men
   your dog frightens a lion in its den
4. Your illustrious ancestors are Hussain and Hassan
   Both traditions in your person have become one
5. With oaths Allah persuades your to eat
   To him you are so dear, so sweet!
6. He who sees your personality's halo
   Actually sees our Prophet's spiritual shadow
7. Zehra's son is blessed in your birth
   Others enjoy your blessings on this earth
8. The art of giving is your by inheritance
   The Prophet bequeathed to you his pittance
9. Prophetic rain, Alvi crop, Batooli bower
   Hussains fragrance in Hussan's flower
10. Prophetic supervision, Alvi star, Batooli, boon
    Hussain's light in Hassan's moon
11. Prophetic beauty Alvi mountain Batooli quarry
    Hussain's dazzle in Hassan's ruby
12. Ocean or land, garden or desert, city or village
    Which place does not hear your message
13. With purity of intent, one cannot cannot a vice
    I have tested your grace, not once but twice
14. Your thirsty are too weak to stand and explain
    Their eyes long for your generous rain
15. O Ghaws! very sinful and dirty I have been
    Before my death please wash me clean

marfat.com

16. Your holy water I need in right earnest
It purifies more than a handful of dust

17. When time comes, the bird of my soul will fly
Hard luck! I cannot see you until I die

18. In your fold are dogs, young and old
Living so far away I am still in your fold

19. Dogs with this insignia are never killed, never!
Please leave your collar on my neck for ever

20. Baghdadi dogs know my name and seal
Though in India, in Baghdad myself I feel

21. O master! for the sake of your dignity
Upon your servant's plight take pity

22. A thief, a criminal, a man so base
Kind master! I am yours in any case

23. I shall still be after you named
O Ghaws! if I stand somewhere blamed

24. Raza! do not crawl, you may be small
But your renowned master is the best of all

25. Yet one more poem in praise of the master?
Come, Raza, inscribe your name in the poet,s register

معارف رضا کراچی سنہ ۱۹۹۲ء

marfat.com

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا

1 How terrible is your anger, O Ghaws, the brave!
Your victim continues suffering even in his grave.

2 Clouds cannot stop the flames lightening
Shields drop on seeing your sword lightening

3. Your spear moves fast in every direction
Strikes backs when it sees its own reflection

4. While attacking you never miss your aim
Just one stroke puts the worst enemy to shame

5. How ironical! some foes mean by nature
Want to lower down your high stature

6. Had they sense, against God they would not fight
Almighty Allah has raised you to this height

7. The last Prophet is your protector and guide
Your fame has and will spread far and wide

8. How hard ill fate enemies may undermine
Your name is destined for ever to shine

9. Your foes will fail, even if they try
When Allah has promised to keep you high

10. O fool your denial is here for you a curse
Your fate in the hereafter will be worse

11. Pretend outwardly that you are not afraid
Your heart inwardly sinks on seeing my master's blade

12 About Ibne Zehra your thoughts are dangerous
How dare you hold views so blasphemous

13 If you refuse to follow the falcon's path
You will lose your bird of faith by divine wrath

14 Do not cut the branch you are seated on
Or the roots of your family tree will be gone

15 Disobeying God to please men, near and far
O I know how low your intentions are

16 O fool inspite of your greed and cunning
A look from the watch-dog will set you running

marfat.com

17. O master! I am most willingly obedient
To your will I am fully subservient

18. Your word is law, your pen is sword, O guide!
your kingdom ranges far and wide

19. An angry look drives the enemy away
Your kind word makes a friend's day

20. Control over hearts is yours from above
Please make my heart a treasure of love

21. Rejected-thief will run away with a start
Your name when he sees engraved on my heart

22. In life, death and hereafter, my guide!
Under your spiritual cover I want to reside

23. On dooms day the sun's heat will be hell-bent
Luckily I shall have the advantage of your tent

24. In "BAHJAT-UL-ISRAR" all my secrets lie
Because you cover your disciples like the sky

25. For the world's opposition I (Raza) do not care
I know my guide will grant my prayer

The Religions Poetry of Imam Ahmed Raza Barelvi

معارف رضا کراچی سالنامہ ۱۹۹۲ء

marfat.com

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا

1. Non like you was ever seen or created ;
Authority stands in your person consummated.

2. Waves of stormy seas flout every rule.
Please rescue my boat from the whirlpool.

3. On reaching Taybah, O Sun, You should pray
His light may change my night into day.

4. Your face is as bright as the full moon ;
Let your grace and light fall on me soon.

5. I am thirsty : you are a symbol of generosity.
Not a shower a drop will satisfy me.

6. O pilgrims ! in Taybah prolong your stay ;
My heart sinks at the thought of your going away.

7. In Madinah I was always glad ;
Memory of that time now makes me sad.

8. No one will listen to my tale of woe ;
For help I have nowhere else to go.

9 Let my soul burn in your loves flame ;
To die in your service is my life's aim.

10. Raza ! it is not my style or norm ;
Friends wished so I adopted this poetic form

marfat.com

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماویٰ ہے ہمارا

DUST WE ARE

Translated by : Prof. G. D. Qureshi

1. Dust we are; return to it we must
Adam, our ancestor, was created from dust.

2. Reduce us to it in your search.
O God ! Dust is our medal from our dear Lord.

3. That dust on which Prophet set his feet.
For us is better than a heavenly seat.

4. Sky was hurt deeply by the sharp irony
When Earth said. "Madinah is located on me"

5. Prophet described Ali as "dust's father"
Who is our wise guide and brave leader.

6. O seekers ! walk humbly in right earnest
Under this earth is our Prophet's place of rest

7. Prophet's grave and Keebah are made with dust
So respect it always every-where we must.

8. Raza ! [illegible] Allah's eyes we will have no worth
If we do not love Madinah on this earth.

معارف رضا کراچی ۱۹۸۹ء

marfat.com

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا

NAAT-E-RASOOL

(By': Imam Ahmed Raza Bareilvi)

Translated by: Sardar Ali Ahmed Khan

How great is thy generosity, thou sovereign of holy realms (Bat'hs)
Never has a suppliant turned disappointed from the door.

The drop of thy bounty is like a river in spate,
An atom of thy benevolence coruscicates like stars.

In liberality there is none like thee,
Thy river goes about in search of the thirsty.

The opulent are fed at thy door, such is thy almshouse,
The saints treat on their foreheads the path leading to thee.

We humble denizens of the earth how can we imagine thy eminence?
The Flag Flutters on the throne of God.

The sky and the earth are thine open table and the whole world
thy guest,
And who is the exalted host, thou and thou alone.

I shall call thou Master for thou are the Master's beloved,
In fact there is no mine and thine in love.

The eyes would be soothed, the heart fresh and lives brimful,
Thou true sun of generosity such is thy heart-alluring light.

معارف رضا کراچی ۱۹۹۲ء

marfat.com

سرتابقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول

Rendered Into English by-

Zahoor Afsar Budaun

Frcm top to bottom, the body of Sultan-e-Zaman
(Prophet Mohmmed S.A.W) is flower

Lips, flower, mouth flower, cnin flower, body flower

For your Bake, not only gardens, forests beget flower

Permit this bud of heart too, to become a flower.

If we desire it moves not even a single atom,

If you desire, the lofty mountain of sorrow becomes a flower

By Allah, if the perpiration of my flower is made available

Neverwould the bride ask for Itr, nor wuold she desire flower

What to say of that garden of benevolence O 'Raza

Wherein ''Zohra' be a bud, 'Husain' and 'Hasen' flower.

ماہنامہ استقامت (انگریزی) کانپور اپریل ۱۹۸۵ء

marfat.com

(ج)

بحیثیت نعت گو

حضرت رضا بریلوی کا مقام

marfat.com

رضا یہ نعتِ نبی نے بلندیاں بخشیں
لقب زمینِ فلک کا ہوا سمائے فلک

گذشتہ پندرہ سولہ برسوں کے درمیان نعتیہ شاعری پر خصوصی توجہ مرکوز کی گئی ہے اس کا ثبوت وہ مقالات ہیں جو ان کی نعتیہ شاعری کے سلسلے میں قلمبند کئے گئے ہیں اس قبولِ عام میں آخر اچانک برتیزی کیسے آئی یہ بات واقعی محلِ نظر ہے کہ اچانک مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی نعتیہ شاعری عوام و خواص کی توجہ کا مرکز و محور کیسے بنی۔ اس کی کئی وجوہ ہیں۔ پہلے امیر مینائی داغ دہلوی اور سب سے زیادہ میلاد اکبر اور مولود سعیدی کی نعتیں عوام و خواص کو سکون و طمانیت عطا کرنے کا واحد ذریعہ تھیں زندگی کے مسائل پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے چلے گئے خصوصاً بیسویں صدی کا نصفِ آخر انسانوں پر عام طور پر اور مسلمانوں پر خاص طور سے بہت گراں گذرا۔ مشرق قریب و بعید اور مشرق وسطیٰ میں ان کی زندگی تلخ ہو گئی برصغیر کی آزادی بھی اپنے جلو میں تباہی و بربادی کا طوفان لے کر آئی اس نے دلوں کو ایسی شکستگی دی اور ایسی مایوسی دی کہ اس کا مداد روایتی نعتیہ شاعری سے ورے اور پرے تھا یہیں سے نعت گوئی کو ایک نئے اسلوب کی طرف مجبوراً اور ضرورتاً مڑنا پڑا۔ اور سودا سے لے کر محسن کاکوروی تک کے نعتیہ قصائد پر لوگوں نے [illegible] کی اور نعت میں فریاد و فغاں اور التجا کا عنصر غلبہ پانے لگا۔ محسن کاکوروی کے بعد جس شاعر پر اہلِ نظر کی نظر ٹھہری وہ حضرت فاضل بریلوی کی شاعری تھی جس میں التجا اور گریہ وزاری کا عنصر غالب ہے ۱۹۴۰ء اور ۱۹۵۰ء کے بعد کی نعتیہ شاعری میں لہجہ یکایک تبدیل ہو گیا اور اس تبدیلی کا منبع و مخرج مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی شاعری کو قرار دیا جا سکتا ہے جنہوں نے مختلف بحور میں ہدیۂ نعت و درود پیش کیا ہے۔ چند نعتوں نے جن میں ان کے سلام کو سب پر فوقیت حاصل ہے میدانِ نعت گوئی کی کایا ہی پلٹ دی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سلام کو بیسویں صدی کے نصفِ آخر میں کیوں قبولِ عام کی سند حاصل ہوئی جبکہ یہ قصیدہ بیسویں صدی کی پہلی

marfat.com

دہائی میں ہی لکھا جا چکا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دکھا ہوا دل اپنے درماں کے لئے پرانے ذخیروں اور رسموں کی تلاش و جستجو از سرِ نو کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری نگاہوں کا پہلی بار مرکز بنی کیونکہ اس شاعری میں ہر دکھ کا، ہر ظلم کا، ہر ستم کا رسول اللہ کے عاشقوں کو مداوا نظر آیا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

اک طرف اعدائے دیں ایک طرف حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروروں درود

کیوں کہوں بے کس ہوں میں کیوں کہوں بے بس ہوں میں
تم ہو میں تم پر فدا تم پہ کروروں درود

خلق کے دادرس سب کے فریادرس
کہفِ روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے بے کس کی دولت پہ لاکھوں درود
مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں
اس گلِ پاک منبت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
١٠ اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

marfat.com

یہ کس کے رعب آمد نے کیا عالم تہ و بالا
کہ شیرازہ پریشاں ہو گیا ہر نظم باطل کا

کسی وحشی کی خاک اڑ کر چمن میں آ گئی شاید
بگولوں سے ہے اٹھتا شور مستانہ سلاسل کا

اس کے بعد یہ التجائیہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

تم ہو گئے بے شمار آقا
بندہ ترے نثار آقا

بگڑا جاتا ہے کھیل میرا
آقا آقا سنوار آقا

منجدھار پہ آ کے ٹوٹی ناؤ
دے ہاتھ کہ ہوں پار آقا

ہلکا ہے اگر ہمارا پلہ
بھاری ہے ترا وقار آقا

مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے
تم کو تو ہے اختیار آقا

میں دور ہوں تم ہو مرے پاس
سن لو مری پکار آقا

مجھ سا کوئی غمزدہ نہ ہوگا
تم سا نہیں غمگسار آقا

گرداب میں پڑ گئی ہے کشتی
ڈوبا ڈوبا اتار آقا

marfat.com

تم وہ کہ کرم کو ناز تم سے
میں وہ کہ بدی کو عار آقا

پھر منہ نہ پڑے کبھی خزاں کا
دے دے ایسی بہار آقا

جس کی مرضی خدا نہ ٹالے
میرا ہے وہ نامدار آقا

ہے ملک خدا پہ جس کا قبضہ
میرا ہے وہ کامگار آقا

سویا کئے نابکار بندے
رویا کئے زار زار آقا

یہ التجائیہ عام طور پر سلام کی شکل میں نظر آتی ہے۔ مثلاً اس مضمون کے بہت سے بند یا شعر نظر آئیں گے جس میں سفینے یا باد صبا سے کہا گیا ہے کہ جب تیرا گذر دیار طیبہ سے ہو تو نبی اکرم سے رو رو کر التجا کرنا اور ہم دردمندوں کا یہ پیغام پہنچانا کہ ہم ظلمت کدۂ ہند میں مظالم کے شکار ہیں کافر اور مشرک ہمارا جینا حرام کئے ہوئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

سودا نے بھی اپنے نعتیہ قصیدے میں اسی طرح کے دکھ کا اظہار کیا تھا لیکن اسے لوگ بھلا چکے تھے۔ مولانا احمد رضا بریلوی نے اسے از سر نو زندہ کیا اور اس سونے منظر کو جلا بخشی ؎

اک عمر کہ آوازۂ منصور کہن شد
من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

آج مولانا احمد رضا بریلوی تمام جدید نعت گو شعراء کے پیش رو اور امام تصور کئے جاتے ہیں ان کی شاعری اور ان کی طرز یں ذہن جدید کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے

marfat.com

ہیں۔ آج کی جدید نعتیہ شاعری میں جو تنوع جو شگفتگی ہے وہ حضرت رضا بریلوی کے دم قدم سے فروغ پذیر ہے ۔

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں

marfat.com

کتابیات

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف	سن اشاعت	ناشر
۱	اردو میں نعتیہ شاعری	ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق	۱۹۷۶ء	اردو اکیڈمی سندھ کراچی
۲	نعتیہ شاعری کا ارتقاء	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری	۱۹۸۸ء	فائن آفسیٹ پریس الٰہ آباد
۳	فقیہ اسلام بحیثیت عظیم شاعر و ادیب	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	۱۹۹۱ء	ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۴	اردو کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر طلحہ رضوی برق	۱۹۷۴ء	دانش اکیڈمی آرہ، بہار
۵	نعت کے چند شعرائے متقدمین	ڈاکٹر سید شمیم گوہر	۱۹۸۸ء	خانقاہ حلیمیہ ابو العلائیہ الہ آباد
۶	تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ	مولانا عبد المجتبیٰ رضوی	۱۹۸۹ء	اکیڈمی قادریہ بنارس
۷	شعر اقبال	سید عابد علی عابد	۱۹۷۷ء	بزم اقبال لاہور
۸	ہماری شاعری معیار و مسائل	پروفیسر مسعود حسن ادیب	۱۹۷۱ء	کتاب نگر لکھنؤ
۹	عرفان رضا	ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان	۱۹۸۲ء	المجمع الاسلامی مبارکپور
۱۰	اردو میں قصیدہ نگاری	ڈاکٹر ابو محمد سحر		نسیم بک ڈپو لکھنؤ
۱۱	اردو رباعی	ڈاکٹر فرمان فتحپوری	۱۹۸۲ء	مکتبہ عالیہ لاہور
۱۲	قصیدہ معراجیہ	پروفیسر نظام الدین بیگ		بزم اہلسنت کراچی
۱۳	حدائق بخشش	امام احمد رضا قادری	۱۹۸۵ء	رضوی کتاب گھر بھیونڈی
۱۴	کلام رضا کے نئے تنقیدی زاویے	عبد النعیم عزیزی	۱۹۹۰ء	الرضا اسلامک اکیڈمی بریلی
۱۵	امام شعر و ادب	وارث جمال بستوی	۱۹۷۸ء	حق اکیڈمی مبارکپور اعظم گڑھ
۱۶	مقدمۂ شعر و شاعری	الطاف حسین حالی	۱۹۶۹ء	مکتبہ جامعہ دہلی

marfat.com

نمبر شمار	اسمار کتب	مصنف	سن اشاعت	ناشر
۱۷	ذوق نعت	حسن رضا خاں بریلوی		اشرفی کتاب گھر سنبھل مراد آباد
۱۸	اردو ادب کی ایک صدی	ڈاکٹر سید عبداللہ		چمن بکڈپو دہلی
۱۹	چند شعرار بریلی	ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب	۱۹۸۶ء	مرکز ادب شاہ گنج لکھنؤ
۲۰	سوانح اعلیٰ حضرت	مولانا بدرالدین احمد قادری	۱۹۸۴ء	مدرسہ گلشن رضا وضیاء بہار
۲۱	سرور القلوب	مفتی نقی علی خاں	۱۹۸۷ء	رضا اکیڈمی بمبئی
۲۲	سیرت اعلیٰ حضرت	حسنین رضا خاں قادری	۱۹۸۳ء	مکتبہ مشرق کانکر ٹولہ بریلی
۲۳	حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۴۱۰ھ	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا بمبئی
۲۴	حیات امام اہلسنت	" "	۱۹۸۵ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۲۵	آئینۂ رضویات حصہ دوم	" "	۱۹۹۳ء	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۲۶	محدث بریلوی	" "	۱۹۹۳ء	" "
۲۷	حیات اعلیٰ حضرت	علامہ ظفر الدین بہاری	۱۹۹۲ء	مرکزی مجلس رضا لاہور (قادری بکڈپو بریلی)
۲۸	حدائق بخشش تحقیقی اور ادبی جائزہ	علامہ شمس بریلوی	۱۹۸۶ء	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
۲۹	فقیہ اسلام	ڈاکٹر حسن رضا خاں	۱۹۸۱ء	اسلامک پبلیکیشنز سنٹر پٹنہ
۳۰	اندھیرے سے اجالے تک	علامہ عبدالحکیم شرف قادری	۱۹۸۵ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۳۱	قرآن سائنس اور امام احمد رضا	پروفیسر مجید اللہ قادری	۱۹۸۹ء	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۳۲	قصیدہ نگاران اترپردیش	علی جواد زیدی	۱۹۸۳ء	اردو اکیڈمی اترپردیش لکھنؤ
۳۳	مجدد اسلام	مولانا نسیم بستوی		نوری بکڈپو ہمایوں باغ کانپور
۳۴	اکرام امام احمد رضا	مفتی محمد برہان الحق	۱۹۹۰ء	مجلس العلماء مظفرپور بہار
۳۵	گناہ بے گناہی	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۹۸۲ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۳۶	تجلیات نوری	اقبال احمد قادری	۱۴۱۰ھ	بزم حامد رضا کراچی

marfat.com

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف	سن اشاعت	ناشر
۳۷	عاشق رسول	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۹۸۲ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۳۸	مفتی اعظم ہند	عبد النعیم عزیزی	۱۹۸۱ء	اختر رضا بکڈپو بریلی
۳۹	تذکرۂ رضا	علامہ محمد احمد مصباحی		حق اکیڈمی اعظم گڈھ
۴۰	مفتی اعظم اور ان کے خلفاءؒ	شہاب الدین رضوی	۱۴۱۰ھ	رضا اکیڈمی بمبئی
۴۱	الشیخ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۹۹۱ء	ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۴۲	الاستمداد علی اجیال الارتداد	امام احمد رضا قادری	۱۴۰۰ھ	قادری بکڈپو بریلی
۴۳	امام احمد رضا اور عالمی جامعات	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۹۹۰ء	رضا انٹرنیشنل اکیڈمی صادق آباد
۴۴	تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی کا منصب	شاعر لکھنوی	۱۹۷۹ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۴۵	الملفوظ (امام احمد رضا)	مفتی اعظم ہند بریلوی		نورانی پریس کانپور
۴۶	فوز مبین در رد حرکت زمین	امام احمد رضا قادری		ماہنامہ سنی دنیا بریلی
۴۷	امام احمد رضا اور علم حدیث	مولانا محمد حنیف احمد	۱۹۸۰ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۴۸	فاضل بریلوی اور تحریک ترک موالات	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۹۷۶ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۴۹	محاسن کنز الایمان	ملک شیر محمد خاں اعوان	۱۹۸۳ء	" " " "
۵۰	امام احمد رضا دنیائے صحافت میں	آر بی مظہری	۱۹۸۳ء	" " " "
۵۱	فتاویٰ رضویہ کا موضوعاتی جائزہ	پروفیسر مجید اللہ قادری	۱۹۸۸ء	ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۵۲	معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین	امام احمد رضا قادری	۱۹۸۰ء	مرکزی مجلس رضا لاہور

marfat.com

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف	سن اشاعت	ناشر
۵۳	تنقیدی اشارے	پروفیسر آل احمد صدیقی		مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ
۵۴	کلیاتِ اقبال	علامہ اقبال		پروپگنڈہ ڈپو دہلی
۵۵	تذکرہ اکابرِ اہلسنت پاکستان	محمد عبد الحکیم شرف قادری	۱۹۸۹ء	مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
۵۶	تذکرہ علمائے اہلسنت	محمود احمد قادری	۱۳۹۱ھ	خانقاہ قادریہ اشرفیہ اسلام آباد مظفر پور
۵۷	انوار رضا	لطیف احمد چشتی	۱۳۹۷ھ	شرکت حنفیہ لمیٹڈ لاہور
۵۸	کلامِ رضا	نظیر لدھیانوی	۱۹۸۲ء	المجمع الاسلامی مبارکپور
۵۹	فتاویٰ رضویہ ج ۶	امام احمد رضا قادری	۱۹۸۱ء	سنی دار الاشاعت مبارکپور اعظمگڈھ
۶۰	" " جلد ہشتم	" " "	۱۹۸۲ء	" " "
۶۱	حدائقِ بخشش حصہ سوم	" " "		رضوی کتب خانہ بریلی
۶۲	امام احمد رضا ایک فاضل المحدثین کی نظر میں	ڈاکٹر محی الدین الوائی	۱۴۰۳ھ	مرکزی مجلس رضا لاہور
۶۳	اقبال و احمد رضا	راجا رشید محمود	۱۹۸۲ء	اعجاز بکڈپو کلکتہ
۶۴	اعلیٰحضرت کی شاعری پر ایک نظر	سید نور محمد قادری	۱۳۹۵ھ	مرکزی مجلس رضا لاہور
۶۵	سفینۂ بخشش	علامہ اختر رضا ازہری		ماہنامہ سنی دنیا بریلی
۶۶	ایمان کی خوشبو	یوسف ضمیر	۱۹۸۸ء	ذاکر بک سنٹر کلکتہ
۶۷	والضحیٰ	بیکل اتساہی		اے ون آفسیٹ پریس دہلی
۶۸	خیابانِ رضا	محمد مرید احمد چشتی	۱۹۸۲ء	عظیم پبلی کیشنز لاہور
۶۹	فرش پر عرش	محدث اعظم ہند		رضوی کتاب گھر بھیونڈی
۷۰	انتخاب کلام نوری	محمد انور علی رضوی		مکتبۃ المصطفیٰ بریلی
۷۱	عقیدت کے پھول	محمد عثمان عارف نقشبندی		بیدل اکیڈمی بیکانیر راجستھان

marfat.com

۷۲	شرح مثنوی رد اشالیہ	غلام محی الدین قادری		ناظم پریس رامپور
۷۳	چمن زار ایماں	شاد فیض آبادی		مکتبہ اہلسنت فیض آباد

مجلات ورسائل

۷۴	ماہنامہ نقوش، رسول نمبر جلد دہم	جنوری	۱۹۸۴ء	ادارہ فروغ اردو لاہور
۷۵	ماہنامہ قاری، امام احمد رضا نمبر	اپریل	۱۹۸۹ء	ماہنامہ قاری۔ مٹیا محل، دہلی
۷۶	ماہنامہ حجاز (لندن)	مارچ	۱۹۸۸ء	لندن
۷۷	سنی دنیا	اگست	۱۹۹۲ء	محلہ سوداگران، بریلی
۷۸	حجاز جدید۔ مفتی اعظم نمبر	ستمبر، اکتوبر	۱۹۹۲ء	دہلی
۷۹	استقامت۔ مفتی اعظم ہند نمبر	مئی	۱۹۸۳ء	کانپور
۸۰	ماہنامہ اعلیٰحضرت ریحان رضا یادگار نمبر	دسمبر	۱۹۸۵ء	بریلی
۸۱	مہر وماہ	ستمبر	۱۹۹۰ء	لاہور
۸۲	سنی دنیا	جنوری	۱۹۹۰ء	بریلی
۸۳	ماہنامہ اشرفیہ	اکتوبر	۱۹۸۵ء	مبارکپور
۸۴	ماہنامہ قاری	جولائی	۱۹۹۱ء	دہلی
۸۵	ماہنامہ اشرفیہ	اپریل	۱۹۷۵ء	مبارکپور
۸۶	ماہنامہ حجاز جدید	اگست	۱۹۸۹ء	دہلی
۸۷	ماہنامہ قاری	جون	۱۹۸۷ء	دہلی
۸۸	تاجدارِ کائنات	نومبر	۱۹۸۲ء	رامپور

marfat.com

۸۹	، استقامت	کانپور	فروری مارچ	سنہ ۱۹۸۲ء
۹۰	، اعلیٰ حضرت	بریلی	فروری	سنہ ۱۹۷۹ء
۹۱	، ،	،	دسمبر	سنہ ۱۹۸۴ء
۹۲	، قاری	دہلی	فروری	سنہ ۱۹۸۹ء
۹۳	، اعلیٰ حضرت	بریلی	مارچ	سنہ ۱۹۷۳ء
۹۴	، قاری	دہلی	جون	سنہ ۱۹۸۹ء
۹۵	، اعلیٰ حضرت	بریلی	دسمبر	سنہ ۱۹۷۵ء
۹۶	، ،	،	جون	سنہ ۱۹۷۶ء
۹۷	فکر و نظر دستشاہی	اسلام آباد	جولائی	سنہ ۱۹۹۰ء
۹۸	مجلہ کانفرنس امام احمد رضا	کراچی		سنہ ۱۹۹۰
۹۹	، ، ، ،	،		سنہ ۱۹۹۲ء
۱۰۰	ماہنامہ اعلیٰ حضرت	بریلی	مئی	سنہ ۱۹۸۶ء
۱۰۱	، حجاز جدید	دہلی	فروری	سنہ ۱۹۹۲ء
۱۰۲	، اعلیٰ حضرت	بریلی	مارچ	سنہ ۱۹۸۹ء
۱۰۳	، سنی دنیا	،	،	سنہ ۱۹۹۱ء
۱۰۴	، قادریہ	،	اگست	سنہ ۱۹۹۱ء
۱۰۵	، سنی دنیا	،	اکتوبر	سنہ ۱۹۹۱ء
۱۰۶	، استقامت ڈائجسٹ	کانپور	فروری	سنہ ۱۹۸۴ء
۱۰۷	، مہر و ماہ	لاہور	جولائی	سنہ ۱۹۹۰ء
۱۰۸	، استقامت (انگریزی	کانپور	اپریل	سنہ ۱۹۸۹ء
۱۰۹	معارفِ رضا	کراچی		سنہ ۱۹۸۲ء

marfat.com

۱۱۰	معارفِ رضا	ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی	سنہ ۱۹۸۳ء
۱۱۱	〃 〃	〃	سنہ ۱۹۸۴ء
۱۱۲	〃 〃	〃	سنہ ۱۹۸۶ء
۱۱۳	〃 〃	〃	سنہ ۱۹۸۷ء
۱۱۴	〃 〃	〃	سنہ ۱۹۸۸ء
۱۱۵	〃 〃	〃	سنہ ۱۹۸۹ء
۱۱۶	〃 〃	〃	سنہ ۱۹۹۰ء
۱۱۷	〃 〃	〃	سنہ ۱۹۹۱ء
۱۱۸	〃 〃	〃	سنہ ۱۹۹۲ء
۱۱۹	〃 〃	〃	سنہ ۱۹۹۳ء

marfat.com

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸- اردو بازار لاہور

Email: faridbooks@hotmail.com

JN Graphics 12/28